فقه الاحکام

شرح

بلوغ المرام

فضیلۃ الشیخ حافظ ثناءاللہ ضیاء حفظہ اللہ

حصہ دوم

فہرست جلد دوم

نمبر شمار موضوع صفحہ نمبر

کتاب البیوع تجارت کے مسائل

کتاب النکاح — شادی بیاہ کے مسائل

کتاب الطلاق — طلاق کے مسائل کا بیان

کتاب الجنایات — جرائم اور ان کی سزا کا بیان

کتاب الحدود — حدود کا بیان

کتاب الجهاد جہاد کے مسائل

کتاب الاطعمة کھانے کے آداب

کتاب الایمان والنذور قسموں اور نذروں کا بیان

کتاب القضاء عدلیہ کے مسائل

کتاب العتق غلام آزاد کرنے کا بیان

کتاب الجامع متفرق اشیاء کا بیان

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْبُيُوْعِ

خرید وفروخت کے مسائل کا بیان

لغوی تحقیق: بیوع: یہ بیع کی جمع ہے اور لفظ بیع مصدر ہے، اہل فن کا کہنا ہے کہ مصدر تذکیر و تانیث اور تثنیہ وجمع نہیں لایا جاتا، جبکہ فقہاو محدثین نے اسے جمع استعمال کیا ہے۔ واضح رہے کہ فقہاومحدثین کا اسے جمع استعمال کرنے کا مقصد اس کی مختلف انواع کی وضاحت کرنا ہے۔ لہٰذا اہل فن اور محدثین وفقہا کے مابین یہ مسئلہ مختلف نہیں۔

بیع کے لغوی معنی کسی چیز کا لین دین کرنا ہے۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں ملکیت کی غرض اور باہمی رضامندی سے قدروں کے مبادلے کا نام بیع ہے۔ عام طور پر فروخت کندہ کو بائع اور خریدار کو مشتری کہا جاتا ہے۔ جبکہ مذکورہ دونوں الفاظ دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

١۔ بَابُ شُرُوْطِهِ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ مِنْهُ تجارت کی شرائط اور اس کی ممنوعہ اقسام کا بیان

لغوی تحقیق: شروطه: "ہ" کی ضمیر کا مرجع لفظ بیع ہے۔ یعنی شرعی بیع کی شرائط۔ شروط: یہ شرط کی جمع ہے۔ شرط ایک ایسی چیز ہے جس کی عدم موجودگی کی وجہ سے مشروط کی عدم موجودگی لازم آتی ہے۔ مگر شرط کی موجودگی سے مشروط کی موجودگی لازم نہیں آتی۔

اہل علم نے کتاب وسنت کی روشنی میں صحت تجارت کیلئے چند شرائط بیان کی ہیں۔

(١) فروخت کی جانے والی چیز کی تجارت کو شریعت نے حرام قرار نہ دیا ہو (٢) فروخت کی جانے والی چیز بائع کی ملکیت یا سرپرستی میں ہو۔ (٣) مال تجارت اور قیمت معلوم ہو۔ (٤) بائع اور مشتری دونوں تجارت کے اہل ہوں۔ (٥) بائع اور مشتری کی باہمی رضامندی ہو۔ (٦) بیع ماضی کے صیغوں کے ساتھ ہو۔ **ما نهي عنه:** اس سے مراد بیع مجہولہ، ممنوعہ اشیاء کی بیع، فریب کی بیع اور سودی لین دین ہے۔

٧٧٣: عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ﷛ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ " عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ ,وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٍ " رَوَاهُ الْبَزَّارُ، وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

البزار: ١٢٥٧، الحاكم: ١٠/٢، احمد: ١٤١/٤، المعجم الاوسط: ٢١٦١، ٧٩١٤، المعجم الكبير: ٢٧٧/٤، التلخيص: ٣/٣

تنبیہ: مسند احمد اور طبرانی میں عبایہ بن رفاعہ بن رافع عن جدہ ہے ، جبکہ مستدرک حاکم میں عبایہ بن رافع عن ابیہ ہے۔ مؤلف ﷫ نے تلخیص میں اسے حاکم کا وہم قرار دیا ہے۔

٧٧٣: حضرت رفاعة بن رافع ﷛ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسی آمدنی پاک ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " آدمی کی اپنے ہاتھ کی کمائی اور ایسی تجارت جو جھوٹ اور فریب سے پاک ہو۔"

لغوی تحقیق: الکسب: طلب رزق۔ اطیب: ایسی کمائی جو کام کے اعتبار سے افضل، برکت کے اعتبار سے کثیر اور استعمال کے اعتبار سے درست ہو۔ مبرور: یہ بر سے ماخوذ ہے اور یہ گناہ کی ضد ہے۔ یعنی ایسی تجارت جو جھوٹ اور فریب سے پاک ہو۔

تشریح: ہاتھ کے عمل کی بنیاد تقریباً چار چیزوں پر ہے۔ (١) جہاد (٢) ملازمت (٣) زراعت (٤) صنعت۔

ان چاروں میں کونسی افضل ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں۔ امام نووی کا کہنا ہے کہ زراعت افضل ہے کیونکہ اس میں توکل علی اللہ نمایاں ہے، نیز اس سے جملہ انسان وحیوان اور پرندے مستفید ہوتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ بہترین آمدنی مال غنیمت ہے کیونکہ یہ کسب نبی ﷺ ہے۔ اس بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ جو شخص جو بھی پیشہ دیانت داری اور راست گوئی سے اختیار کرے، اس پیشہ سے حاصل ہونے والی آمدنی اس کیلئے افضل ہے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی مثل حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت براء بن عازب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو امام طبرانی نے **المعجم الاوسط** میں نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے جملہ رواۃ قابل اعتبار ہیں۔ امام حاکم نے حدیث رفاعہ، وائل بن داؤد کے واسطے سے تین طرق سے نقل کی ہے۔ ایک طریق میں وائل یہ روایت جمیع بن عمیر سے نقل کرتے ہیں۔ اس سند میں جمیع بن عمیر کی موجودگی شریک کا وہم نہیں تو پھر یہ روایت موضوع کے قریب تر ہے کیونکہ جمیع پر محدثین نے سخت جرح کی ہے۔ دوسرے طریق میں وائل یہ روایت سعید بن عمیر سے نقل کرتے ہیں۔ اس سند کو امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ تیسرے طریق میں وائل یہ روایت عبایہ بن رافع سے نقل کرتے ہیں۔ یہ طریق مسعودی کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) کسب حلال کی طلب ضروری ہے۔ (۲) بہترین آمدنی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

(۳) ایسی تجارت جو جھوٹ فریب اور سود سے پاک ہو، وہ اطیب المکاسب میں شامل ہے۔

۷۷۴: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ ,وَهُوَ بِمَكَّةَ " إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ ,وَالْمَيْتَةِ ,وَالْخِنْزِيرِ ,وَالْأَصْنَامِ" فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ ,فَإِنَّهُ تُطْلَى بِهَا السُّفُنُ ,وَتُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ ,وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ " لَا هُوَ حَرَامٌ " ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ " قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ ,إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ,ثُمَّ بَاعُوهُ ,فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر و المیتۃ و الخنزیر و الاصنام: ۱۵۸۱، البخاری: ۲۲۳۶، ابو داود: ۳۴۸۶، الترمذی: ۱۳۲۰، النسائی: ۷/۳۰۹، ابن ماجۃ: ۲۱۶۷، احمد: ۳/۳۲۴، الدارمی: ۲/۱۱۵، البیہقی: ۶/۱۲، ابن حبان: ۴۹۳۷، ۶۲۵۲، ۶۲۵۳، ابو یعلی: ۱۸۷۳

۷۷۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کو حرام قرار دیا ہے۔" (بخاری ومسلم) آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیونکہ اس سے کشتیوں کو اور چمڑوں کو چکنا کیا جاتا ہے، اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، یہ بھی حرام ہے۔" پھر آپ ﷺ نے ساتھ ہی فرمایا: "اللہ یہودیوں کو تباہ کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے چربی حرام قرار دی تو انہوں نے اسے پگھلا لیا، پھر اسے فروخت کر دیا اور اس کی قیمت خورد ونوش میں استعمال کر لی۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: عام الفتح: فتح مکہ کے سال۔ حرّم: صحیحین میں لفظ مفرد ہی استعمال ہوا ہے جبکہ بعض طرق میں تثنیہ؛ حرما؛ بھی مذکور ہے، لیکن زیادہ صحیح مفرد ہی ہے کیونکہ حلت وحرمت کا مکمل اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔ آپ ﷺ تو امر الٰہی کی تنفیذ کرنے والے ہیں۔ الخمر: اس کے لفظی معنی ڈھانپنے کے ہیں، اسی مناسبت سے دوپٹے کو بھی خمار کہا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ہر نشہ آور چیز ہے، خواہ وہ ٹھوس ہو یا

مائع،اس کی تیاری طریقہ جدید سے ہو یا قدیم سے۔ **المیتة**: ہر وہ جانور جو اپنی طبعی موت مر جائے یا اسے غیر شرعی طریقہ سے مار دیا جائے وہ مردار ہی ہے۔ **الاصنام**: اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس چیز کی عبادت کی جائے وہ صنم ہے،خواہ وہ کسی بھی مادے سے کسی بھی شکل میں تیار کی گئی ہو۔ **تطلی** : لکڑی کو چکنا کرنا۔ **قاتل** : یہاں بمعنی **لاعن** ہے یعنی اللہ یہود پر لعنت فرمائے۔ **جملوہ** : وہ اسے پگھلا لیتے تھے۔ **السفن**: سین اور فاء مضموم، یہ **سفینة** کی جمع ہے یعنی کشتیاں۔

تشریح: یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے،بعض طرق میں ؛حرم؛ اور بعض ؛حرما؛ ہے اسی طرح بعض طرق میں خنزیر ہے اور بعض میں خنازیر ہے۔آپ ﷺ نے ان اشیاء کی حرمت کے بارے میں خطبہ فتح مکہ کے روز ارشاد فرمایا،جیسا کہ صحیح ابن حبان میں صراحتاً مذکور ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا"یہود پر چربی حرام قرار دی گئی تھی،مگر انہوں نے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی،بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔"

فقہی احکام: (۱) حیلہ سازی یہودیوں کی نہایت مکروہ ایجاد ہے۔(۲) اسلام میں حیلہ سازی منع ہے۔(۳) جو چیز حرام ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے ماسوا اس چیز کے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔(۴) اللہ تعالیٰ کے باغیوں کیلئے بددعا کرنا مسنون ہے۔(۵) ہر نشہ آور چیز کی تجارت ممنوع ہے۔

۷۷۵:وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ "إِذَا اِخْتَلَفَ اَلْمُتَبَايِعَانِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ ,فَالْقَوْلُ مَا يَقُولُ رَبُّ اَلسِّلْعَةِ أَوْ يَتَتَارَكَانِ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب البیوع، باب اذا اختلف البیعان و المبیع قائم: ۳۵۱۱، الترمذی: ۱۲۹۳، النسائی: ۳۰۲/۷، ابن ماجة: ۲۱۸۶،احمد: ۴۶۶/۱، مالک: ۶۷۱/۲، الدارمی: ۲۵۴۹، الدارقطنی: ۲۰/۳، الحاکم: ۴۵/۲، البیہقی: ۳۳۲/۵

۷۷۵:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا،آپ ﷺ فرمارہے تھے:"جب بائع اور مشتری کے مابین تنازع ہو جائے اور کسی کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو اس صورت میں صاحب مال کی بات قابل تسلیم ہوگی یا دونوں بیع منسوخ کر دیں۔"اسے پانچوں نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **البینة**:اس کے لفظی معنی واضح یا ظاہر ہونے کے ہیں۔یہاں اس سے مراد شہادت وغیرہ ہے۔ **رب**: یہاں لفظ رب بمعنی ؛ذو؛ ہے یعنی والا۔ **السلعة**:سین مکسور،لام ساکن،وہ سامان جو فروخت کیا گیا ہو۔ **یتتارکان**: بائع اور مشتری دونوں بیع فسخ کرنے پر راضی ہو جائیں۔

تشریح: یہ حدیث فی نفسہ ضعیف ہے،لیکن تعدد طرق کی وجہ سے اسے تقویت حاصل ہے۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ بائع اور مشتری کے مابین تنازع پیدا ہونے کی صورت میں مشتری کی حیثیت مدعی اور بائع کی حیثیت مدعا علیہ کی ہوگی۔اس لئے شہادت کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کا حلفیہ بیان ہی قابل اعتبار ہے،جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا"شہادت پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے جبکہ مدعا علیہ کیلئے بیان حلفی ہے۔"

فقہی احکام: (۱) تنازع کی صورت میں دونوں سے اپنے اپنے قول کی تائید میں شہادت طلب کی جائے۔(۲) شہادت کی عدم دستیابی کی صورت میں بائع سے بیان حلفی لیا جائے۔(۳) جس شخص سے تنازع ہوا اس کو بھی ثالث تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۷۷۶:وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ اَلْكَلْبِ ,وَمَهْرِ الْبَغِيِّ ,وَحُلْوَانِ اَلْكَاهِنِ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب: ۲۲۳۷، مسلم: ۱۵۶۷، الترمذی: ۱۲۹۸، النسائی: ۳۰۹/۷، ابن ماجة: ۲۱۵۹، احمد:

۱۱۸/۴، الدارمی: ۲۵۶۸، البیھقی: ۶/۶ ــ ۸، معرفة السنن والآثار: ۳۹۴/۴، ۳۹۷، ابن ابی شیبة: ۲۴۳/۶، ابن حبان: ۵۱۵۷، الدارقطنی: ۷۲/۳

۷۷۶: حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔ متفق علیہ

لغوی تحقیق: الکلب: کاف مفتوح اور لام ساکن، کتا، اس کی مؤنث کلبۃ اور جمع کلاب استعمال ہوتی ہے۔ مھر: اس کے حقیقی معنی تو عورت کا وہ حق ہے جو اسے شوہر نکاح کے عوض میں دیتا ہے، چونکہ بدکار عورت بھی اسی کام کا معاوضہ وصول کرتی ہے اس لیے اس اجرت کو مجازاً مہر کہا گیا ہے۔ البغی: باء مفتوح، غین مکسور اور یاء مشدد، یہ اصل میں بَغُوْیٌ تھا، واؤ اور یاء ایک ساتھ جمع ہوئیں، واؤ ساکن تھی لہٰذا واؤ کو یاء میں مدغم کر دیا گیا۔ پھر یاء کی مناسبت سے غین کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا گیا۔ حلوان: حاء مضموم اور لام ساکن، شیرینی یا اجرت، کاہن کی اجرت کو شیرینی سے تعبیر کرنے کی دو وجہ ہو سکتی ہیں (۱) بدعقیدہ لوگ ایسے لوگوں کو نذرانہ کے طور پر اکثر میٹھی چیزیں پیش کرتے ہیں۔ (۲) کاہن کی اجرت چونکہ بلا مشقت ہے اس لئے اسے شرینی کہا گیا ہے۔ الکاھن: جو لوگ غیب کی باتیں بتانے کے مدعی ہوتے ہیں، ان سب کو کاہن کہا گیا ہے۔ خواہ وہ کیافہ شناس ہو یا نجومی یا اس بات کے مدعی ہوں کہ ان کے پاس جنات ہیں جو انہیں خبریں دیتے ہیں۔

تشریح: کتے کی قیمت حرام ہونے کے بارے میں حضرت رافع، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں کتے کی قیمت کو خبیث کہا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جو کتے کی قیمت وصول کرنے آئے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا کرو۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں لومڑی کی خرید و فروخت کی ممانعت کا ذکر بھی ہے۔ نیز اس میں شکاری کتے کی تجارت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ امام نسائی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے منکر قرار دیا ہے۔ جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں اس روایت کے جملہ رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اس روایت کے جملہ رواۃ بلا شبہ ثقہ ہیں مگر یاد رکھیں کہ کسی روایت کے صحیح ہونے کیلئے فقط اس کے رجال کا ثقہ ہونا کافی نہیں۔ بلکہ چند شرائط اور بھی ہیں۔ چنانچہ ان شرائط کا اس میں فقدان ہے۔ یعنی ابوزبیر نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معنعن نقل کی ہے، جبکہ ابوزبیر معروف مدلس ہیں۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کی دوسری علت یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اس روایت کو کبھی مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی موقوف۔ موصوف آخری عمر میں اختلاط کا شکار بھی ہو گئے تھے۔ امام بیہقی نے شاید انہیں علل کی وجہ سے اس استثناء کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتا رکھنے کی اجازت دی ہے، ممکن ہے کہ کسی نے رکھنے کی اجازت کو خرید و فروخت کی اجازت سمجھ لیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی استثناء مذکور ہے۔ مگر یہ روایت ولید اور اس کے استاد مثنیٰ بن صباح کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) کتے کی تجارت ممنوع ہے اور اس کی قیمت کا استعمال غیر مشروع ہے۔
(۲) بدکار عورت کی زنا کے عوض اجرت حرام ہے۔ (۳) کاہن، نجومی وغیرہ کی کمائی حرام ہے۔

۷۷۷: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما أَنَّـهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْأَعْيَا فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِي اَلنَّبِيُّ ﷺ فَدَعَا لِي, وَضَـرَبَهُ، فَسَارَ سَيْراً لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ ,قَالَ " بِعْنِيهِ بِأُوْقِيَةٍ " قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ " بِعْنِيهِ " فَبِعْتُهُ بِأُوْقِيَةٍ ,وَاشْتَـرَطْتُ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي ,فَـلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ ,فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ ,ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَقَالَ " أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَهَذَا اَلسِّيَاقُ لِمُسْلِمٍ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب من ضرب دابة غیرہ فی الغزو: ۲۸۶۱، مسلم: ۷۱۵، ابوداود: ۳۵۰۵، النسائی: ۷/۲۹۸، ابن ماجة: ۲۲۰۵، احمد: ۳/۳۱۴، ابن حبان: ۴۹۱۱

۷۷۷: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک تھکے ماندے اونٹ پر سفر کر رہے تھے اور انہوں نے بالآخر اس اونٹ کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرلیا، وہ کہتے ہیں کہ اتنے میں رحمت عالم ﷺ مجھے آملے، آپ ﷺ نے میرے لیے دعا فرمائی اور اونٹ کو ضرب لگائی، چنانچہ اس سے وہ اس قدر تیز چلنے لگا کہ اتنا تیز وہ اس سے پہلے کبھی نہیں چلا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: "یہ اونٹ مجھے ایک اوقیہ کے عوض فروخت کر دیں۔" میں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: "یہ مجھے بیچ دو۔" چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو اس شرط پر فروخت کر دیا کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تک جاؤں گا۔ جب میں گھر پہنچا تو میں وہ اونٹ لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ کی قیمت مجھے ادا فرمادی اور میں گھر واپس آگیا، آپ ﷺ نے قاصد میرے پیچھے میرے گھر بھیج دیا اور فرمایا: "کیا تمہارا خیال ہے کہ میں نے تمہارے اونٹ کی قیمت کم لگائی ہے؟ یہ لو اپنا اونٹ اور اس کی قیمت بھی اپنے پاس رکھو۔" ((بخاری ومسلم) یہ سیاق مسلم میں ہے۔

لغوی تحقیق: جمل: اس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں پر ہوتا ہے۔ اعیا: چلنے سے عاجز آگیا۔ یسیبه: یاء مضموم، سین مفتوح اور یاء ثانی مشدد مکسور، اس نے تنگ آکر اسے چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ اوقیة: چالیس درہموں کے وزن کے برابر چاندی، عصر حاضر میں تقریباً ۱۴۷ گرام چاندی ایک اوقیہ کے برابر ہوتی ہے۔ حملانه: حاء مضموم، سواری کرنا۔ فنقدنی: آپ ﷺ نے مجھے اسی وقت قیمتیں ادا فرمادی۔ اثری: ہمزہ اور ثاء دونوں کو مفتوح بھی پڑھا جا سکتا ہے، اور ہمزہ کو مکسور اور ثاء کو ساکن پڑھنا بھی درست ہے، یعنی میرے پیچھے۔ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ خوش طبعی کا عکاس ہے۔

فقہی احکام: (۱) خریدار قیمت لگا سکتا ہے۔ (۲) بائع یا مشتری ایسی شرط پیش کر سکتا ہے جس سے دوسرے کے نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ (۳) امیر اپنی رعایہ سے تجارت کر سکتا ہے۔ (۴) سودا ہونے کے بعد قیمت اور مبیع کی سپردگی میں باہمی رضامندی سے تاخیر جائز ہے۔ (۵) سودا کرنے کے بعد خریدا ہوا مال فروخت کنندہ کو تحفہ دیا جا سکتا ہے (۶) کسی کے جانور کو جذبہ خیر خواہی کے پیش نظر کوئی بھی ضرب مار سکتا ہے

۷۷۸: وَعَنْهُ قَالَ أَعْتَقَ رَجُلٌ مِنَّا عَبْداً لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ .فَدَعَا بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَبَاعَهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع المزایدة: ۲۱۴۱، مسلم: ۹۹۷، ابوداود: ۳۹۵۵، الترمذی: ۱۲۲۲، النسائی: ۷/۳۰۴، ابن ماجة: ۲۵۱۳، البیهقی: ۱۰/۳۰۸، ابن حبان: ۴۹۳۰، ۴۹۳۴

۷۷۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر قرار دیدیا، اس شخص کے پاس اس غلام کے سوا کوئی اور مال نہ تھا، نبی کریم ﷺ نے اس غلام کو طلب فرمایا اور اسے فروخت کر دیا۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: دبر: دال اور باء مضموم یعنی اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا نام ابو مذکور اور اس کے غلام کا نام یعقوب ذکر کیا ہے اور اس غلام کے خریدار کا نام نعیم بن عبداللہ النحام اور اس غلام کی قیمت آٹھ سو درہم بتائی ہے۔ اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس شخص پر قرض بھی تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ پہلے اپنی ضرورت پوری کرے پھر صدقہ کرے۔
ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اس شخص کا مدبر غلام اس کی زندگی ہی میں فروخت کر دیا تھا۔

فقہی احکام: (۱) جمیع مال کی وصیت درست نہیں۔ (۲) صدقہ کرنے سے پہلے قرض کی ادائیگی ہونی چاہیے۔

(۳) شرعی عذر کی وجہ سے مدبر کی بیع جائز ہے۔(۴) خلاف شرع وصیت میں ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔

۷۷۹: وَعَنْ مَيْمُونَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ , أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ ,فَمَاتَتْ فِيهِ ,فَسُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهَا فَقَالَ " أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا ,وَكُلُوهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ فِي سَمْنٍ جَامِدٍ.

البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب اذا وقعت الفارة فی السمن الجامد او الذائب: ۵۵۳۸، ابوداود: ۳۸۴۱، الترمذی: ۱۸۷۵، النسائی: ۷/۱۷۸، احمد: ۶/۳۳۵، الدارمی: ۲۰۸۳، البیہقی: ۹/۳۵۳، الطبرانی: ۱۰۴۳، مؤطا: ۱/۹۷۱، ابن ابی شیبة: ۸/۲۸۰، صحیح ابن حبان: ۱۳۹۲

۷۷۹: نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک چوہیا گھی میں گر کر مرگئی، نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے نکال کر باہر پھینک دو، اوراس کے اردگرد جو گھی ہے اسے بھی پھینک دو اور بقیہ گھی کھالو۔" اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ احمد اور نسائی نے گھی کے منجمد ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔

لغوی تحقیق: ماحولها: جو گھی چوہیا کے گرنے کی جگہ کے آس پاس تھا۔

تشریح: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے، بعض طرق میں گھی کے منجمد یا پگھلا ہونے کا ذکر نہیں یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ چوہیا اوراس کے گرد جو گھی ہے وہ پھینک دو، اور باقی کھالو۔ جبکہ بعض طرق میں ہے کہ اگر گھی منجمد ہے تو پھر چوہیا اوراس کے آس پاس والا گھی پھینک دو اور باقی گھی کھالو۔ اس کی مؤید حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) چوہیا ناپاک ہے۔(۲) اگر وہ منجمد گھی میں گر جائے تو پھر وہی گھی ناپاک ہوگا جو اس کے جسم کے گرد ہے۔
(۳) اگر گھی مائع شکل میں ہو تو سارا گھی ناپاک ہو جائے گا (۴) یہ حکم صرف گھی کے ساتھ خاص نہیں، دیگر اشیاء کا بھی یہی حکم ہے۔

۷۸۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِذَا وَقَعَتْ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ ,فَإِنْ كَانَ جَامِداً فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا , وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَقَدْ حَكَمَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ وَأَبُو حَاتِمٍ بِالْوَهْمِ.

ابوداود، کتاب الاطعمة، باب فی الفارة تقع فی السمن: ۳۸۴۲، احمد: ۲/۲۳۲، البیہقی: ۹/۳۵۳، المحلیٰ: ۱/۱۴۰، الترمذی: ۱۸۷۵، ابن حبان: ۴/۲۳۷

۷۸۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب چوہیا گھی میں گر جائے، اگر وہ گھی منجمد ہے تو چوہیا کو اوراس کے آس پاس والے گھی کو پھینک دو اور اگر گھی مائع شکل میں ہو تو پھر اس گھی کے قریب مت جاؤ۔" اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے، جبکہ امام بخاری اور امام ابوحاتم نے اس پر وہم کا حکم لگایا ہے۔

تشریح: امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ معمر سے اس روایت میں خطا سرزد ہوئی ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے اپنے باپ سے اس روایت پر وہم کا حکم نقل کیا ہے۔ لیکن امام ذہلی نے امام زہری سے مروی ان دونوں طرق کو محفوظ قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مالک کا طریق زیادہ مشہور ہے۔

۷۸۱: وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ السِّنَّوْرِ وَالْكَلْبِ؟ فَقَالَ زَجَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ ، إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ.

مسلم، کتاب المساقات، باب تحریم ثمن الکلب: ۱۵۶۹، ابوداود: ۳۴۷۹، الترمذی: ۱۳۰۲، النسائی: ۷/۳۰۹، احمد: ۳/۳۱۷

۷۸۱: حضرت ابوزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بلی اور کتے کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں وعید فرمائی ہے۔ اسے مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے لیکن نسائی میں شکاری کتے کی قیمت کی استثنا بھی مذکور ہے۔

تشریح: اس روایت پر مفصل کلام حدیث نمبر: ۷۷۶ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۷۸۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ جَائَتْنِي بَرِيرَةُ ,فَقَالَتْ كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أُوَاقٍ ,فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ ,فَأَعِينِينِي فَقُلْتُ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ ,فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا عَلَيْهَا ,فَجَائَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ ,وَرَسُولُ اَللَّهِ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ اَلْوَلَاءُ لَهُمْ ,فَسَمِعَ اَلنَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ اَلنَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ "خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ اَلْوَلَاءَ ,فَإِنَّمَا اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ " فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ ,ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فِي اَلنَّاسِ خَطِيباً ,فَحَمِدَ اَللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " أَمَّا بَعْدُ ,مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطاً لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اَللَّهِ عزوجل مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اَللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ ,وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ ,قَضَاءُ اَللَّهِ أَحَقُّ ,وَشَرْطُ اَللَّهِ أَوْثَقُ , وَإِنَّمَا اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فَقَالَ "اِشْتَرِيهَا وَأَعْتِقِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ اَلْوَلَاءَ "

البخاری، کتاب البیوع، باب اذا اشترط شروطاً فی البیع لا تحل: ۲۱۶۸، مسلم: ۱۵۰۴، ابوداود: ۳۹۲۹، الترمذی: ۱۲۷۹، النسائی: ۶/۱۶۳، ابن ماجة: ۲۵۲۱، احمد: ۶/۳۳، مالک: ۲/۷۸۰، الدارمی: ۲/۱۶۹، صحیح ابن حبان: ۴۲۷۲، ۵۱۲۰، البزار: ۱۲۹۴، المعجم الکبیر: ۱۱۷۴۴

۷۸۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ آئی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے۔ اس کی ادائیگی اس طرح ہے کہ میں ہر سال ایک اوقیہ ادا کروں گی، اس سلسلے میں آپ میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔ میں نے کہا، اگر آپ کا مالک پسند کرے تو میں پوری رقم اسے ادا کر دیتی ہوں، اس صورت میں تیری ولاء مجھے حاصل ہوگی۔ بریرہ اپنے مالک کے پاس گئی اور ان سے وہ بات کہہ دی۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ بریرہ ان کے ہاں سے جب واپس آئی تو رسول اللہ ﷺ اس وقت تشریف فرما تھے، بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے اپنے مالکوں کو وہ بات کہی تو انہوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، الا یہ کہ ولاء ان کی طرف منسوب ہو۔ نبی کریم ﷺ نے یہ بات سماعت فرمائی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ ﷺ کو آگاہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ان سے بریرہ خرید لو اور ولاء کی شرط کر لو، کیونکہ ولاء کا حق آزاد کنندہ ہی کا ہے۔" چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعمیل حکم کیا، پھر آپ ﷺ لوگوں سے خطاب فرمانے کیلئے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف و ستائش فرمائی، اس کے بعد فرمایا: " کیسے لوگ ہیں، ایسی شرائط عائد کرتے ہیں، جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، اور جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے، خواہ وہ سو شرطیں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ کی شرط ہی زیادہ پختہ ہے اور ولاء کا حق دار وہ ہے جو اسے آزادی دے۔" (بخاری و مسلم) اور مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے خرید کر آزاد کر دو اور ان سے ولاء کی شرط کر لو۔"

لغوی تحقیق: بریرۃ: یہ مغیث کی اہلیہ اور ایک انصاری کی لونڈی تھی۔ کاتبت: یہ مکاتبت سے ماخوذ ہے، مکاتبت اس معاہدے کو کہتے ہیں جو غلام اور اس کے آقا کے مابین ایک معلوم رقم پر طے پائے۔ اواق: یہ اوقیہ کی جمع ہے۔ ولاء: واؤ مفتوح، غلام اور اس کے آزاد کرنیوالے مالک کے مابین قائم رہنے والا تعلق۔

تشریح: بریرہ اور اس کا شوہر دونوں غلام تھے، بریرہ ایک انصاری مسلمان کی ملکیت میں تھیں، انہوں نے اپنے آقا سے اپنی آزادی نو (۹)

اوقیہ چاندی کے عوض طے کر لی اور یہ انہیں نو سال میں ادا کرنا تھی ، چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں تعاون چاہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں آپ کے آقا کو ساری رقم یکمشت ادا کر دیتی ہوں بشرطیکہ تیری ولاء کی نسبت میری طرف ہو، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکوں نے رقم تو یکمشت لینے پر رضامندی ظاہر کر دی مگر وہ ولاء دینے پر راضی نہ ہوئے، ان کا یہ فیصلہ شریعت اسلامیہ کے منافی تھا، اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ولاء اسی کی طرف منسوب ہوگی جو آزاد کرے گا، لہٰذا ایسی شرط عائد کرنا جو کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ باطل ہے ۔" یہ خطاب سن کر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالک یکمشت رقم لیکر ولاء کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینے پر راضی ہو گئے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ رقم دیکر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزادی دلوادی۔

نامور علما نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اس سے چار سو سے زائد مسائل اخذ کئے ہیں، جن میں چند درج ذیل ہیں۔

فقہی مسائل: (۱) غلام اپنے آقا سے باہمی رضامندی سے اپنی آزادی کا معاہدہ طے کر سکتا ہے ۔ (۲) قرض اقساط میں بھی دیا جا سکتا ہے۔ (۳) اقساط میں ادا ہونے والا قرض یکمشت بھی ادا کیا جا سکتا ہے ۔ (۴) قرض کی ادائیگی میں تعاون کرنا اعمال صالحہ میں شامل ہے۔ (۵) ولاء کا حق دار وہی ہے جو غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ (۶) باطل شرط عائد کرنے سے عقد باطل نہیں ہوتا فقط شرط غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔ (۷) خطیب کو چاہیے کہ مسائل کی توضیح احوال کے پیش نظر کرے۔ (۸) خطبہ کا آغاز حمد وثنا سے کرنا چاہیے۔ (۹) کسی برائی پر نقد کرتے وقت کسی خاص شخص کا نام نہ لیا جائے۔ (۱۰) کوئی اہم کام کرتے وقت شوہر سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ (۱۱) بیوی اگر مشورہ طلب کرے تو اسے صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ (۱۲) اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو تقدیم و برتری حاصل ہے۔ (۱۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کہنا درست ہے۔ (۱۴) مکاتبت فروخت کرنا درست ہے۔ (۱۵) آزاد کردہ غلام کا وارث اگر ذوی الفروض یا عصبہ وغیرہ نہ ہو تو پھر اس کا آزاد کنندہ اس کے ترکہ کا وارث ہوگا۔ (۱۶) آزاد ہونے والا غلام آزادی کے بعد بھی اپنے آقا کی خدمت بلا معاوضہ کر سکتا ہے۔ (۱۷) بیوی اگر پہلے آزاد ہو جائے تو پھر اسے اپنے غلام شوہر کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ہے۔

۷۸۳: **وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى عُمَرُ عَنْ بَيْعِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ فَقَالَ لَا تُبَاعُ ,وَلَا تُوهَبُ ,وَلَا تُورَثُ ,لِيَسْتَمْتِعْ بِهَا مَا بَدَا لَهُ، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ ,وَالْبَيْهَقِيُّ ,وَقَالَ: رَفَعَهُ بَعْضُ الرُّوَاةِ ,فَوَهِمَ.**

البیہقی، کتاب عتق امہات الاولاد، باب الرجل یطأ امتہ بالملک فتلد له: ۲۲۳۸۶ ـ ۲۲۳۹۳، فقه السنن والآثار: ۷/ ۵۶۲ ، ۵۶۳، مالک: ۲/ ۱۳۷، الدارقطنی: ۴/ ۱۳۴

تنبیہ: بلوغ المرام کے مطبوعہ نسخوں میں یستمتع کا فاعل مذکور نہیں جبکہ موطا اور بیہقی کے مطبوعہ نسخوں میں مذکور ہے۔

۷۸۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولاد والی لونڈیوں کو فروخت کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا، انہیں فروخت کیا جائے نہ ھبہ کیا جائے اور نہ وہ ترکہ میں تقسیم کی جائیں، ان کا آقا جب تک چاہے ان سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے لیکن جب وہ فوت ہو جائے تو وہ آزاد سمجھی جائیں۔ اسے مالک اور بیہقی نے روایت کیا اور امام بیہقی نے کہا کہ بعض رواۃ نے یہ روایت مرفوع بیان کی ہے اور ایسا وہم کی بنا پر ہے۔

لغوی تحقیق: **امھات الاولاد** : ایسی لونڈی جسے اپنے مالک کا حمل ٹھہر جائے اور وہ زندہ یا مردہ بچہ جنم دے، اسے ام ولد کہتے ہیں۔ اس قسم کی لونڈی اپنے آقا کی وفات کے بعد آزاد ہوگی۔

تشریح: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ام الولد کی بیع کے بارے میں مشورہ طلب کیا تو میری اور ان کی رائے یہ ٹھہری کہ وہ آزاد ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں اسی کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ زید بن وھب سے منقول ہے کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ پہلے اُم ولد کی بیع کے قائل تھے اور بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ سعید بن مسیّب سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام ولد کے بارے میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ اس کی مناسب قیمت اس کے بیٹوں سے لیکر اسے آزاد کر دیا جائے، مگر بعد میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ اس کا مالک جب تک زندہ ہے وہ اس کی ملکیت ہے اور اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہے۔ بعض رواۃ نے ام الولد کی آزادی سے متعلق روایت کو مرفوع بیان کیا ہے، امام بیہقی نے اس روایت کے مرفوع بیان کرنے والوں کو ان کا وہم قرار دیا ہے۔

۷۸۴: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِيَنَا ,أُمَّهَاتِ اَلْأَوْلَادِ ,وَالنَّبِيُّ ﷺ حَيٌّ ,لَا نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ , وَابْنُ مَاجَهْ وَالدَّارَقُطْنِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

النسائی فی الکبری: ۱۹۹/۳، ابن ماجة: ۲۵۱۷، الدارقطنی: ۱۳۵/۴، ابن حبان، کتاب العتق، باب ام الولد: ۴۳۲۳، البیهقی: ۱۸ ۲۲۴، الحاکم: ۱۹/۲، عبدالرزاق: ۱۳۲۱۱، احمد: ۳۲۱/۳، الشافعی: ۴۷/۲

تنبیہ: مسند احمد اور ابن حبان میں لا یری ہے جبکہ بیہقی، دارقطنی اور عبدالرزاق میں لا نری ہے۔

۷۸۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں ام ولد لونڈیوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ اس میں قباحت خیال نہیں فرماتے تھے۔ اسے نسائی، ابن ماجہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: سراریناَ: یہ سریة کی جمع ہے، سریة کا سین مفتوح، راء مشدد مکسور اور یاء مشدد، یعنی لونڈیاں۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں اس حدیث کو نسائی، ابن ماجہ، دارقطنی اور ابن حبان کی طرف منسوب کیا ہے، جبکہ **التلخیص** میں احمد، شافعی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی اور حاکم کی طرف منسوب کیا ہے۔

امام حاکم نے یہ حدیث حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند سے منقول کی ہے۔ امام بیہقی نے حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ ام الولد کو فروخت کرنے والوں کے عمل سے آگاہ تھے جبکہ اس کے برعکس ہمیں یہ روایات پہنچی ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کی بیع سے منع فرمایا تھا۔

امام بیہقی کا یہ استدلال درست نہیں، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ ﷺ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہو اور بعد میں اس سے منع فرمایا ہو، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ام الولد کی بیع کی ممانعت پر صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا، لہٰذا اب اس حدیث کے پیش نظر ام الولد کی بیع کی اجازت دینا درست نہیں۔

۷۸۵: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ اَلْمَاءِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَزَادَ فِي رِوَايَةٍ ، وَعَنْ بَيْعِ ضِرَابِ اَلْجَمَلِ.

مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع فضل الماء الذی یکون الفلاة......: ۳۵ ، ۳۴/۱۵۶۵، النسائی: ۳۱۰/۷، ابن ماجة: ۲۴۷۷، احمد: ۳۵۶/۳، حاکم: ۴۴/۲، البیهقی: ۱۵/۶، معرفة السنن والآثار: ۴۰۰/۴، ابن حبان: ۴۹۵۲

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ جب ایک صحابی سے ایک ساتھ ایک سے زائد احادیث نقل کرتے ہیں تو پہلی حدیث کے بعد وعنہ سے آغاز کرتے ہیں۔ مگر یہاں دونوں احادیث اسم ظاہر ہی سے نقل کی ہیں، جب کہ دونوں احادیث جابر بن عبداللہ ہی سے منقول ہیں۔

۷۸۵: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ضرورت سے زائد پانی فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ اونٹ کی جفتی کا معاوضہ لینا بھی ممنوع قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: فضل الماء: اپنی ضرورت سے زائد پانی۔ ضراب: ضاء مکسور، مادہ منویہ۔

تشریح: زائد پانی سے مراد وہ پانی ہے جو کنویں، تالاب اور چشمہ وغیرہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ پانی فروخت کرنا منع ہے، لیکن تیل اور بجلی خرچ کر کے جو پانی ٹیوب ویل کے ذریعہ زمین سے حاصل کیا جاتا ہے، یا پلانٹ کے ذریعہ جراثیم سے پاک کیا جاتا ہے وہ یقیناً اس ممانعت میں شامل نہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۷۸۶:وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَنْ عَسْبِ اَلْفَحْلِ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الاجارۃ، باب عسب الفحل: ۲۲۸۴، ابوداود: ۳۴۲۹،الترمذی: ۱۲۹۶، النسائی: ۳۱۰/۷،احمد: ۱۴/۲، الحاکم: ۴۲/۲، البیہقی: ۳۳۹/۵، ابن حبان: ۵۱۵۵، ۵۱۵۶

تنبیہ: صحیح بخاری میں نھی النبی ﷺ جبکہ ابوداؤد میں نھی رسول الله ﷺ ہے۔

۷۸۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نر کی جفتی کے معاوضہ سے منع فرمایا ہے۔

لغوی تحقیق: عسب: عین مفتوح اور سین ساکن، مادہ منویہ۔ الفحل: نر حیوان

فقہی احکام: نر کی جفتی کا معاوضہ وصول کرنا ممنوع ہے۔

۷۸۷:وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ اَلْحَبَلَةِ ,وَكَانَ بَيْعاً يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ اَلرَّجُلُ يَبْتَاعُ اَلْجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ اَلنَّاقَةُ ,ثُمَّ تُنْتَجَ اَلَّتِي فِي بَطْنِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الغرر وحبل الحبلۃ: ۲۱۴۳، مسلم: ۱۵۱۴، ابوداود: ۳۳۸۰، الترمذی: ۱۲۵۲، النسائی: ۲۹۳/۷، احمد: ۶۳/۲، المالک: ۶۵۳/۲، ابن حبان: ۴۹۴۶

۷۸۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حبل الحبلۃ کی بیع سے منع فرمایا، یہ وہ بیع ہے جو جاہلیت میں رائج تھی۔ (یہ اس طرح ہے) کہ ایک آدمی اونٹنی اس شرط پر خریدتا کہ وہ اونٹنی کی قیمت اس وقت ادا کرے گا، جب وہ بچہ جنم دے گی، پھر وہ بچہ جو پیٹ میں ہے آگے ایک اور بچے کو جنم دے گا۔ (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغوی تحقیق: الحبل: حاء اور باء دونوں مفتوح ہیں، اس سے مراد وہ بچہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے۔ الحبلۃ: حاء اور باء مفتوح، اس سے مراد جانور کے پیٹ میں موجود بچے کا بچہ ہے۔ الجاھلیۃ: اس کا اطلاق قبل از اسلام زمانے پر ہوتا ہے، اس نام سے اس دور کے لوگوں کو اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ بہت جلد طیش اور غصہ میں آجاتے تھے۔ الجزور: جیم مفتوح اور زاء مضموم، اس کا اطلاق اونٹ اور اونٹنی ہر دو پر ہوتا ہے۔ تنتج: علامت مضارع مضموم، نون ساکن اور تاء مفتوح، یہ لفظ مجہول استعمال ہوتا ہے اور معنی معروف کا دیتا ہے۔

تشریح: اہل علم نے اس حدیث کی تشریح دو طرح سے کی ہے، ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے غیر معین ادھار بیع مراد ہے، یعنی اس جانور کی قیمت اس وقت ادا کی جائے گی جب اس جانور کی بچی کسی بچے یا بچی کو جنم دے گی، جبکہ دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد مبیع کا مجہول ہونا ہے یعنی اس جانور کے پیٹ میں جو بچی ہے اس کے بچے یا بچی کو اتنی قیمت میں خرید لیا گیا ہے، پہلی صورت میں رقم کی ادائیگی کا وقت مجہول ہے۔ جبکہ دوسری صورت میں فروخت کی گئی چیز مجہول ہے اور یہی جہالت اس بیع کے ممنوع ہونے کا سبب ہے۔

فقہی احکام: ہر وہ بیع ممنوع ہے جس میں مبیع یا اس کے ثمن کی ادائیگی کا وقت مجہول ہو۔

۷۸۸:وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ اَلْوَلَاءِ ,وَعَنْ هِبَتِهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب العتق، باب بیع الولاء وھبته: ۲۵۳۵، مسلم: ۱۵۰۶، ابوداود: ۲۹۱۹، الترمذی: ۱۲۵۹، النسائی: ۷/۳۰۶، ابن ماجة: ۲۷۴۷، احمد: ۹/۲، مالک: ۷۸۲/۲، الدارمی: ۲۵۶/۲، الشافعی: ۷۲/۲، الطبرانی: ۱۳۶۲۶، عبدالرزاق: ۱۶۱۳۸، ابن ابی شیبة: ۱۲۱/۶، البیھقی: ۲۹۲/۱۰، ابن حبان: ۴۹۴۸، ۴۹۴۹

۷۸۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولاء کو فروخت کرنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فقہی احکام: ولاء کا فروخت کرنا اور ہبہ کرنا ممنوع ہے۔

۷۸۹: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ اَلْحَصَاةِ ,وَعَنْ بَيْعِ اَلْغَرَرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع الحصاة و البیع الذی فیه غرر: ۱۵۱۳، ابوداود: ۳۳۷۶، الترمذی: ۱۲۵۳، النسائی: ۲۶۲/۷، ابن ماجة: ۲۱۹۴، احمد: ۴۳۶/۲، الدارمی: ۲۵۶۳، الدارقطنی: ۱۵/۳، البیھقی: ۲۶۶/۵، ابن حبان: ۴۹۵۱، ۴۹۷۷

۷۸۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری کے ذریعے بیع اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: الحصاۃ: کنکری، زمانہ جاہلیت میں بیع کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بائع مشتری سے کہتا ہے کہ کنکری پھینکو اور یہ کنکری جس کپڑے پر لگے گی وہ اتنی قیمت کے عوض تمہارا ہوگا۔ بعض نے اس کی تشریح اس طرح ہے کہ بائع کا مشتری سے یہ کہنا یہ کنکری پھینکو اور جس مقام تک یہ کنکری جائے وہاں تک زمین اتنی قیمت کے عوض تمہاری ہوگی، امام ابو حاتم اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشتری بکریوں کے ریوڑ یا چند جانوروں یا چند غلاموں کے پاس کھڑا ہو کر بائع سے کہے کہ میں کنکری پھینکتا ہوں اور یہ کنکری جس چیز پر لگے گی وہ چیز اتنی قیمت میں میری ہوگی۔ الغرر: غین اور راء مفتوح، اس سے مراد ہر وہ بیع ہے جس میں کسی طرح کا بھی فریب موجود ہو، اسے عموماً تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) مبیع معدوم ہو مثلاً حبل الحبلۃ کی بیع۔ (۲) ایسی چیز کی بیع جسے بائع، مشتری کے قبضہ میں دینے سے قاصر ہو مثلاً بھاگا ہوا اونٹ۔ (۳) بیع مجہول، خواہ وہ مطلق مجہول ہو یا اس کی جنس یا قیمت مجہول ہو۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث تین طرق سے مروی ہے۔ بعض طرق میں فقط بیع الحصاۃ کی ممنوعیت کا ذکر ہے اور بعض میں فقط بیع الغرر کی ممنوعیت کا اور بعض میں دونوں کی ممنوعیت کا ایک ساتھ ذکر ہے۔

فقہی احکام: ہر وہ بیع ممنوع ہے جس میں دھوکہ دہی کا امکان ہو۔

۷۹۰: وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ "مَنِ اِشْتَرَى طَعَاماً فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَكْتَالَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض: ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۸، احمد: ۳۲۹/۲، ابوداود: ۳۴۹۵، النسائی: ۲۸۶/۷، الطبرانی: ۱۳۰۹۷، البیھقی: ۳۱۴/۵، ابن ماجة: ۲۲۲۷، الشافعی: ۱۴۲/۲، عبدالرزاق: ۱۴۲۱۰، ابن حبان: ۴۹۷۹، ۴۹۸۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۲۱۵، ۸۹۶۵، الطحاوی: ۳۸/۴

۷۹۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے کوئی اناج خریدا، وہ اسے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک ماپ نہ لے۔" (مسلم)

تشریح: یہ حدیث رحمت عالم ﷺ سے متعدد طرق سے منقول ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اناج خریدے وہ اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے، جب تک اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ "جب کوئی چیز خریدیں تو اسے ماپ لیں۔

فقہی احکام: (۱) اناج کو خریدنے کے بعد اس وقت تک فروخت کرنا درست نہیں جب تک اسے اپنے قبضہ میں لیکر اس کا دوبارہ ناپ تول نہ کر لیا

جائے۔(۲)ابن عباس فرماتے ہیں کہ دیگر اشیاء کا بھی یہی حکم ہے۔

۷۹۱: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ وَلِأَبِي دَاوُدَ ، مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا ,أَوِ الرِّبَا.

النسائی، کتاب البیوع، باب بیعتین فی بیعة: ۴۶۳۶، احمد: ۲ /۴۳۲، الترمذی: ۱۲۵۴، ابن حبان:۴۹۷۳، البیهقی: ۵ /۳۴۳، ابوداود: ۳۴۶۱

۷۹۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔اسے احمد اور نسائی نے بیان کیا ہے جبکہ ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس نے ایک چیز کی دو قیمتیں متعین کیں وہ ان دونوں میں سے کم قیمت لے لے، بصورت دیگر وہ سود ہوگا۔"

لغوی تحقیق: بیعتین فی بیعة: اس کی تشریح میں اہل علم مختلف آراء رکھتے ہیں۔(۱) علما کی ایک بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بائع ایک چیز مشتری کو سو روپے میں ادھار فروخت کرے، پھر مشتری سے وہی چیز اسی (۸۰) روپے میں نقد میں خرید لے۔(۲) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میں آپ کو یہ چیز اتنے میں فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے اپنا مکان اتنے میں فروخت کریں۔(۳) ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز ادھار ہزار روپے کی ہے اور نقد آٹھ سو روپے کی ہے۔ آپ کو جونسی بیع پسند ہو وہ اختیار کریں۔آخری صورت اہل علم کے مابین اختلافی ہے، اکثر جواز کے قائل ہیں۔

۷۹۲: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ ,وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ ,وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَالْحَاكِمُ وَأَخْرَجَهُ فِي عُلُومِ اَلْحَدِيثِ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي حَنِيفَةَ ,عَنْ عَمْرٍو اَلْمَذْكُورِ بِلَفْظِ، نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ، وَمِنْ هَذَا اَلْوَجْهِ أَخْرَجَهُ اَلطَّبَرَانِيُّ فِي اَلْأَوْسَطِ وَهُوَ غَرِيبٌ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی الرجل یبیع مالیس عنده: ۳۵۰۴، الترمذی: ۱۲۵۷، النسائی: ۲۸۸/۷، ابن ماجة: ۲۱۸۸، احمد: ۱۷۸/۲، الدارمی: ۲۵۶۰، الدارقطنی : ۷۵/۳، حاکم: ۱۷/۲، البیهقی: ۳۳۹/۵، المعجم الاوسط: ۴۳۵۸

۷۹۲: عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"سلف اور بیع حلال نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں درست ہیں۔کسی مال کو اپنے قبضہ میں لئے بغیر اس کا نفع حاصل کرنا بھی درست نہیں اور اس چیز کی بیع درست نہیں جو تیرے قبضہ میں نہیں ہے۔" اسے پانچوں نے روایت کیا ہے۔ترمذی، ابن خزیمہ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے نیز امام حاکم نے اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں امام ابوحنیفہ کے واسطے سے عمرو بن شعیب سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے بیع کے ساتھ شرط ملانے سے منع فرمایا ہے۔اسی طریق سے یہ روایت امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں بھی بیان کی ہے، لیکن وہ روایت غریب ہے۔

لغوی تحقیق: سلف: سین اور لام مفتوح، یعنی قرض، شرعی اصطلاح میں کسی کو استعمال کیلئے مال دینا اور اس سے اس کا معاوضہ لینا سلف کہلاتا ہے۔مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ تمہیں سو روپے قرض دیتا ہوں (بشرطیکہ) تم مجھے اپنی فلاں چیز فروخت کرو۔ ربح : راء مکسور اور باء ساکن، یعنی نفع۔ مالم یضمن: علامت مضارع مضموم، ضاد ساکن اور میم مفتوح یعنی جسے قبضے میں نہ لیا گیا ہو۔

تشریح: عمرو بن شعیب سے یہ روایت متعدد طرق سے مروی ہے اور اسے بہت سے محدثین نے اپنی تالیفات میں جگہ دی ہے۔مؤلف

رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو موطا اور بیہقی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔امام نسائی اور امام حاکم نے یہ روایت عطاء خراسانی کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔امام نسائی نے اس طریق سے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس پر نقد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خراسانی کا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔امام بیہقی نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جبکہ امام طبرانی نے حکیم بن حزام کے طریق سے بھی نقل کی ہے۔

لایحل سلف و بیع:اہل علم نے اس جملہ کی تفسیر اپنے اپنے انداز میں کی ہے،مگر ان میں سے **اقرب الی الصواب** تفسیر یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا سامان اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اسے قرض بھی دے گا۔ **ولا شرط فی بیع** :امام ابن قیم نے اس کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ بائع مشتری سے یہ کہے کہ تم مجھ سے یہ سامان دس روپے نقد میں خرید لو اور میں تم سے یہی سامان بیس روپے ادھار میں خرید لوں گا۔ **ولا ربح مالم یضمن** :کسی بھی سامان کو اپنے قبضہ میں لئے بغیر اسے فروخت کرنا درست نہیں۔ **ولا بیع مالیس عندک** :اس جملہ کی وضاحت حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں موجود ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم !ایک شخص مجھ سے ایک چیز خریدنا چاہتا ہے اور وہ چیز اس وقت میرے پاس موجود نہیں،کیا وہ چیز میں اسے خرید کر دے سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"وہ چیز مت فروخت کر جو تیرے قبضہ میں نہیں ہے۔

۷۹۳:وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ اَلْعُرْبَانِ. رَوَاهُ مَالِكٌ ,قَالَ: بَلَغَنِي عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,بِهِ.

المؤطا: ۶۰۹/۲، ابوداود: ۳۵۰۲، ابن ماجة: ۲۱۹۲، البیهقی: ۲۴۳/۵(۱۱۰۳۰)

۷۹۳:حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے۔اسے مالک نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھے یہ روایت عمرو بن شعیب کے واسطے سے پہنچی ہے۔

لغوی تحقیق: العربان:عین مضموم اور راء ساکن،اس سے بیعانہ مراد ہے۔

تشریح: یہ روایت عمرو بن شعیب سے متعدد طرق سے منقول ہے،امام مالک،امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے جس طریق سے یہ روایت نقل کی ہے،اس میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں۔بعض کا خیال ہے کہ اس آدمی سے مراد عبداللہ بن عامر اسلمی ہے۔بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن لہیعہ ہے۔اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔امام بیہقی نے جس سند سے نقل کی ہے اس میں ہیثم بن یمان ضعیف ہے۔امام عبدالرزاق نے زید بن اسلم کے طریق سے مرسل بیان کی ہے۔

فقہی احکام: یہ روایت ضعیف ہے اس لئے اس سے کوئی بھی فقہی حکم اخذ کرنا درست نہیں۔

۷۹۴: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ اِبْتَعْتُ زَيْتاً فِي اَلسُّوقِ ,فَلَمَّا اِسْتَوْجَبْتُهُ لَقِيَنِي رَجُلٌ فَأَعْطَانِي بِهِ رِبْحاً حَسَناً، فَأَرَدْتُ أَنْ أَضْرِبَ عَلَى يَدِ اَلرَّجُلِ، فَأَخَذَ رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي بِذِرَاعِي، فَالْتَفَتُّ ,فَإِذَا هُوَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ,فَقَالَ لَا تَبِعْهُ حَيْثُ اِبْتَعْتَهُ حَتَّى تَحُوزَهُ إِلَى رَحْلِكَ فَإِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى أَنْ تُبَاعَ اَلسِّلَعُ حَيْثُ تُبْتَاعُ ,حَتَّى يَحُوزَهَا اَلتُّجَّارُ إِلَى رِحَالِهِمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ.

ابوداود،کتاب الاجارة، باب فی بیع الطعام قبل ان یستوفی: ۳۴۹۹،احمد: ۱۹۱/۵،الحاکم: ۴۰/۲،البیهقی: ۳۱۴/۵،ابن حبان: ۴۹۸۴

۷۹۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے بازار سے روغن زیتون خریدا،جب میرا سودا پکا ہوگیا،تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھے پرکشش منافع دینے کی پیش کش کی تو میں نے اس شخص سے سودا کرنے کا ارادہ کرلیا،اتنے میں ایک شخص نے میرا بازو میرے پیچھے سے پکڑ لیا، میں نے

پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ زید بن ثابت تھے، انہوں نے مجھ سے کہا تم سامان کو اس جگہ سے اپنے مکان پر منتقل کیے بغیر فروخت مت کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ پر چیز فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، جہاں سے وہ خریدی گئی ہو حتی کہ تاجر اسے اپنے گوداموں میں منتقل نہ کر لیں۔

اس روایت کو احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے۔ مذکورہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں۔ امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے

لغوی تحقیق: زیتاً: مطلق روغن پر بھی بولا جاتا ہے مگر یہاں اس سے مراد روغن زیتون ہے۔ **استوجبته**: میں نے بیع کو پختہ کر لیا۔ **اضرب علی ید الرجل**: میں نے وہ روغن کسی دوسرے کو فروخت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ **تحوزه**: تو اسے منتقل کر لے۔ **رحلا**: اس سے مراد گھر بھی ہو سکتا ہے، گودام اور دکان بھی۔ **السلع**: سین مکسور اور لام مفتوح، فروخت شدہ مال۔

تشریح: یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہم نے یہ روایت امام مالک کے توسط سے نقل کی ہے۔ امام مالک، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام شافعی، امام احمد اور امام بیہقی وغیرہم نے عبداللہ بن دینار کے طریق سے بیان کی ہے۔ مذکورہ دونوں طریق محفوظ ہیں۔ ان کے علاوہ بعض ضعیف طرق سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) سامان کو اپنے قبضے میں لئے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں۔

(۲) سامان کو اپنے گودام یا گھر یا دکان یا اپنے کسی اور مقام پر منتقل کئے بغیر فروخت کرنا درست نہیں۔

۷۹۵: وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَبِيعُ بِالْبَقِيعِ ,فَأَبِيعُ بِالدَّنَانِيرِ وَآخُذُ الدَّرَاهِمَ ,وَأَبِيعُ بِالدَّرَاهِمِ وَآخُذُ الدَّنَانِيرَ, آخُذُ هَذَا مِنْ هَذِهِ وَأُعْطِي هَذِهِ مِنْ هَذَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لا بَأْسَ أَنْ تَأْخُذَهَا بِسِعْرِ يَوْمِهَا مَا لَمْ تَتَفَرَّقَا وَبَيْنَكُمَا شَيْءٌ " رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب البيوع، باب في اقتضاء الذهب من الورق: ۳۳۵۴، الترمذي: ۱۲۶۵، النسائي: ۷/۲۸۱، ابن ماجة: ۲۲۶۲، احمد: ۳۳/۲، الحاكم: ۴۴/۲، الدارقطني: ۲۴/۳

۷۹۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بقیع میں اونٹوں کی خرید وفروخت کرتا ہوں، میں انہیں دیناروں کے عوض فروخت کرتا ہوں جبکہ وصول درہم کرتا ہوں اور درہموں کے عوض فروخت کر کے دینار وصول کر لیتا ہوں، اس کے عوض وہ اور اُس کے عوض یہ لے لیتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر اسی روز کے بھاؤ میں ایسا کرتے ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ بائع اور مشتری کے الگ الگ ہونے سے قبل کسی کے ذمہ کچھ نہ ہو۔" اسے پانچوں نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: **البقیع**: باء مفتوح اور قاف مکسور، پہلے اس مقام پر اونٹوں کی منڈی تھی، بعد میں آپ ﷺ ہی کی حیات طیبہ میں یہ جگہ قبرستان کیلئے مختص ہوگئی تھی۔ بعض نسخوں میں لفظ **نقیع** مذکور ہے، یہ مقام مدینہ کے مغربی سمت ہے۔ **دینار**: یہ سونے کا ایک سکہ تھا۔ **درھم**: چاندی کا سکہ تھا۔

تشریح: یہ روایت سماک بن حرب کے مضطرب ہونے کی وجہ سے مرفوعا ضعیف ہے جبکہ موقوف روایت صحیح ہے۔

فقہی احکام: مختلف کرنسیوں کا موجودہ ریٹ سے تبادلہ جائز ہے۔

۷۹۶: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللَّهِ ﷺ عَنِ النَّجْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب البيوع، باب النجش ومن قال لا يجوز ذلك البيع: ۲۱۴۲، مسلم: ۱۵۱۶، النسائي: ۷/۲۵۸، ابن ماجة: ۲۱۷۳، احمد: ۱۰۸/۲، مؤطا: ۶۸۳/۲، البيهقي: ۳۴۳/۵

۷۹۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع نجش سے منع فرمایا۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: نجش: نون مفتوح اور جیم ساکن، اس کے لغوی معنی شکار کو اس کی جگہ سے دوڑانا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد بائع کا کسی شخص سے ملی بھگت کر کے کہنا کہ تم میری چیز کی قیمت بڑھانے کیلئے بولی لگانا، اگر بولی تجھ پر ختم ہوگئی تو وہ چیز تجھ پر خریدنا لازم نہیں ہوگی۔

فقہی احکام: (۱) کسی چیز کے خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو اس کی بولی لگانا ممنوع ہے۔(۲) بائع سے ملی بھگت کر کے بولی لگانا ممنوع ہے۔

(۳) دھوکہ دہی کے ذریعے فروخت کی گئی اشیاء میں مشتری کو بیع فاسد کرنے کا اختیار ہے۔

۷۹۷: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ اَلْمُحَاقَلَةِ ,وَالْمُزَابَنَةِ ,وَالْمُخَابَرَةِ ,وَعَنِ الثُّنْيَا ,إِلَّا أَنْ تُعْلَمَ. رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا اِبْنَ مَاجَهْ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی المخابرۃ: ۳۴۰۵، الترمذی: ۱۲۴۷، ۱۳۲۳، النسائی: ۲۹۶/۷، احمد: ۳۱۳/۲، الدارقطنی: ۴۸/۳

۷۹۷: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلہ، بیع مزابنہ، بیع مخابرہ اور استثنائی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ہاں البتہ چند چیزوں کو بیع سے خارج رکھنا اس صورت میں درست ہے کہ ان کی تعیین کردی جائے۔ اسے پانچوں میں ابن ماجہ نے بیان نہیں کیا۔ اور ترمذی نے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

لغوی تحقیق: المحاقلة: کھڑی فصل کو اسی کی جنس کے عوض فروخت کرنا، مثلاً کھڑی گندم کو گندم کے عوض فروخت کرنا۔ المزابنة: اس کے لغوی معنی قوت سے پھینکنے کے ہیں۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ بیع ہے جس میں درختوں پر لگے پھل کو اسی جنس کے عوض فروخت کرنا۔

المخابرة: اس سے مراد یہ ہے کہ زمین دار اپنی زمین کے چند قطعہ اراضی کاشتکار کو بٹائی پر دے اور اس سے یہ کہے کہ ان تمام قطعوں پر تم کاشتکاری کرو گے لیکن فلاں قطعوں سے حاصل ہونے والی پیداوار میری ہوگی اور فلاں قطعوں کی تمہاری ہوگی۔ اگر کوئی شخص اس طرح کی تخصیص نہیں کرتا، تو پھر زمین کو بٹائی پر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے خیبر کی زمین خیبر کے یہودیوں کو بٹائی پر دی تھی۔ الثنیا: ثاء مضموم اور نون ساکن، بیع کرتے وقت غیر معین حصہ مستثنی قرار دینا، مثلاً کوئی شخص باغ فروخت کرتے وقت یہ کہے کہ پانچ پودوں کے علاوہ دیگر باغ آپ کو فروخت کرتا ہوں اور وہ ان پانچ پودوں کی نشاندہی نہ کرے، ایسی صورت میں یہ بیع ممنوع ہے اور اگر ان پانچ پودوں کی نشاندہی کر دے تو پھر بیع درست ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت انس اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) مبیع یا ثمن مجہول ہو تو بیع درست ہونہ گی۔(۲) کسی چیز کو متعین کر کے بیع سے مستثنی قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۳) ایک ہی جنس کا باہمی تبادلہ وزن کی کمی بیشی کی صورت میں جائز نہیں۔

۷۹۸: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ عَنِ اَلْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع المخاضرۃ: ۲۲۰۷

۷۹۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع محاقلہ، بیع مخاضرہ، بیع ملامسہ، بیع منابذہ اور بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ بخاری

لغوی تحقیق: المخاضرة: اناج اور پھلوں کی خرید وفروخت ان کے پکنے سے قبل کرنا۔ الملامسة: خرید وفروخت کرنے والے ایک دوسرے سے کہیں کہ جب بغیر سوچے سمجھے وہ ایک دوسرے کے کپڑوں کو چھولیں گے تو بیع لازم ہوجائے گی۔ اس کی تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ بائع مشتری سے یہ کہے کہ میں جس کپڑے کو ہاتھ لگادوں گا وہ اتنی رقم کے عوض تیرا ہوگا۔ المنابذة: بائع اور مشتری بغیر دیکھے اپنے اپنے کپڑے ایک دوسرے کی طرف پھینکیں۔ اس کی ایک تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ بائع، مشتری سے کہے کہ جونسا کپڑا میں تیری طرف پھینک دوں وہ اتنی رقم

کے عوض تمہارا ہوگا۔

تشریح: مذکورہ بالا تجارت کی تمام اقسام میں دھوکہ وفریب کا امکان بڑی حد تک موجود ہے اور ایسی خرید وفروخت اکثر نزاع پر منتج ہوتی ہے، اس لئے شارع نے خرید وفروخت کی مذکورہ اقسام سے امت مسلمہ کو منع فرمایا ہے۔

۷۹۹: وَعَنْ طَاوُسٍ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ ,وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ " قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ " وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ؟ " قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

البخاری، کتاب البیوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير اجر: ۲۱۵۸، مسلم: ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ابوداود: ۳۴۳۹، النسائی: ۷/۲۵۷، ابن ماجة: ۲۱۷۷، احمد: ۲۶۲۰، ابن حبان: ۴۹۵۸، ۴۹۶۴، البیهقی: ۳۴۶/۵، الشافعی: ۱۴۶/۲

۷۹۹: حضرت طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تجارتی قافلوں سے آگے بڑھ کر ملاقات مت کرو اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان تجارت فروخت کرے۔" وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا، کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے سے کیا مقصود ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلالی نہ کرے۔ (بخاری ومسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

لغوی تحقیق: **الرکبان**: راء مضموم اور کاف ساکن، یہ راکب کی جمع ہے، اس کا اطلاق اصل میں اونٹوں کے قافلوں پر ہوتا تھا۔ مگر بعد میں اس معنی میں وسعت پیدا ہوگئی اور تمام جانوروں کے سواروں کو رکبان کہا جانے لگا اور یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اشیاء خورد ونوش اور دیگر تجارتی سامان لیکر منڈیوں کا رخ کرتے ہیں، خواہ وہ سوار ہوں یا پیدل۔ ان لوگوں سے منڈی میں پہنچنے سے قبل سامان خریدنے کی ممانعت کی گئی ہے، تاکہ وہ لوگ منڈی پہنچ کر اپنا سامان مناسب نرخ پر فروخت کرسکیں اور راستے میں کوئی شخص ان سے غلط بیانی کر کے ان کا مال ارزاں قیمت میں خرید نہ سکے۔ **حاضر**: یہ غائب کی ضد ہے مگر یہاں اس سے مقصود وہ لوگ ہیں جو شہروں یا قصبوں میں رہتے ہیں۔ **باد**: اس سے مراد خانہ بدوش لوگ ہیں۔ **سمسار**: سین مکسور اور میم ساکن، اس کے لفظی معنی محافظ ونگران کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد وہ شخص ہے جو خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا ہے۔ اسے عربی اور اردو میں دلال کہا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں خرید وفروخت کے نہایت اہم ضوابط بیان ہوئے ہیں، ان پر اگر عمل کیا جائے تو تجارت فریب سے اور صارفین مہنگائی کے دیو سے بڑی حد تک نجات حاصل کرسکتے ہیں نیز ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری کا بڑی حد تک خاتمہ ہوسکتا ہے، بائع آزادی سے اپنا سامان مناسب نرخ پر فروخت کرسکتا ہے، مشتری اور صارفین بھی آزادی سے مناسب نرخ پر خرید سکتے ہیں۔ اسی مفہوم کی احادیث ابن مسعود، ابن عمر، ابوہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) جھوٹ بول کر مال خریدنا منع ہے۔ (۲) سامان تجارت کو منڈی میں آنے سے روکنا منع ہے۔ (۳) مصلحت عامہ کو مصلحت خاصہ پر تقدم حاصل ہے۔

۸۰۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا تَلَقَّوا اَلْجَلَبَ، فَمَنْ تُلُقِّيَ فَاشْتُرِيَ مِنْهُ ,فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ اَلسُّوقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب تحريم تلقی الجلب: ۱۵۱۹، ابوداود: ۳۴۳۷، الترمذی: ۱۲۴۵، النسائی: ۷/۲۵۷، ابن ماجة: ۲۱۷۸، احمد: ۱۰۰۱۱، البیهقی: ۳۴۸/۵

۸۰۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جولوگ شہر کے باہر سے غلہ لیکر آتے ہیں، انہیں راستے میں مت ملو، جس شخص نے ان سے راستہ ہی میں سامان تجارت خرید لیا تو بائع کو منڈی میں پہنچنے کے بعد اس سودے کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہے" مسلم

لغوی تحقیق: **الخیار**: یعنی بائع کو اختیار ہے کہ وہ سابقہ بیع کو برقرار رکھے یا فسخ کردے۔

تشریح: اول تو تجارتی قافلے سے منڈی میں پہنچنے سے پہلے مال خریدنا منع ہے، لیکن اگر کوئی شخص تجارتی قافلے سے راستے ہی میں مال خرید لیتا ہے تو اس صورت میں بائع کو منڈی پہنچنے کے بعد اس بیع کو برقرار رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔

۸۰۱: وَعَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ ,وَلَا تَنَاجَشُوا ,وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ ,وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ ,وَلَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ، لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ الْمُسْلِمِ

البخاری، کتاب البیوع، باب لا یبیع علی بیع اخیه: ۲۱۴۰، مسلم: ۱۵۱۵، النسائی: ۲۵۸/۷، الدارقطنی: ۷۴/۳، احمد: ۱۰۰۱۱

۸۰۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہری کو دیہاتی کا سامان فروخت کرنے، ملی بھگت سے بھاؤ بڑھانے، اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنے، اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرنے، کسی عورت کا دوسری عورت کا حصہ لینے کیلئے اسے طلاق دینے کا مطالبہ کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ (بخاری ومسلم) اور مسلم میں ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر اپنا سودا پیش نہ کرے۔

لغوی تحقیق: **لا یبیع**: الاعرج کے طریق سے مروی روایت میں عین پر جزم ہے، اس صورت میں لائے نہی ہوگا اور بیع خیار واقع ہوگی، اور اس جملہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ مدت کے خیار کے دوران کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مشتری سے یہ کہے کہ وہ فلاں شخص سے کیا ہوا سودا فسخ کردے، اور میں تجھے اس سے بہتر چیز اس سے ارزاں نرخ میں دے دیتا ہوں۔ سعید بن مسیّب سے مروی طریق میں مذکورہ فعل پر رفع پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع مت کریں۔ **خطبة**: خاء مکسور، طاء ساکن، عورت یا اس کے ولی کی طرف منگنی کا پیغام بھیجنا۔ **لتکفا**: انڈیل لے، یعنی اگر عورت کسی مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ اس مرد سے یہ مطالبہ کرے کہ پہلے تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تب میں آپ سے شادی کروں گی۔ **لایسم**: یہ **سوم** سے ماخوذ ہے، اس کے معنی سامان پیش کرنے کے ہیں۔ یعنی بائع اور مشتری کسی چیز کا سودا کر رہے ہوں اور اسی دوران ایک شخص مشتری سے آ کر یہ کہے کہ میں تجھے یہی چیز اس سے ارزاں قیمت میں دیتا ہوں، لہٰذا آپ اس کی چیز ترک کرکے مجھ سے خرید لیں یا خریدار، بائع سے کہے مجھ سے زیادہ پیسے لیکر مجھے دیدو۔ ایسا کرنا از روئے شریعت ممنوع ہے

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں پانچ چیزوں کی ممانعت مذکور ہے۔ مقدم الذکر دو ممنوعہ چیزوں کی تشریح حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں گزر چکی ہے۔ بھائی کی بیع پر بیع کرنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) ایک شخص مشتری سے آ کر کہتا ہے کہ آپ فلاں آدمی سے کی گئی بیع کو فسخ کردیں، میں وہ چیز آپ کو اس سے کم قیمت میں دیتا ہوں یا اس سے بہتر چیز اسی دام میں دیتا ہوں۔ (۲) ایک شخص بائع سے آ کر کہے کہ آپ فلاں آدمی سے کی گئی بیع کو فسخ کردیں، میں وہی چیز آپ کو زیادہ قیمت دیکر خرید لیتا ہوں۔ ان دونوں صورتوں میں کسی ایک فریق کا نقصان ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایسے کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چوتھی چیز جو اس حدیث میں ممنوع قرار دی گئی ہے وہ ہے منگنی پر منگنی کرنا، اس کی بھی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) فریقین کے درمیان بات چل رہی ہو، اسی دوران تیسرا شخص ٹپک پڑے۔ (۲) منگنی ہو چکی ہو اور کوئی شخص اس منگنی کو توڑنے کا مطالبہ کرے تا کہ وہ اپنی بات پکی کرسکے۔ یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں۔

پانچویں ممانعت کی بھی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ (۱) ایک عورت کسی مرد سے اس شرط پر نکاح کرنے کیلئے راضی ہو کہ وہ پہلے اپنی بیوی کو

طلاق دے۔ (۲) ایک مرد کی دو بیویاں ہیں، ایک بیوی شوہر پر دباؤ ڈالتی ہے کہ وہ دوسری بیوی کو طلاق دے۔ یہ دونوں صورتیں بھی ممنوع ہیں۔اسی کی مؤید روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) بائع اور صارفین کے درمیان رکاوٹ کھڑی کرنا ممنوع ہے۔(۲) چیز کی قیمت بڑھانے کے لئے بولی دینا ممنوع ہے۔ (۳) فریقین کی بیع کو خراب کرنا ممنوع ہے۔(۴) منگنی پر منگنی کرنا ممنوع ہے۔(۵) پہلی بیوی یا سوکن کو طلاق دینے کا مطالبہ کرنا غیر شرعی ہے۔

۸۰۲: وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا ,فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَالْحَاكِمُ ,وَلَكِنْ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَهُ شَاهِدٌ.

الترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراهية ان يفرق بين الاخوين او بين الوالدة وولدها فی البيع: ۱۳۰۶، احمد: ۴۱۲/۵، الدارمی: ۲۴۷۹، الحاکم: ۵۵/۲، الدارقطنی: ۶۷/۳، البیهقی: ۱۲۶/۹ (۱۸۸۱۸)

۸۰۲: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ "جس نے ماں اور اس کے بچے کو باہم الگ الگ کیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے اور اس کے پیاروں کو الگ الگ کردے گا۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے، ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ جبکہ سند میں کلام ہے مگر اس کی شاہد روایت موجود ہے۔)

تشریح: اس روایت کی سند میں المغافری نامی ایک راوی ہے جس کے بارے میں نامور ماہرین فن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اس پر تنقید کی ہے، امام احمد اور نسائی نے اس پر ہلکی سی تنقید کی ہے، جبکہ امام ابن معین نے اس کی ادنیٰ سی توثیق کی ہے۔ نیز حضرت علی اور حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث اسے تقویت بھی دیتی ہیں، لہٰذا یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

فقہی احکام: ایسی لونڈی جس کے پاس بچے ہوں اسے اور اس کے بچوں کو الگ الگ ہاتھوں میں فروخت کرنا ممنوع ہے۔ البتہ ایک ہاتھ میں فروخت کرنا جائز ہے۔

۸۰۳: وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ أَبِيعَ غُلَامَيْنِ أَخَوَيْنِ ,فَبِعْتُهُمَا ,فَفَرَّقْتُ بَيْنَهُمَا، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ "أَدْرِكْهُمَا ,فَارْتَجِعْهُمَا ,وَلَا تَبِعْهُمَا إِلَّا جَمِيعًا" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ ,وَقَدْ صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ ,وَالطَّبَرَانِيُّ ,وَابْنُ الْقَطَّانِ.

مسند احمد: ۹۷/۱، الحاکم: ۱۲۵/۲، علل الحديث: ۱۱۵۴، ابن الجارود: ۵۷۵، السنن الکبری، کتاب السير، باب من قال لا يفرق بين الاخوين فی البيع: ۱۸۸۲۵، معرفة السنن الآثار: ۷۹/۷، ۸۰، الدارقطنی: ۶۵/۳، ۶۶

۸۰۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو حقیقی بھائی غلاموں کو فروخت کرنے کا حکم فرمایا، میں نے ان دونوں کو الگ الگ ہاتھوں میں فروخت کردیا اور آپ ﷺ کو اس تفصیل سے آگاہ کردیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "دونوں کو واپس لاؤ اور انہیں ایک ہاتھ میں فروخت کرو" اسے احمد نے بیان کیا ہے، اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں نیز اسے ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان، حاکم، طبرانی اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے

تشریح: امام احمد، امام حاکم اور امام بیہقی نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن علی بن ابی طالب سے نقل کی ہے۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا، صحیح اس طرح ہے کہ حکم یہ روایت میمون بن ابی شبیب عن علی کے طریق سے نقل کرتے ہیں، جبکہ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حکم بن عتیبہ عن میمون بن ابی شبیب عن علی کے طریق سے

بھی مروی ہے۔امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ روایت حکم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور میمون بن ابی شبیب دونوں سے سنی ہو اور انہوں نے کبھی ایک شیخ کے واسطے سے اور کبھی دوسرے کے واسطے سے نقل کی ہو۔

واضح رہے کہ میمون بن ابی شبیب سے مروی طریق منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام ابوحاتم کی تحقیق کو اگر درست قرار دیں تب بھی یہ روایت اپنے شواہد کی بنا پر قابل حجت ہے۔امام بیہقی نے اس کے شواہد نقل کئے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) دو حقیقی بھائیوں کو دو الگ الگ ہاتھوں میں فروخت کرنا درست نہیں، البتہ ان میں سے کسی ایک کو آزاد کرنا درست ہے۔

(۲) ایسی بیع جو شریعت کے خلاف ہو اس کا فسخ کرنا لازم ہے۔

۸۰۴: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ غَلَا اَلسِّعْرُ بِالْمَدِينَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فَقَالَ اَلنَّاسُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! غَلَا اَلسِّعْرُ ,فَسَعِّرْ لَنَا ,فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِنَّ اَللَّهَ هُوَ اَلْمُسَعِّرُ ,اَلْقَابِضُ ,اَلْبَاسِطُ ,الرَّازِقُ ,وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اَللَّهَ تَعَالَى ,وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْكُمْ يَطْلُبُنِي بِمَظْلِمَةٍ فِي دَمٍ وَلَا مَالٍ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی التسعیر: ۳۴۵۱، الترمذی: ۱۳۳۶، ابن ماجة: ۲۲۰۰، احمد: ۱۵۶/۳، الاسماء و الصفات: ۱۱۹/۱، البیهقی: ۲۹/۶، البغوی: ۲۱۲۶، فیض القدیر: ۲۶۶/۲، صحیح ابن حبان: ۴۹۳۵، الدارمی: ۲۵۴۵

۸۰۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مدینہ منورہ میں مہنگائی ہوگئی، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا: "نرخ کا تعین کرنے والا اللہ ہے۔وہی ارزاں اور وہی گراں کرتا ہے اور وہی رزق فراہم کرنے والا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی شخص بھی میرے بارے میں خون اور مال سے متعلق ناانصافی کی شکایت کرنے والا نہ ہو۔" (اسے پانچوں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا۔ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: غلا: غین مفتوح اور لام پر مد، اشیاء کے نرخ بڑھ گئے۔ **السعر**: سین مکسور اور عین ساکن، قیمت۔ **سعر**: یہ امر کا صیغہ ہے۔ قیمت مقرر فرما دیں۔ **المظلمة**: میم مفتوح، لام مکسور، کسی چیز کو غلط طریقے سے حاصل کرنا، اگر لام مفتوح پڑھیں تو پھر یہ مصدر ہوگا۔

تشریح: علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی رو سے اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنا حرام ہیں، کیونکہ رحمت عالم ﷺ نے اسے ظلم قرار دیا ہے۔امام مالک اور شافعی کا موقف بھی یہی ہے۔اس روایت کی مؤید روایات حضرت ابوہریرہ، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) اشیاء کی قیمتوں کا تعین کرنے کی بجائے منڈیوں میں رسد میں اضافہ کیا جائے تاکہ مہنگائی نہ ہونے پائے۔(۲) منڈیوں سے اجارہ داری ختم کی جائے۔(۳) ذخیرہ اندوزوں کو بھاری جرمانے کیے جائیں تاکہ وہ مصنوعی قلت پیدا کرنے سے باز رہیں۔

۸۰۵: وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ ﷺ عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات: ۱۶۰۵، ابوداود: ۳۴۴۷، الترمذی: ۱۲۹۰، احمد: ۴۵۳/۳، ابن ابی شیبة: ۱۰۲/۶، ابن ماجة: ۲۱۵۴، البیهقی: ۲۹/۶، فیض القدیر: ۴۴۷/۶، الدارمی: ۲۵۴۳، ابن حبان: ۴۹۳۶

۸۰۵: حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ذخیرہ اندوزی خطا کار ہی کرتا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: لا یحتکر: یہ الاحتکار سے ماخوذ ہے، یعنی اشیاء تصرف کو ذخیرہ کر لینا تاکہ ان کے دام بڑھ جائیں۔ **الخاطئ**: اس کے لفظی معنی کسی جہت سے پھرنے کے ہیں۔یہاں اس سے مراد جہت مستقیم سے انحراف کرنے والا، یعنی گناہ گار۔

تشریح: امام مالک اور امام ثوری اس حدیث میں مذکور الفاظ کی عمومیت کا اعتبار کرتے ہوئے ہر قسم کی اشیاء کو اس نیت سے ذخیرہ کرنے کو کہ جب بھاؤ بڑھ جائے گا تب فروخت کروں گا، ممنوع قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دیگر فقہا ابوامامہ سے مروی حدیث کی روشنی میں صرف اشیاء خورد ونوش کی ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیتے ہیں، کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے اناج کو ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ اشیاء خورد ونوش کی قلت پیدا کرنے کیلئے ذخیرہ اندوزی کرنا حرام ہے، اگر منڈیوں میں رسد طلب میں توازن ہو تو پھر اشیاء خورد ونوش کو محفوظ رکھنے کیلئے ذخیرہ کرنا ممنوع نہیں، جو شخص قلت پیدا کرنے کیلئے اشیاء خورد ونوش کو ذخیرہ کرتا ہے، حکومت اسے اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے پر مجبور کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس سے وہ اشیاء چھین کر لوگوں میں تقسیم کردے اور اسے ان کی مناسب قیمت ادا کردے۔

فقہی احکام: قلت پیدا کرنے کیلئے اشیاء تصرف کی ذخیرہ اندوزی کرنا حرام ہے۔ (۲) اشیاء کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے جائز ہے۔

٨٠٦: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " لَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ ,فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا ,إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا ,وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ " فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ " وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ, عَلَّقَهَا الْبُخَارِيُّ " رَدَّ مَعَهَا صَاعاً مِنْ طَعَامٍ ,لَا سَمْرَاءَ " قَالَ الْبُخَارِيُّ وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.

البخاری، کتاب البیوع، باب النهی للبائع ان لا یحفل الابل و البقرة و الغنم: ۲۱۴۸ ، ۲۱۵۰، مسلم: ۱۵۱۵، ابوداود: ۳۴۴۳، النسائی: ۷/ ۲۵۳، احمد: ۲/ ۲۴۲، الترمذی: ۱۲۵۲، ابن ماجة: ۲۲۳۹، الدارمی: ۲۵۵۳، الدارقطنی: ۳/ ۷۴، ۷۵، مؤطا: ۲/ ۶۸۳، الشافعی: ۲/ ۱۴۲، عبدالرزاق: ۱۴۸۵۸، المعجم الاوسط: ۶۷۶۷ ، ۸۵۳۵، معرفة السنن والآثار: ۳۴۶۹ـ ۳۴۷۷، البیهقی: ۵/ ۳۱۸

۸۰۶: حضرت ابوہریرہ ﷺ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اونٹنیوں اور بھیڑ بکریوں (کو فروخت کرتے وقت ان) کا دودھ ان کے تھنوں میں مت روکو، جو شخص ایسا جانور خرید لے، اسے اس کا دودھ نکالنے کے بعد دو باتوں میں سے بہتر بات اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر چاہیے تو جانور رکھ لے اور چاہے تو ایک صاع کھجور دے کر وہ جانور واپس کردے۔" (بخاری و مسلم) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ "اسے تین دن تک غور کرنے کا اختیار ہے۔" صحیح مسلم میں موصولاً اور صحیح بخاری میں تعلیقاً ہے کہ "وہ اس جانور کو واپس کرتے وقت بائع کو گندم کے علاوہ کسی بھی اناج کا ایک صاع بھی دے۔" امام بخاری فرماتے ہیں کہ کھجور کا اکثر ذکر ہے۔

لغوی تحقیق: **لاتصروا:** علامت مضارع مضموم، صاد مفتوح اور راء مضموم، یہ التصرية سے ماخوذ ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ کھری والے جانوروں کے تھنوں میں دودھ کے روکنے کو التصرية کہتے ہیں، یعنی بائع جس جانور کو فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ چند روز پہلے اس جانور کا دودھ نکالنا بند کردیتا ہے، تاکہ تھنوں میں زیادہ دودھ محسوس ہو اور مشتری فریب میں آکر وہ جانور زیادہ قیمت میں خرید لے۔ ایسی بددیانتی رحمت عالم ﷺ کے عہد طیبہ سے قبل بھی جاری تھی، جسے آپ ﷺ نے ممنوع قرار دیا۔ **النظرین:** یہ نظر کا تثنیہ ہے یعنی خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بیع کو برقرار رکھے یا فسخ کردے۔ **بعد ان یحلبها:** علامہ کرمانی اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس جملے کے دو مفہوم ہیں (۱) مشتری کو یہ اختیار آپ ﷺ کے فرمان کے بعد حاصل ہوا ہے، یعنی اس فرمان کے جاری ہونے کے قبل جو سودے ہو چکے ہیں ان پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ (۲) مشتری کو اس جانور کا دودھ نکالنے کے بعد اختیار حاصل ہے۔ یہی مفہوم اقرب الی الصواب ہے۔ **صاع:** اس سے مراد وہ پیمانہ ہے جو آپ ﷺ کے عہد مبارکہ میں مدینہ منورہ میں رائج تھا۔ **لا سمراء:** سین مفتوح اور میم ساکن، ملک شام میں پیدا ہونے والی اعلیٰ قسم کی گندم۔ علامہ ابن اثیر اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ نہیں کہ گندم دی نہیں جاسکتی بلکہ اس کا مفہوم یہ

ہے کہ فقط وہی گندم دینا ضروری نہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جو شخص ایسی بکری خریدے جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو پھر اس نے اس کا دودھ تین روز بعد نکالا ہو، اس صورت میں مشتری کو بیع فسخ کرنے یا برقرار رکھنے کا اختیار دیا جائے گا، اگر وہ بکری واپس کرنا چاہتا ہے تو وہ واپس کر سکتا ہے لیکن اس صورت میں اس بکری کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی بائع کو دینا ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس سے ملتی جلتی مرفوع روایت منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) گائے، بھیڑ، بکری اور اونٹنی وغیرہ کو مہنگے دام فروخت کرنے کیلئے ان کے تھنوں میں دودھ روکنا منع ہے۔(۲) بائع اگر ایسا جانور فروخت کردے تو مشتری کو تین دن تک سوچنے کا اختیار ہے۔(۳) اگر راضی ہو تو اسی قیمت میں رکھ لے، اگر جانور واپس کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں یا اناج بھی دینا ہوگا۔

۸۰۷: **وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ، مِنْ تَمْرٍ**

البخاری، کتاب البیوع، باب النهی للبائع ان لا یحفل الابل و البقرة و الغنم: ۲۱۴۹، الدارقطنی: ۷۵/۳

۸۰۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو شخص ایسی بکری خریدے جس کے تھنوں میں دودھ روک دیا گیا ہو اور وہ اسے واپس کرے تو ایک صاع بھی بائع کو اس بکری کے ساتھ دے۔ (بخاری) اسماعیلی نے صاع کے ساتھ کھجور کے الفاظ مزید نقل کئے ہیں۔

لغوی تحقیق: محفلة: میم مضموم، حاء مفتوح اور فاء مشدد مفتوح، یہ شاة کہ صفت ہے یعنی ایسی بکری جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک دیا گیا ہو۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں جو مرفوع روایت منقول ہے وہ غیر محفوظ ہے لیکن ان کا یہ فتوی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث کے عین مطابق ہے، بقول احناف کے ان کے اکثر مسائل کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاوی جات پر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں مفتیان احناف کا فتوی نہ صرف حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتوی کے بھی خلاف ہے۔

۸۰۸: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ ,فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا ,فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا ,فَقَالَ " مَا هَذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ " قَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ " أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ; كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ؟ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.**

مسلم، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا: ۱۰۲ / ۱۶۴، ابوداود: ۳۴۵۲، ابن حبان: ۴۹۰۵، الترمذی: ۱۳۲۷، ابن ماجة: ۲۲۲۴، احمد: ۲۴۲/۲، الحاکم: ۸/۲، ۹، ابو عوانة: ۵۷/۱، البیهقی: ۳۲۰/۵، البغوی: ۱۶۷/۸، النووی: ۱۴۲/۲

۸۰۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر اناج کے ڈھیر کے قریب سے ہوا، آپ ﷺ نے اس ڈھیر میں اپنا ہاتھ داخل فرمایا، آپ ﷺ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اناج کے مالک! یہ کیا ہے؟ " اس نے عرض کیا، رات بارش ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: " تم نے نمی والے اناج کو اوپر کیوں نہیں رہنے دیا، تاکہ خریدار اسے دیکھ لیتے؟ (یاد رکھ) جس نے دھوکہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ " (مسلم)

لغوی تحقیق: صبرة: صاد مضموم اور باء ساکن، اناج کا جمع شدہ ڈھیر، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اناج کی اکائیوں کو ایک دوسری کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ بللا: باء اور لام مفتوح، نمی۔ اصابه الماء: یعنی آسمان سے بارش نازل ہوئی تھی۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، صحیح مسلم میں **فلیس منی** ہے۔ جبکہ ابوداوٗد اور ابن حبان وغیرہما میں **فلیس منا** ہے۔ امام بغوی اس جملے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا یہ مفہوم نہیں کہ وہ شخص دین اسلام سے خارج ہو گیا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ہمارا طریقہ نہیں، اور اس نے ایسا کر کے میرے طریقے کو ترک کر دیا ہے۔ امام ابن عیینہ کی رائے اس کے برعکس ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیع میں دھوکہ فریب حرام ہے۔ (۲) بائع کیلئے لازمی ہے کہ وہ ردی چیز کو نمایاں کرے تاکہ مشتری اس کا مشاہدہ آسانی سے کر سکے۔ (۳) ردی چیز کو ظاہر کر کے فروخت کرنا جائز ہے۔ (۴) ایسی بیع کو مشتری فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے جس میں فریب ظاہر ہو جائے۔

۸۰۹: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ,عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " مَنْ حَبَسَ اَلْعِنَبَ أَيَّامَ اَلْقِطَافِ ,حَتَّى يَبِيعَهُ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْراً ,فَقَدْ تَقَحَّمَ اَلنَّارَ عَلَى بَصِيرَةٍ " رَوَاهُ اَلطَّبَرَانِيُّ فِي اَلْأَوْسَطِ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ.

المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۳۵۲، التلخیص: ۱۹/۳، الجرح والتعدیل: ۶۲/۶، الضعفاء والمتروکین: ۱۱۴/۲

تنبیہ: امام ابوحاتم، امام ذہبی اور حافظ ابن حبان وغیرہم نے مذکورہ راوی کا نام عبدالکریم بن عبدالکریم نقل کیا ہے جبکہ مطبوعہ **المعجم الاوسط للطبرانی** میں عبدالکریم بن ابی عبدالکریم مذکور ہے۔ بنابریں ان دونوں کو الگ الگ راوی نہ سمجھا جائے کیونکہ امام ابوحاتم نے یہ صراحت کی ہے کہ عبدالکریم بن عبدالکریم عن الحسن بن مسلم عن الحسین بن واقد کے طریق سے نقل کرتا ہے اور طبرانی میں مذکور روایت اسی طریق سے منقول ہے۔

۸۰۹: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے انگور اتارنے کے ایام میں انکو بیلوں پر روک لیا تاکہ وہ انہیں کسی شراب کشید کرنے والے کے ہاتھ فروخت کرے گا، وہ عمداً جہنم میں داخل ہو گیا۔" (اسے طبرانی نے **المعجم الاوسط** میں حسن سند سے نقل کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **حبس العنب**: انگوروں کو بیل پر لگے رہنے دینا۔ **القطاف**: قاف کو مکسور اور مفتوح دونوں طرح پڑھنا درست ہے، تاہم کسرہ بلیغ ہے یعنی پھل کو توڑنے کا عمل۔ **تقحم**: تاء اور قاف مفتوح اور حاء مشدد، خود کو پھینک دیا۔ **علی بصیرۃ**: یہ جانتے ہوئے کہ اس عمل کی سزا جہنم ہے

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے **تلخیص** میں یہ روایت مکمل نقل کی ہے اور **بلوغ المرام** میں مختصر، مکمل حدیث اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے انگوروں کو ان کے اتارنے کے ایام میں (بیلوں پر) روکے رکھا تاکہ وہ یہ انگور کسی یہودی یا عیسائی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے گا جو شراب کشید کرتا ہے تو ایسا شخص عمداً جہنم میں جا گرا۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو حسن قرار دیا ہے جبکہ امام ابوحاتم رازی نے اس روایت کے ایک راوی عبدالکریم بن عبدالکریم کے بارے میں لکھا ہے کہ میں اسے نہیں پہچانتا، تاہم اس کی مرویات اس کے جھوٹا ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز کتاب **الضعفاء و المتروکین** میں بھی اس کا ترجمہ ہے، جبکہ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) گناہ کے کام میں تعاون کرنا حرام اور اس کی سزا جہنم ہے۔ (۲) شراب کشید کرنے والے کو کوئی بھی ایسا پھل فروخت کرنا ممنوع ہے جس سے وہ شراب کشید کرتا ہے۔ (۳) آلات موسیقی تیار کرنا یا ایسے لوگوں کو اس کام کیلئے دکان و مکان کرایہ پر دینا حرام ہے۔

۸۱۰: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَضَعَّفَهُ اَلْبُخَارِيُّ ,وَأَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ اَلْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ ,وَابْنُ اَلْقَطَّانِ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی من اشتری عبداً فاستعمله ثم وجد به عیباً: ۳۵۱۰، الترمذی: ۱۳۰۸، ابن ماجۃ: ۲۲۴۲، النسائی: ۲۵۴/۷، احمد: ۸۰/۶، الشافعی: ۷۴/۲، الدارقطنی: ۵۳/۳، المنتقی لابن الاجارود: ۶۲۷، ابن حبان: ۴۹۲۷، ۴۹۲۸، البیہقی:

۳۲۱/۵، بیان الوهم والایهام: ۲۷۱۸

تنبیہ: یہ روایت متعدد طرق کی وجہ سے قابل حجت ہے ورنہ اس کا ہر طریق کسی نہ کسی راوی کی وجہ سے کمزور ہے۔

۸۱۰: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آمدنی ضمان کا معاوضہ ہے۔" (اسے پانچوں نے بیان کیا ہے) امام بخاری اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ امام ترمذی، ابن خزیمہ، ابن الجارود، ابن حبان، حاکم اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے

لغوی تحقیق: الخراج: خاء مفتوح، خریدی ہوئی چیز سے کوئی فائدہ یا آمدنی وغیرہ حاصل کرنا۔ الضمان: ضاد مفتوح، یعنی ذمہ داری قبول کرنا۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اس طرح ہے؛ **الخراج مستحق بالضمان؛** یعنی خریدار خریدی ہوئی چیز سے جو فوائد یا آمدنی حاصل کرتا ہے وہ اس کا حق دار اس چیز کے ضائع ہونے کے خطرے کی وجہ سے ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے یہ حدیث نہایت اختصار سے نقل کی ہے، مفصل روایت اس طرح ہے کہ ایک آدمی نے رحمت عالم ﷺ کے عہد طیبہ میں ایک غلام خریدا، وہ غلام ایک مدت تک اس کے پاس رہا، پھر اس میں چھپا ہوا عیب خریدار پر ظاہر ہوا، رحمت عالم ﷺ نے اس غلام کو اس عیب کے ظہور کی وجہ سے واپس کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا، فروخت کنندہ نے عرض کیا کہ اس شخص نے اس غلام سے ایک مدت تک کام لیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ "آمدنی ضمان کے پیش نظر ہے۔" یعنی اگر وہ غلام خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہو جاتا تو پھر رقم کی واپسی لازم نہ ہوتی، مشتری ہی اس نقصان کو برداشت کرتا، نقصان برداشت کرنے کی یہ ذمہ داری اسے اس غلام کی آمدنی کا حقدار قرار دیتی ہے۔

فقہی احکام: (۱) خریدی ہوئی چیز میں اگر کوئی پرانا عیب ایک مدت کے بعد بھی خریدار پر ظاہر ہو جائے تب بھی وہ اس چیز کو بغیر کسی تاوان کے واپس کر سکتا ہے۔ (۲) اس دوران اس چیز سے حاصل ہونے والی آمدنی کا مشتری حقدار ہوگا۔ (۳) اگر وہ عیب اس چیز کے ضائع ہو جانے کے بعد ظاہر ہو تو بائع پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

۸۱۱: وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينَارًا لِيَشْتَرِيَ بِهِ أُضْحِيَّةً ,أَوْ شَاةً ,فَاشْتَرَى بِه شَاتَيْنِ ,فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ ,فَأَتَاهُ بِشَاةٍ وَدِينَارٍ ,فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِ ,فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى تُرَابًا لَرَبِحَ فِيهِ . رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَقَدْ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ ضِمْنَ حَدِيثٍ ,وَلَمْ يَسُقْ لَفْظَهُ.

البخاری، کتاب المناقب، باب: ۳۶۴۲، ابوداود: ۳۳۸۴، الترمذی: ۱۲۸۱، ابن ماجة: ۲۴۰۲، احمد: ۳۷۸/۴، الدارقطنی: ۱۰/۳، بیان الوهم والایهام: ۲۴۰۰

۸۱۱: حضرت عروۃ بارقی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے قربانی کا جانور یا بکری خریدنے کیلئے ایک دینار دیا، (وہ کہتے ہیں) اس نے اس دینار سے دو بکریاں خرید لیں، اور ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر دی، پھر وہ ایک بکری اور ایک دینار لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اس کیلئے اس کی تجارت میں برکت کی دعا فرمائی، اس کے بعد وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس میں بھی انہیں فائدہ ہوتا۔ (اسے پانچوں میں سے امام نسائی نے روایت نہیں کیا، امام بخاری نے اس روایت کے ضمن میں ایک دوسری حدیث کو بیان کیا ہے مگر انہوں نے اس میں یہ الفاظ بیان نہیں کئے)

لغوی تحقیق: اضحیة: ہمزہ مضموم، ضاد ساکن، حاء مکسور اور یا مشدد مفتوح، قربانی کا جانور۔

تشریح: امام بخاری نے یہ روایت مبہم رواۃ سے مذکورہ الفاظ کے ساتھ نقل کر کے حضرت سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حسن بن عمارۃ نے ان سے کہا کہ یہ حدیث شبیب نے حضرت عروۃ بارقی سے سنی ہے۔ (سفیان کہتے ہیں) میں نے شبیب سے دریافت کیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ میں

نے عروۃ بارقی سے براہ راست نہیں سنی بلکہ ایک خاندان کے لوگوں کے واسطے سے سنی ہے۔

امام بخاری نے حسن بن عمارہ کے بارے میں سفیان کا قول نقل کر کے حسن بن عمارہ کے ضعیف ہونے کو ظاہر کیا ہے، حافظ ابن حجر کے اس قول؛**لم یسق لفظه** ؛ سے اگر ممدوح کی مراد یہ ہے کہ حدیث شاۃ کے الفاظ امام بخاری نے نقل نہیں کئے تو یہ ان سے تسامح ہوا ہے، کیونکہ بخاری میں یہ تمام الفاظ موجود ہیں۔ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ الفاظ امام بخاری کے نزدیک قابل حجت نہیں تو یہ ان کا مؤقف اس مؤقف کے خلاف ہے جو انہوں نے فتح الباری میں اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقہی احکام: (۱) معاملات میں وکیل بنانا درست ہے۔(۲) وکیل اپنے مؤکل کے مال میں تصرف کا مجاز ہے بشرطیکہ اسے مؤکل کی طرف سے اجازت دی گئی ہو۔(۳) مؤکل کا مال اس کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا درست ہے بشرطیکہ اسے یقین ہو کہ مؤکل میرے اس سودے پر معترض نہیں ہوگا۔(۴) دنیاوی فائدہ پر خوشی کا اظہار کرنا مباح ہے۔(۵) نفع کی حد متعین نہیں، دیانتداری سے سو فیصد نفع بھی حاصل ہو جائے تو درست ہے۔

۸۱۲: **وَأَوْرَدَ اَلتِّرْمِذِيُّ لَهُ شَاهِداً مِنْ حَدِيثِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ** رضی اللہ عنہ.

الترمذی، ابواب البیوع، باب فی بیع الاضحیة: ۱۲۸۰، ابوداود: ۳۳۸۶

۸۱۲: امام ترمذی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو اس حدیث کیلئے بطور شاہد بیان کیا ہے۔

تشریح: امام ترمذی نے یہ روایت حبیب بن ثابت کے طریق سے نقل کی ہے۔ امام ترمذی، امام بیہقی اور امام خطابی نے اس روایت کو اس کے منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ حکیم بن حزام سے حبیب بن ثابت کا سماع ثابت نہیں۔

۸۱۳: **وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ** رضی اللہ عنہ **أَنَّ اَلنَّبِيَّ** ﷺ **نَهَى عَنْ شِرَاءِ مَا فِي بُطُونِ اَلْأَنْعَامِ حَتَّى تَضَعَ ,وَعَنْ بَيْعِ مَا فِي ضُرُوعِهَا ,وَعَنْ شِرَاءِ اَلْعَبْدِ وَهُوَ آبِقٌ ,وَعَنْ شِرَاءِ اَلْمَغَانِمِ حَتَّى تُقْسَمَ ,وَعَنْ شِرَاءِ اَلصَّدَقَاتِ حَتَّى تُقْبَضَ ,وَعَنْ ضَرْبَةِ اَلْغَائِصِ. رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ ,وَالْبَزَّارُ ,وَاَلدَّارَقُطْنِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.**

ابن ماجة، ابواب التجارة، باب النهی عن شراء ما فی بطون الانعام و ضروعها وضربة الغائص: ۲۱۹۶، الدارقطنی: ۱۵/۳، البیهقی: ۳۳۸/۵، احمد: ۴۱/۳ (۱۱۳۷۷)

تنبیہ: البزار سے یہ روایت راقم تلاش نہیں کر سکا۔

۸۱۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جانوروں کے پیٹ میں موجود بچوں کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک وہ جنم نہیں دیدیتے (نیز) تھنوں میں موجود دودھ، فرار شدہ غلام، تقسیم سے قبل مال غنیمت اور صدقات کو اپنے قبضہ میں لینے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا، اور غوطہ لگانے والے کو اپنا غوطہ فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (اسے ابن ماجہ، البزار اور الدارقطنی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: ضـــروع: ضاء اور راء مضموم، یہ ضرع کی جمع ہے، یعنی جانوروں کے تھن۔ آبـــق: ہمزہ پر مد اور باء مکسور، اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام۔ امام ثعلبی نے آبـق اور هـارب کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ جو غلام کسی مشقت سے تنگ آکر بھاگ جائے اسے ہارب کہتے ہیں اور جو ایسے ہی بھاگ جائے اس آبق کہتے ہیں۔ المغانم: ایسا مال جو کفار چھوڑ کر بھاگ جائیں اور مسلمان فوج اس پر قبضہ کر لے۔ ضربة الغائص: غوطہ لگانے والا مشتری سے کہے کہ میں سمندر میں غوطہ لگاتا ہوں اس غوطہ میں میرے ہاتھ میں جس قدر موتی آئیں گے وہ اتنی رقم کے بدلے میں

تیرے ہیں۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت پر ضعیف ہونے کا حکم شہر بن حوشب کی وجہ سے لگایا ہے۔شہر بن حوشب مختلف فیہ راوی ہے،یعنی بعض ناقدین نے اس کی مرویات کو قبول کیا ہے اور بعض نے مسترد کیا ہے۔راقم کے نزدیک مسترد کرنے والوں کا مؤقف اقرب الی الصواب ہے۔یہ روایت اگر چہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے،تاہم حجت ہے،کیونکہ اس روایت میں جتنی اشیاء کی بیع سے منع کیا گیا ہے وہ مبہم بیع کی اقسام ہیں اور مبہم بیوع کی ممانعت صحیح حدیث سے ثابت ہے۔نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم تھنوں میں موجود دودھ نہیں خرید تے تھے

۸۱۴: **وَعَنِ اِبْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لا تَشْتَرُوا اَلسَّمَکَ فِي اَلْمَاءِ فَإِنَّهُ غَرَرٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَشَارَ إِلَى أَنَّ اَلصَّوَابَ وَقْفُهُ.**

احمد: ۳۸۸/۱، البیھقی، کتاب البیوع، باب فی النھی عن بیع السمک فی الماء: ۱۱۰۱۳، العلل المتناھیۃ لابن جوزی: ۵۹۵/۲

۸۱۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پانی میں موجود مچھلی مت خرید و کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔" (اسے احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے موقوف طریق کے درست ہونے کا اشارہ دیا ہے)

لغوی تحقیق: السمک: سین اور میم مفتوح،مچھلی۔

تشریح: یہ روایت محمد بن سماک نے یزید بن ابی زیاد سے مرفوع نقل کی ہے۔جبکہ ہشیم بن بشیر اور سفیان نے یزید بن ابی زیاد سے موقوف نقل کی ہے۔امام بیہقی فرماتے ہیں کہ مسیّب بن رافع اور عبداللہ بن مسعود کے مابین ارسال ہے نیز یزید بن ابی زیاد متکلم فیہ ہے۔البتہ اس کی شاہد مرفوع روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ یہ روایت اگر ضعیف بھی ہوتو بھی حجت ہے کیونکہ اس میں غرر ہے اور غرر بیع کی ممنوعیت صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

۸۱۵: **وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةٌ حَتَّى تُطْعَمَ ,وَلَا يُبَاعَ صُوفٌ عَلَى ظَهْرٍ ,وَلَا لَبَنٌ فِي ضَرْعٍ. رَوَاهُ اَلطَّبَرَانِيُّ فِي اَلْأَوْسَطِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي اَلْمَرَاسِيلِ لِعِكْرِمَةَ ,وَهُوَ اَلرَّاجِحُ وَأَخْرَجَهُ أَيْضاً مَوْقُوفاً عَلَى اِبْنِ عَبَّاسٍ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ ,وَرَجَّحَهُ اَلْبَيْهَقِيُّ.**

المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۷۲۰، ۸۰۱۷، الدارقطنی: ۱۴/۳، المراسیل: ۱۸۲، البیھقی: ۳۴۰/۵، الشافعی: ۵۰۲

۸۱۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل کو کھانے کے قابل ہونے سے پہلے،اون کو جانوروں کی پشت پر اور تھنوں میں موجود دودھ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔(اسے طبرانی نے الاوسط میں اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔اور ابوداؤد نے مراسیل عکرمہ میں روایت کیا ہے اور یہی راجح ہے نیز انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قوی سند سے موقوف بھی نقل کیا ہے اور بیہقی نے اس کو راجح قرار دیا ہے۔

۸۱۶: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ اَلْمَضَامِينِ ,وَالْمَلَاقِيحِ. رَوَاهُ اَلْبَزَّارُ ,وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.**

البزار: ۱۲۶۷، التلخیص: ۱۲/۳، الطبرانی: ۱۱۵۸۱/۱۱

۸۱۶: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مضامین اور ملاقیح کی تجارت سے منع فرمایا۔(اسے بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔)

لغوی تحقیق: مضامین: یہ مضمون کی جمع ہے۔اس سے مراد منی کے وہ قطرات ہیں جو نر جانوروں کی صلب میں موجود ہوتے ہیں۔

الملاقیح: یہ ملقوح کی جمع ہے اس سے مراد وہ بچے ہیں جو ابھی اونٹنیوں کے پیٹوں میں ہی ہوتے ہیں۔

تشریح: یہ روایت امام بزار اور اسحاق بن راہویہ نے صالح بن ابی الاخضر کے طریق سے بیان کی ہے۔ موصوف ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہیں، بنابریں مؤلف رحمہ اللہ نے اس سند کو کمزور قرار دیا ہے۔ **الطبرانی** میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اس روایت میں ابراہیم بن اسماعیل نامی راوی ہے جسے امام احمد نے ثقہ اور دیگر ائمہ نے ضعیف کہا ہے۔ اگرچہ دونوں روایات صحیح نہیں تب بھی اس بیع کی ممانعت میں کوئی شک نہیں، کیونکہ صحیح حدیث میں نر جانور کی کمائی اور مادہ جانور کے پیٹ میں موجود بچے کی تجارت سے منع کیا گیا ہے۔

۸۱۷: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ أَقَالَ مُسْلِماً بَيْعَتَهُ ,أَقَالَهُ اَللَّهُ عَثْرَتَهُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی فضل الاقالة: ۳۴۶۰، ابن ماجة: ۱۲۹۹، ابن حبان، کتاب البیوع، باب الاقالة: ۵۰۲۹، ۵۰۳۰، الحاکم: ۴۵/۲، مسند الشهاب: ۴۵۳، البیهقی: ۲۷/۶، الحلیة لابن نعیم: ۳۴۵/۶، احمد: ۲۵۲/۲

۸۱۷: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بائع کسی مسلمان مشتری سے کی گئی بیع کو فسخ کر دے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف کر دے گا۔ (اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

تشریح: ایک شخص کسی سے کوئی سامان خرید لیتا ہے، بائع اور مشتری سودا کر کے الگ الگ ہو جاتے ہیں اور بیع پختہ ہو جاتی ہے۔ بیع کے پختہ ہو جانے کے بعد مشتری کو اس بیع میں نقصان نظر آتا ہے یا اسے کچھ دیر بعد معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس چیز کی ضرورت نہیں اور وہ بائع سے خریدا ہوا مال واپس کرنے کا مطالبہ کرتا ہے اور بائع اس کا مطالبہ قبول کر کے فروخت شدہ مال واپس لیکر اس کی پوری رقم اسے واپس کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے بائع کی خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بیع کے پختہ ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے اسے فسخ کیا جا سکتا ہے۔ (۲) قیمت میں کمی بیشی کر کے بیع فسخ کرنا درست نہیں۔ (۳) اس دوران بائع نے رقم سے جو فائدہ حاصل کر لیا وہ بائع کا ہے اور مبیع سے مشتری نے جو فائدہ حاصل کر لیا وہ مشتری کا ہے۔

۲۔ بَابُ الْخِيَارِ — بیع خیار کے مسائل

۸۱۸: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ,عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ" إِذَا تَبَايَعَ اَلرَّجُلَانِ ,فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعاً ,أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا اَلْآخَرَ ,فَإِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا اَلْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ فَقَدْ وَجَبَ اَلْبَيْعُ ,وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا , وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا اَلْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ اَلْبَيْعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین: ۴۴/۱۵۳۱، البخاری: ۲۱۱۲، ابوداود: ۳۴۵۵، ۳۴۵۶، الترمذی: ۱۲۶۸، ابن الجارود: ۶۱۸، ابن حبان: ۴۹۱۲، ۴۹۱۷، النسائی: ۲۴۸/۷، ابن ماجة: ۲۱۸۱، احمد: ۵۶/۱، مالک: ۶۷۱/۲، الدارقطنی: ۵/۳، البیهقی: ۲۶۹/۵

۸۱۸: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب دو آدمی خرید و فروخت کریں تو ہر ایک کو اس وقت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے، جب وہ ایک ساتھ رہیں اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں یا ان میں سے ایک دوسرے کو اختیار دے، اگر ایک شخص دوسرے کو اختیار دیدے لیکن وہ دونوں سودا کر لیں تو بیع پختہ ہو جائے گی، اگر وہ سودا کرنے کے بعد الگ الگ ہو جائیں اور ان میں

سے کوئی بھی بیع کو فسخ نہ کرے تو بھی بیع پختہ ہو جائے گی۔ (بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الخیار**: خاء مکسور اور یاء مخففہ ہے، اور یہ اختیار سے مصدر ہے، شرعی اختیار سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص اپنے معاملے میں دو میں سے بہتر کو اختیار کرنے کا وقت طلب کرے۔ یہاں ان دو چیزوں سے مراد بیع کو فسخ کرنا یا پختہ کرنا ہے۔ خیار مجلس تو بغیر کسی مطالبے کے بھی فریقین کو حاصل ہے۔ **مالم یتفرقا**: اکثر طرق میں باب تفعل ہی استعمال ہوا ہے۔ لیکن ایک طریق میں باب تفعیل استعمال ہوا ہے۔ بعض اہل زبان نے ان دونوں کے مابین یہ فرق بیان کیا ہے کہ باب تفعل تفریق ابدان پر اور باب تفعیل تفریق کلام پر دلالت کرتا ہے، اسی بنا پر فقہا اس مسئلہ میں دو مختلف آراء رکھتے ہیں، تاہم زیر مطالعہ حدیث تفریق بالابدن کی مؤید ہے۔ **وکانا جمیعاً**: یہ جملہ پہلے کی تاکید ہے، یعنی خیار مجلس اس وقت تک فریقین کو حاصل ہے جب تک وہ دونوں ایک ساتھ ہیں۔ **او یخیر**: اسے مجزوم، منصوب اور مرفوع تینوں طرح پڑھنا درست ہے۔ مجزوم ہونے کی صورت میں اس کا عطف؛ **مالم یتفرقا**؛ پر ہوگا اور منصوب ہونے کی صورت میں اس سے قبل ان پوشیدہ تصور کیا جائے گا۔ اس اختیار کو خیار شرط سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی شکل یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کو ایک وقت تک بیع پختہ یا فسخ کرنے کا اختیار دے یا دونوں ایک دوسرے کو اختیار دیں۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں اختیار کی دو شکلیں بیان ہوئی ہیں

(۱) **خیار مجلس**: یعنی بائع اور مشتری دونوں بیع کو پختہ کر لیں، بائع ثمن اور مشتری مبیع پر قبضہ بھی کر لیں۔ اس صورت میں بھی فریقین میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، جب تک وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک وہاں سے اٹھ کر نہیں جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بھی اسی مفہوم کا مؤید ہے۔

(۲) **خیار شرط**: فریقین میں سے کوئی ایک یا دونوں ایک دوسرے کو ایک خاص وقت تک غور کرنے کی مہلت دیں، یہ خیار شرط کہلاتا ہے۔ جس فریق کو اختیار دیا گیا ہو وہ اس خاص مدت کے دوران بیع فسخ کرنے کا اعلان نہیں کرتا تو بیع پختہ ہو جائے گی۔

فقہی احکام: (۱) مجلس کے برخاست ہونے تک فریقین کو بیع فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (۲) بیع پختہ کرنے کے بعد بھی فریقین ایک دوسرے کو ایک خاص مدت تک غور کرنے کا اختیار دے سکتے ہیں۔ (۳) متعین مدت کے دوران فریق مختار بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔ (۴) متعین مدت کے بعد بیع کو فسخ نہیں کیا جا سکتا۔ (۵) باہمی رضامندی سے بیع کسی وقت بھی فسخ کی جا سکتی ہے۔

۸۱۹: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ; أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " اَلْبَائِعُ وَالْمُبْتَاعُ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا ,إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَفْقَةَ خِيَارٍ ,وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يُفَارِقَهُ خَشْيَةَ أَنْ يَسْتَقِيلَهُ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا اِبْنَ مَاجَهْ ,وَالدَّارَقُطْنِيُّ ,وَابْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ اَلْجَارُودِ وَفِي رِوَايَةٍ " حَتَّى يَتَفَرَّقَا مِنْ مَكَانِهِمَا "

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی خیار المتبایعین: ۳۴۵۶، الترمذی: ۱۲۴۷، النسائی: ۷/۲۵۱، احمد: ۲/۱۸۳، الدارقطنی: ۳/۶، ابن الجارود: ۲۲۰، البیہقی: ۵/۲۷۱، معرفة السنن والآثار: ۴/۲۷۵

۸۱۹: حضرت عمرو اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بائع اور مشتری کو الگ الگ ہونے تک اختیار ہے، الا یہ کہ وہ بیع اختیار والی ہو اور کسی شخص کا اس خوف سے مجلس سے الگ ہونا درست نہیں کہ فریق ثانی کہیں بیع فسخ نہ کر دے (اسے پانچوں میں سے ابن ماجہ نے روایت نہیں کیا، نیز دارقطنی، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے بھی نقل کیا ہے اور ایک روایت میں؛ حتی یتفرقا من مکانھما؛ یہاں تک کہ وہ دونوں اس مجلس کو چھوڑ دیں جہاں انہوں نے سودا کیا تھا)

لغوی تحقیق: صفقة: بیع کرتے وقت بائع کا مشتری کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ اس قدر زور سے مارنا جس سے آواز پیدا ہو، اہل عرب بیع پختہ کرتے وقت ایسے ہی کرتے تھے، مگر بعد میں محض عقد بیع پر اس کا اطلاق ہونے لگا۔ صفقة الخیار: کان تامہ ہونے کی صورت میں اسے مرفوع پڑھیں گے، اس صورت میں اس جملہ کا ترجمہ اس طرح ہوگا، فریقین میں سے کسی ایک نے دوسرے کو یا دونوں نے ایک دوسرے کو بیع فسخ کرنے کا مقررہ وقت تک اختیار دے رکھا ہے۔ کان ناقصہ ہونے کی صورت میں اسے منصوب پڑھیں گے اور اس کا اسم پوشیدہ تسلیم کریں گے، اس صورت میں یہ جملہ اس طرح ہوگا ؛الاان تکون الصفقة صفقة الخیار، خشية ان يستقيله؛ اس خوف سے کہ فریق ثانی کہیں بیع کو فسخ نہ کردے۔

تشریح: جو لوگ خیار بیع کو تفریق کلام تک محدود رکھتے ہیں، زیر مطالعہ حدیث ان کے موقف کو مسترد کرتی ہے۔ کیونکہ اگر بیع تفریق کلام پر پختہ ہو جاتی تو پھر شارع یہ کیوں فرماتے کہ کوئی شخص اس اندیشہ کے پیش نظر مجلس سے الگ نہ ہو کہ فریق ثانی کہیں بیع فسخ نہ کردے، نیز امام بیہقی نے معرفه السنن میں عمرو بن شعیب کے طریق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں صراحت بھی ہے کہ یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی جگہ سے الگ ہو جائیں۔

۸۲۰:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ" إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: لَا خِلَابَةَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مسلم، کتاب البیوع، باب من یخدع فی البیع: ۱۵۳۳، البخاری: ۲۱۱۷، ابوداود: ۳۵۰۰، النسائی: ۷/۲۵۲، احمد: ۲/۴۴، مؤطا امام مالک: ۲/۶۸۵

۸۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا کہ اس کے ساتھ بیع میں دھوکہ کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم سودا کرو تو یہ کہہ دیا کرو، دین خیر خواہی کا نام ہے، اس لئے اس میں دھوکہ نہیں۔"

لغوی تحقیق: لاخلابة: خاء مکسور، لام مخفف اور باء مفتوح، یعنی دھوکا نہیں۔

تشریح: اس شخص کا نام حبان بن منقذ خزرجی ثم المازنی تھا، وہ رحمت عالم ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شریک تھا، اس غزوہ میں اس کے سر پر پتھر لگا جس سے اس کی عقل متغیر ہوگئی اور زبان میں لقنت آ گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے ساتھ بیع میں دھوکا ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اس شخص کے عزیز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ اس شخص کی عقل متغیر ہے اس لئے آپ ﷺ اسے سودا کرنے سے منع کر دیں۔ آپ ﷺ نے اسے طلب کر کے خرید و فروخت سے منع فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ میں خرید و فروخت کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "اگر تو تجارت ترک نہیں کر سکتا تو پھر بیع کرتے وقت ؛لاخلابة؛ کہہ دیا کر۔" "یعنی دین اسلام میں دھوکا نہیں۔"

بخاری میں ابن عمر سے مروی ہے کہ ایک آدمی کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیا گیا۔ ان دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے مگر حقیقتاً کوئی تعارض نہیں، کیونکہ جمع کی صورت موجود ہے، یعنی اس کے عزیزوں نے بھی آپ ﷺ سے تذکرہ کیا ہو اور خود اس نے بھی اپنی کہانی بتا دی ہو۔

فقہی احکام: جس شخص کو بازار کے بھاؤ سے آگاہی نہ ہو، اس کی لاعلمی سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے اس کے ساتھ اگر کوئی فریب کرلے تو اسے بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

۳۔ بَابُ الرِّبَا سودکا بیان

۸۲۱: عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ آكِلَ اَلرِّبَا ,وَمُوكِلَهُ ,وَكَاتِبَهُ ,وَشَاهِدَيْهِ ,وَقَالَ "هُمْ سَوَاءٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیو ع، باب لعن آکل الربا و مؤکلہ: ۱۵۹۸، احمد: ۳۰۴/۳، ابن الجارود: ۶۴۶، البیھقی: ۱۰۶۰۵

۸۲۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، سودی کاروبار کا حساب و کتاب رکھنے والے اور سودی معاملات پر گواہ بننے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: "یہ سب برابر ہیں۔"

لغوی تحقیق: الـــربـــا: راء مکسور اور الف مقصور (یعنی آخر میں ہمزہ نہیں) یہ ربا، یربو سے ماخوذ ہے، یعنی الف کی اصل واؤ ہے۔ اسکے لفظی معنی زیادتی کے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ مادہ لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں اس سے مراد ایک ہی جنس کا تبادلہ کمی و بیشی سے کرنا ہے، اثاثہ جات اور نقدی کا لین دین کرتے وقت مدت کا معاوضہ لینا، دینا اور اپنی ملکیت میں لئے بغیر مبیع کو آگے فروخت کر دینا وغیرہ۔

تشریح: سود کی حرمت چاروں ادلہ شرعیہ سے ثابت ہے۔ (۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿حرم الربوا : بقرة ۲۷۵﴾ (۲) رسول اللہ ﷺ نے سودی کاروبار میں ملوث ہر شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ (۳) تمام مسلم اہل علم کا اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ (۴) سود ظلم کی ایک نہایت واضح قسم ہے۔ اور قیاس ظلم کی حرمت کا متقاضی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ سود ایک نہایت غلیظ جرم ہے، اس کے باوجود عصر حاضر میں سودی کاروبار نے پوری معیشت کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے اور اس کی ایسی مخفی اقسام وجود میں آ چکی ہیں کہ ان سے فقط وہی شخص محفوظ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔

۸۲۲: وَلِلْبُخَارِيِّ نَحْوُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي جُحَيْفَةَ رضی اللہ عنہ.

بخاری، کتاب البیو ع، باب موکل الربا: ۲۰۸۶، البیھقی: ۱۰۶۰۶، المعجم الاوسط: ۷۰۵۹، ابن حبان: ۵۰۲۵

۸۲۲: بخاری نے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی ایک حدیث نقل کی ہے۔

تشریح: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی سودی لین دین کرنے والے اور تصویر کشی کرنے والے پر لعنت کا ذکر ہے۔ نیز اس میں کتے اور خون کی قیمت کی ممانعت بھی مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی سودی کاروبار میں ملوث لوگوں پر لعنت کا ذکر ہے، نیز اس میں حلالہ کا ارتکاب کرنے، کرانے والوں اور مانعین زکوٰۃ کیلئے بھی لعنت کا ذکر ہے۔

۸۲۳: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنْ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ "اَلرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا أَيْسَرُهَا مِثْلُ أَنْ يَنْكِحَ اَلرَّجُلُ أُمَّهُ ,وَإِنَّ أَرْبَى اَلرِّبَا عِرْضُ اَلرَّجُلِ اَلْمُسْلِمِ" رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ مُخْتَصَراً ,وَالْحَاكِمُ بِتَمَامِهِ وَصَحَّحَهُ.

ابن ماجۃ، ابواب التجارۃ، باب التغلیظ فی الربا: ۲۲۷۵، الحاکم: ۳۷/۲، الدارقطنی: ۱۶/۳

۸۲۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "سود کے تہتر درجے ہیں، ان میں سب سے کم تر درجہ کا گناہ اپنی حقیقی ماں سے نکاح کرنے کے برابر ہے اور سب سے بڑا سود کسی مسلمان بھائی کی عزت سے کھیلنے کے برابر ہے۔ (اسے ابن ماجہ نے مختصر اور حاکم نے مکمل بیان کیا ہے نیز اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: ایسر ھما: گناہ کے اعتبار سے کم تر درجہ۔ اربی الربا: سود کی غلیظ ترین قسم۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ معاشی جرائم میں سے سب سے بڑا جرم سود ہے اور اخلاقی جرائم میں سے سب سے بڑا گناہ اپنے بھائی کی عزت سے کھیلنا ہے، خواہ وہ غیبت کی صورت میں ہو یا بہتان تراشی یا سب وشتم کی شکل میں ہو۔ اسی طرح کی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ سود میں ستر اقسام کے گناہ پائے جاتے ہیں، جن میں سے کم تر گناہ اپنی والدہ کو اپنی بیوی بنانے کے برابر ہے۔ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں، مقدم الذکر ابراہیم کے عنعنہ اور دوسری سعید کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ سے مروی موقوف روایت میں سود کا ایک درھم استعمال کرنے کا گناہ تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ ہے۔ اسی مفہوم کی مرسل اور موقوف روایات عبداللہ بن سلام اور عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنھما سے بھی مروی ہیں۔

۸۲۴: وَعَنْ أَبِی سَعِيدٍ اَلْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا تَبِيعُوا اَلذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ ,وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ ,وَلَا تَبِيعُوا اَلْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلاً بِمِثْلٍ ,وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ ,وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِباً بِنَاجِزٍ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الفضة بالفضة: ۲۱۷۷، مسلم: ۱۵۸۴، الترمذی: ۱۲۶۳، النسائی: ۲۷۸/۷، احمد: ۴/۳، ابن الجارود: ۶۴۹، البیهقی: ۲۷۶/۵، ابن حبان: ۵۰۱۶

۸۲۴: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے کو سونے کے بدلے میں مت فروخت کرو مگر برابر برابر اور ایک دوسرے کے وزن میں اضافہ مت کرو، چاندی کو چاندی کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر برابر فروخت کرو اور ایک دوسرے کے وزن میں اضافہ مت کرو اور ان میں سے کسی حاضر کو غیر موجود کے عوض مت فروخت کرو۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: مثل بمثل: دونوں میں میم مکسور اور ثاء ساکن ہے یعنی دونوں وزن کے اعتبار سے برابر ہوں۔ ولا تشفوا: یاء مضموم، شین مکسور اور خاء مشدد، یہ اشفاف سے ماخوذ ہے، یعنی اضافہ مت کرو۔ الورق: واؤ مفتوح اور راء مکسور یعنی چاندی۔ ناجز: یہ نجز سے ماخوذ ہے، یعنی موجود۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا، کسی بھی جنس کی دو چیزوں کا تبادلہ مقصود ہو تو پھر اس بیع کے درست ہونے کیلئے دو چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ (۱) دونوں کا وزن برابر ہو۔ (۲) دونوں چیزیں عقد کے وقت موجود ہوں اور فریقین اپنی اپنی چیزیں ایک دوسرے کے قبضہ میں دیدیں۔

۸۲۵: وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ اَلصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ ,وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ ,وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ ,وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ ,وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ ,وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ ,مِثْلاً بِمِثْلٍ ,سَوَاءً بِسَوَاءٍ ,يَدًا بِيَدٍ ,فَإِذَا اِخْتَلَفَتْ هَذِهِ اَلْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب الصرف و بیع الذهب بالورق نقداً: ۱۵۸۷، ابوداود: ۳۳۴۹، ۳۳۵۰، الترمذی: ۱۲۶۳، النسائی: ۲۷۴/۷، ابن ماجة: ۴۴۵۴، احمد: ۳۱۴/۵، ابن حبان: ۵۰۱۵، البیهقی: ۱۰۶۱۳

۸۲۵: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونا کے بدلہ میں سونا، چاندی کے عوض چاندی، گندم کا مبادلہ گندم سے، جو کے عوض جو، کھجور کا کھجور سے نمک کا تبادلہ نمک کے ساتھ برابر برابر اور نقد بنقد ہونا چاہیے، اگر مختلف اجناس کا مبادلہ کرنا ہو تو پھر جس طرح چاہیں کرلیں، مگر مبادلہ کی جانے والی اشیاء اسی مجلس میں ایک دوسرے کے قبضہ میں دی جائیں۔" (مسلم)

٨٢٦: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷜ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْناً بِوَزْنٍ مِثْلاً بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْناً بِوَزْنٍ مِثْلاً بِمِثْلٍ ,فَمَنْ زَادَ أَوْ اِسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب البيوع، باب الصرف و بيع الذهب بالورق نقداً: ١٥٨٨، النسائي: ٧ /٢٧٨، ابن ماجة: ٤٤٥٥، احمد: ٢ /٢٦١، ابن حبان: ٥٠١١ـ٥٠١٨، المعجم الاوسط: ٣٢٧

٨٢٦: حضرت ابوہریرہ ﷜ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سونے کا سونے کے عوض تبادلہ وزن اور نوعیت میں برابر برابر ہونا لازم ہے۔ چاندی کا چاندی کے عوض تبادلہ وزن اور نوعیت میں برابر ہونا لازم ہے اور جس شخص نے زیادہ لیا یا زیادہ لینے کا مطالبہ کیا، اس نے سودی کاروبار کیا۔" (مسلم)

تشریح: سود کی حرمت کے بارے میں حضرت عمر، حضرت ابوبکر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت معمر بن عبداللہ ﷢ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

٨٢٧: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ ,وَأَبِي هُرَيْرَةَ ﷟ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ اِسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرٍ ,فَجَائَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ ,فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هَكَذَا؟ " فَقَالَ لَا ,وَاَللَّهِ يَا رَسُولَ اَللَّهِ ,إِنَّا لَنَأْخُذُ اَلصَّاعَ مِنْ هَذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَا تَفْعَلْ، بِعِ اَلْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ,ثُمَّ اِبْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا" وَقَالَ فِي اَلْمِيزَانِ مِثْلَ ذَلِكَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ "وَكَذَلِكَ اَلْمِيزَانُ"

البخاري، كتاب الوكالة، باب الوكالة في الصرف و الميزان: ٢٣٠٢، ٢٣٠٣، مسلم: ١٥٩٣، النسائي: ٧ /٢٧١، مالك: ٢ /٦٢٣، ابن حبان: ٥٠٢١، ٥٠٢٢

٨٢٧: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ ﷟ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر پر حاکم مقرر فرمایا، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں نہایت نفیس کھجوریں لے کر حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: " کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟" اس نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ایسی نہیں ہیں۔ ہم دو صاع کھجوریں دیکر ایسی ایک صاع اور تین صاع دیکر ایسی دو صاع کھجوریں لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسا مت کرنا، گھٹیا قسم کی کھجوریں درہم کے عوض فروخت کر کے، اس رقم سے اعلیٰ قسم کی کھجوریں خریدنا۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "جن اشیا کو تولا جاتا ہے ان کا حکم بھی یہی ہے۔" (بخاری و مسلم) اور مسلم میں کذالک المیزان کے الفاظ ہیں۔

لغوی تحقیق: جنیب: جیم مفتوح اور نون مکسور، اس کی جمع جنب ہے، کھجور کی اعلیٰ قسم۔ الجمع: جیم مفتوح اور میم ساکن، ملی جلی کھجوریں۔

تشریح: خیبر، مدینہ منورہ کے شمال میں شارع اردن پر ١٦٥ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس شہر پر آپ ﷺ نے جس صحابی کو حاکم مقرر فرمایا، اس کا نام سواد بن غزیہ تھا۔ حدیث میں مذکورہ درہم کی قید محض اتفاقی ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ تم نے معمولی قسم کی کھجوروں کو فقط درہموں کے عوض فروخت کرنا ہے، بلکہ درہموں سے آپ ﷺ کی مراد سکہ رائج الوقت ہے، جیسا کہ بعض طرق میں درہم کی بجائے ثمن کا لفظ بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اسے فرمایا "یہ تو عین سود ہے۔"

٨٢٨: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ ﷟ قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَنْ بَيْعِ اَلصُّبْرَةِ مِنَ اَلتَّمْرِ لَا يُعْلَمُ مَكِيلُهَا بِالْكَيْلِ اَلْمُسَمَّى مِنَ اَلتَّمْرِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب البيوع، باب تحريم بيع صبرة التمر المجهولة القدر بتمر: ١٥٣٠، النسائي: ٧/ ٢٧٠، الحاكم: ٢ /٣٨، ابن الجارود:

۲۰۸، البیهقی: ۲۹۱/۵ ، ۳۰۸

۸۲۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھجوروں کے ایسے ڈھیر کو جسے کسی پیمانہ کے ذریعے ماپا نہ گیا ہو ایسی کھجوروں کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے جن کا ماپ معلوم ہو۔(مسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایک جنس کا باہمی تبادلہ جس میں کمی وبیشی کا احتمال ہو ممنوع ہے۔ابن حبان میں الصبر مذکور ہے، اور یہ صبرۃ کی جمع ہے۔

۸۲۹: وَعَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ إِنِّی كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ " اَلطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلاً بِمِثْلٍ " وَكَانَ طَعَامُنَا يَوْمَئِذٍ اَلشَّعِيرَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البیوع، باب بیع الطعام مثلا بمثل: ۱۵۹۲، احمد: ۴۰۰/۶، الدارقطنی: ۲۴/۳، البیهقی: ۲۸۳/۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹۵/۲۰

۸۲۹: حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ "طعام کا طعام کے عوض برابر برابر کا لین دین کرنا درست ہے۔" اور اس وقت ہمارا طعام جو تھے۔(مسلم)

۸۳۰: وَعَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِينَاراً ,فِيهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ، فَفَصَلْتُهَا فَوَجَدْتُ فِيهَا أَكْثَرَ مِنِ اِثْنَيْ عَشَرَ دِينَاراً ,فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ " لَا تُبَاعُ حَتَّى تُفَصَّلَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب البیوع، باب بیع القلادة فیها خرز و ذهب: ۱۵۹۱، ابوداود: ۳۳۵۲، الترمذی: ۱۲۵۵، النسائی: ۲۷۹/۷، احمد: ۲۱/۶، الدارقطنی: ۳/۳، البیهقی: ۲۹۱/۵

۸۳۰: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے غزوہ خیبر میں ایک ہار بارہ دینار میں خریدا، وہ سونے اور پتھر کے نگینوں سے بنا ہوا تھا، میں نے اس ہار کو کھولا تو اس میں بارہ دینار سے زیادہ سونا پایا، اس کا تذکرہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ایسے ہار کو کھولے بغیر فروخت نہ کیا جائے۔"(مسلم)

لغوی تحقیق: قلادہ: قاف مکسور اور آخر میں گول تاء، ہار۔ خرز: خاء اور راء مفتوح، یہ خرزۃ کی جمع ہے، پتھر وغیرہ سے تیار کیا ہوا نگینہ۔

تشریح: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سونے سے بنی ہوئی چیز میں اگر کوئی اور چیز بھی داخل ہو تو ان دونوں چیزوں کو پہلے الگ الگ کیا جائے پھر اسے سونے کے عوض فروخت کیا جائے۔ہاں البتہ ایسی مصنوعات کو اگر کسی دوسری جنس کے عوض فروخت کرنا مقصود ہو تو پھر انہیں کھولنے کی ضرورت نہیں۔مثلاً سونے اور پتھر کے نگینوں سے بنی ہوئی مصنوعات کو چاندی کے عوض فروخت کرنے کی صورت میں کھولنے کی ضرورت نہیں

۸۳۱: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ اَلْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً. رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ اَلْجَارُودِ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الحیوان بالحیوان نسیئة: ۳۳۵۶، الترمذی: ۱۲۶۰، النسائی: ۲۹۲/۷، ابن ماجة: ۲۲۷۰، احمد: ۲۰۹۹۶، الدارمی: ۲۵۶۴، ابن الجارود: ۶۱۱، البیهقی: ۱۰۶۷۰، ۱۰۶۷۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۷۶۲

۸۳۱: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا۔" (اسے پانچوں نے روایت کیا ہے۔ترمذی اور ابن جارود نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: نسیئة: اسے ادغام اور بغیر ادغام دونوں طرح پڑھنا درست ہے، پہلی صورت میں یہ عطية کے وزن پر ہوگا اور دوسری صورت میں یاء کے بعد ہمزہ پڑھیں گے، اس صورت میں یہ کریمة کے وزن پر ہوگا، اس کے لغوی معنی تاخیر کے ہیں مگر یہاں اس سے مراد ادھار ہے۔

تشریح: سمرة بن جندب سے یہ روایت حضرت حسن بصری نے بیان کی ہے، امام بیہقی کا قول ہے کہ اکثر حفاظ سمرة بن جندب سے حسن بصری کے سماع کا انکار کرتے ہیں، ماسوا حدیث عقیقہ کے، حضرت سمرة رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ مگر امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو مرفوع نقل کرنا وہم ہے جبکہ اس کا مرسل ہونا درست ہے۔ امام ابن خزیمہ کی بھی یہی رائے ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس مفہوم کی کوئی روایت بھی آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ جو اہل علم اس روایت کو حجت تسلیم کرتے ہیں وہ اس روایت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد جانبین سے ادھار ہے یعنی اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ایک جانور کے بدلے میں دو جانوروں کی ادھار بیع سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ مگر یہ روایت بھی ابو زبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

٨٣٢: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ "إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ ,وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ ,وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ ,وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ ,سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ مِنْ رِوَايَةِ نَافِعٍ عَنْهُ, وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ . وَلِأَحْمَدَ نَحْوُهُ مِنْ رِوَايَةِ عَطَاءٍ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْقَطَّانِ.

ابو داود، كتاب الاجارة، باب في النهى عن العينة: ٣٤٦٢، احمد: ٢٨/٢، البيهقي: ١٠٨٤٤-١٠٨٤٦، بيان الوهم والايهام: ٢٩٤/٥، ٢٩٦، التلخيص: ١٩/٣

٨٣٢: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمار ہے تھے: "جب تم عینہ کی خرید وفروخت کرنے لگو، بیلوں کی دم پکڑ لو، کھیتی باڑی کو پسند کرنے لگو اور جہاد کو ترک کر دو، تب تم پر اللہ تعالیٰ ذلت مسلط کر دے گا اور اس ذلت کو تم سے اس وقت تک الگ نہیں کرے گا جب تک تم دین کی طرف دوبارہ لوٹ کر نہیں آ ؤ گے۔" (اسے ابوداؤد نے نافع کے طریق سے نقل کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔ مسند احمد میں حضرت عطا سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے اور اس کے رواۃ ثقہ ہیں نیز ابن قطان نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: العينة: عین مکسور اور مفتوح ہر دو طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اس بیع کی صورت یہ ہے کہ بائع اپنی چیز کو ادھار ایک قیمت میں فروخت کر دے اور جب میعاد ختم ہو جائے تو مشتری سے وہی چیز سابقہ قیمت سے کم قیمت میں نقد خرید لے۔ اذناب: یہ ذنب کی جمع ہے۔ یہاں اس سے مراد کھیتی باڑی میں مشغول ہونا ہے۔ ذلا: ذال مضموم اور لام مشدد، کمزوری۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے وفي اسناده مقال کہہ کر اسحاق بن اسید کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ اسی پر کئی ایک ماہر فن نے نقد کیا ہے۔ البتہ اس روایت کے نقل کرنے میں امام اعمش نے اس کی متابعت کی ہے، اس طریق کو اگرچہ امام ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے، تاہم یہ طریق بھی اعمش کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اعمش کے علاوہ عبدالملک نے بھی ان کی متابعت کی ہے، مگر یہ طریق بھی لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایت عطاء بن ابی رباح کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دو ضعیف طرق سے مروی ہے۔ لہٰذا امام ابن قطان اور علامہ البانی کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا درست نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ جس سند کو ابن قطان نے صحیح قرار دیا ہے وہ میرے نزدیک معلول ہے کیونکہ روایت کے راویوں کے ثقہ ہونے سے اس کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے تاہم اس حدیث میں ترک جہاد کا جو نتیجہ بتایا گیا ہے وہ اپنی جگہ ایک مسلم حقیقت ہے۔

۸۳۳: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ شَفَعَ لِأَخِيهِ شَفَاعَةً ,فَأَهْدَى لَهُ هَدِيَّةً ,فَقَبِلَهَا ,فَقَدْ أَتَى بَابًا عَظِيماً مِنْ أَبْوَابِ اَلرِّبَا " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَفِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ.

ابوداود، كتاب الاجارة، باب في الهدية لقضاء الحاجة: ۳۵۴۱، احمد: ۲۶۱/۵، تقريب: ۵۴۸۷

۸۳۳: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جس شخص نے اپنے بھائی کیلئے سفارش کی اور اس نے اسے کوئی تحفہ دیا اور اس نے قبول کرلیا تو وہ سود کے ایک بڑے دروازے پر وارد ہوا۔" (اسے احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے فی اسنادہ مقال کہہ کر قاسم بن عبدالرحمٰن کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، اسے یحییٰ بن معین نے اگرچہ ثقہ کہا ہے، تاہم اس کی مرویات پر اکثر اہل علم نے عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ تقریب میں فرماتے ہیں کہ موصوف صدوق ہے، تاہم بہت سی عجیب باتیں نقل کرتا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کی جو روایات غرابت سے محفوظ ہیں وہ قابل حجت ہیں۔ زیر بحث روایت میں سفارش کے نتیجہ میں وصول ہونے والے تحفہ کو سود اس لئے قرار دیا گیا کہ یہ بھی سود کی طرح غیر مشروع طریقہ سے حاصل ہوا ہے، خاص کر ناجائز معاملات اور حدود اللہ میں نرمی کی سفارش کرنا ممنوع ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سفارش کے صلہ میں ملنے والا تحفہ حرمت میں سود سے کسی طرح بھی کم نہیں۔

فقہی احکام: (۱) ناجائز معاملات اور حدود اللہ میں نرمی کی سفارش کرنا ممنوع ہے۔ (۲) حقدار کو کسی کا حق دلانے کیلئے اور خطا کار کی خطا معاف کرنے کی سفارش کی جاسکتی ہے۔ (۳) سفارش کے بدلہ میں تحفہ دینا لینا ممنوع ہے۔

۸۳۴: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ اَلرَّاشِي وَالْمُرْتَشِيَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ابوداود، كتاب الاقضية، باب كراهية الرشوة: ۳۵۸۰، الترمذي: ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ابن ماجة: ۲۳۱۳، احمد: ۱۶۴/۲، ابن الجارود: ۵۸۵، ۵۸۶، الحاكم: ۱۰۳/۴، البيهقي: ۱۳۸/۱۰، ابن حبان: ۵۰۷۶، ۵۰۷۷، بيان الوهم والايهام: ۱۳۲۷

۸۳۴: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی۔ (اسے ابوداؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے، ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الراشی: یہ رشا سے ماخوذ ہے، رشا اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کنویں سے پانی حاصل کیا جاتا ہے، اور شرعی اصطلاح میں مال و اسباب خرچ کر کے ایسی چیز حاصل کرنا جس کا وہ حقدار نہیں اسے رشوت دینے والا کہتے ہیں۔ و المرتشی: رشوت لینے والا۔

تشریح: امام ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت کی ہے۔ یہی الفاظ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے نقل کیے ہیں۔ ایک روایت میں اس شخص کے لئے بھی لعنت کے الفاظ ہیں جو رشوت دینے اور لینے والے کے درمیان پل کا کردار ادا کرتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) رشوت دینے والا، لینے والا اور ان دونوں کا رابطہ قائم کرانے والا تینوں ملعون ہیں۔ (۲) رشوت لینا دینا کبیرہ گناہ ہے۔ (۳) کبائر کا ارتکاب کرنے والے مسلمانوں پر بھی لعنت کی جاسکتی ہے۔

۸۳۵: وَعَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يُجَهِّزَ جَيْشًا فَنَفِدَتْ اَلْإِبِلُ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى قَلَائِصِ اَلصَّدَقَةِ قَالَ فَكُنْتُ آخُذُ اَلْبَعِيرَ بِالْبَعِيرَيْنِ إِلَى إِبِلِ اَلصَّدَقَةِ . رَوَاهُ اَلْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

البیھقی، کتاب البیوع، باب بیع الحیوان و غیرہ مما لا ربا فیہ بعضہ ببعض نسیئۃ: ۱۰۶۶۲ ۔ ۱۰۶۶۹، الحاکم: ۵۶/۲، المعجم الاوسط: ۲۷۶۲

۸۳۵: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے ایک لشکر تیار کرنے کا حکم فرمایا، اونٹ ختم ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "صدقہ کے اونٹوں کے عوض لے لو۔" وہ کہتے ہیں کہ میں نے صدقہ کے دو اونٹوں کے عوض ایک اونٹ لینا شروع کر دیا۔ (اسے حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: ان یجھز: مسافر یا مجاہد کے لیے وہ کچھ تیار کرنا جس کا وہ ضرورت مند ہو۔ جیشاً: جیش اس لشکر کو کہتے ہیں جو کم از کم چار سو سپاہ پر مشتمل ہو۔ القلائص: یہ قلوص کی جمع ہے، یعنی جوان اونٹ۔ البعیر: اس کا اطلاق نر اور مادہ دونوں قسم کے اونٹوں پر ہوتا ہے۔ الصدقۃ: یہاں اس سے مراد زکوٰۃ ہے۔

تشریح: امام بیہقی نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے دو طرق سے نقل کی ہے، پہلا طریق محمد بن اسحاق اور دوسرا طریق ابن جریج کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، اسی مفہوم کی ایک مرفوع روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے مگر وہ روایت بھی ابوزبیر کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم ان احادیث کی تائید آثار صحابہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عصیفیر نامی اپنا اونٹ بیس اونٹوں کے عوض فروخت کیا تھا، اسی قسم کی روایات حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) وہ اشیا جن کا ماپ تول نہیں کیا جاتا ان کا تبادلہ انہیں کی ہم جنس کے ساتھ کمی وبیشی کی صورت میں جائز ہے۔ (۲) ایسی غیر معین مدت پر ادھار لینا درست ہے جس میں دس بیس دن کی تقدیم وتاخیر ہو سکتی ہے۔ مثلاً گندم کی کٹائی تک ادھار پر کوئی چیز خرید لینا۔ (۳) جانبین میں سے کسی ایک جانب مبیع کا بیع کے وقت موجود ہونا اور فریق ثانی کے قبضہ میں دینا ضروری ہے۔

۸۳۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلاً بِتَمْرٍ كَيْلاً ,وَإِنْ كَانَ كَرْماً أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلاً ,وَإِنْ كَانَ زَرْعاً أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ ,نَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الزرع بالطعام کیلاً: ۲۲۰۵، مسلم: ۱۵۴۲، النسائی: ۲۶۶/۷، ابن ماجۃ: ۲۲۶۵، احمد: ۵/۲، البیھقی: ۳۰۷/۵، عبدالرزاق: ۱۴۴۸۹، الشافعی: ۱۵۳/۲، ابن حبان: ۴۹۹۶، ۴۹۹۹، ابوداود: ۳۳۶۱

۸۳۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ کی تازہ کھجوریں یا انگور یا اجناس میں سے کوئی جنس ایسی ہم جنس کے عوض فروخت کرے جس کا ماپ معلوم ہو، آپ ﷺ نے ایسی تمام بیوع سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ثمر: پھل۔ المزابنۃ: یہ زبن سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی پھینکنے کے ہیں جبکہ شرعی اصطلاح میں کھڑی فصل کو اسی کی ہم جنس فصل کے عوض فروخت کرنا جس کا وزن معلوم ہو بیع مزابنہ کہلاتا ہے۔ حائط: باغ کے گرد جو دیوار ہوتی ہے اسے حائط کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد کھڑی فصل ہے، خواہ اس کے گرد دیوار ہو یا نہ ہو۔ کرماً: کاف مفتوح اور راء ساکن، اس کے لغوی معنی انگور کی بیل کے ہیں، مگر یہاں اس سے مراد وہ انگور ہیں جو بیل پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ زبیب: زاء مفتوح اور باء مکسور، کشمش اور منقیٰ۔

فقہی احکام: کھڑی فصل کو اس کی ہم جنس کٹی ہوئی فصل کے عوض فروخت کرنا درست نہیں۔

۸۳۷: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ عَنِ اشْتِرَاءِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ فَقَالَ "أَيَنْقُصُ الرُّطَبُ

إِذَا يَبِسَ؟ " قَالُوا نَعَمَ فَنَهَى عَنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ اَلْمَدِينِيِّ ,وَاَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب البيوع، باب في التمر بالتمر: ٣٣٥٩، الترمذي: ١٢٢٨، ابن ماجة: ٢٢٦٤، النسائي: ٧/٢٦٩، ابن حبان: ٤٩٩٧، الدارقطني: ٣/٤٩، الحاكم: ٢/٣٨، البيهقي: ٥/٢٩٤، عبدالرزاق: ١٤١٨٦، مؤطا: ٢/٦٢٤، الشافعي: ٢/١٥٩

٨٣٧: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ تازہ کھجوریں خشک کھجوروں کے عوض فروخت کرنی درست ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " کیا تازہ کھجوریں خشک ہو کر کم نہیں ہوتیں؟" صحابہ نے عرض کیا ہو جاتی ہیں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔ (اسے پانچوں نے روایت کیا ہے، ابن مدینی، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الرطب: راء مضموم اور طاء ساکن، پکی ہوئی تازہ کھجوریں۔ التمر: خشک کھجوریں۔

فقہی احکام: (۱) کھائی جانے والی تازہ اجناس کو اسی کی خشک ہم جنس کے عوض فروخت کرنا ممنوع ہے۔

(۲) ایسی اجناس کا تبادلہ نہ تو برابر برابر درست ہے اور نہ کمی وبیشی کی صورت میں درست ہے۔

٨٣٨: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ اَلْكَالِئِ بِالْكَالِئِ ,يَعْنِي:اَلدَّيْنِ بِالدَّيْنِ. رَوَاهُ إِسْحَاقُ ,وَالْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ

كشف الاستار: ١٢٨٠، الدارقطني: ٣/٧٢، الحاكم: ٢/٥٧، البيهقي: ٥/٢٩٠ (١٠٦٧٥)

تنبیہ: امام دارقطنی نے سنن میں اور امام حاکم نے المستدرک میں موسیٰ بن عقبہ نقل کیا ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ صحیح نام موسیٰ بن عبیدہ الربذی ہے، ہمارے شیخ (امام حاکم) نے اپنی روایات میں موسیٰ بن عقبہ نقل کیا ہے اور یہ غلط ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ تعجب تو امام دارقطنی پر ہے جو اپنے عہد کے نامور شیخ تھے، انہوں نے بھی اپنی کتاب السنن میں موسیٰ بن عقبہ ہی نقل کیا ہے۔

٨٣٨: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ادھار کے عوض ادھار لینے سے منع فرمایا۔ (اسے اسحاق اور بزار نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الکالی: قرض۔

تشریح: علامہ ابن اثیر نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ ایک شخص ایک مدت کے لیے ایک چیز ادھار خریدتا ہے لیکن وہ وقت مقرر پر ادائیگی کرنے سے عاجز آ جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ بائع سے کہتا ہے کہ وہ مجھے اتنی اور رقم کے عوض مزید مہلت پر فروخت کر دو۔ اس روایت کا مرکزی راوی ابوعبدالعزیز موسیٰ بن عبیدہ ہے، یہ شخص ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہے۔ تاہم اس بیع کے حرام ہونے پر تمام اہل فن کا اجماع ہے۔

۴۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَرَايَا وَ بَيْعِ الْأُصُوْلِ وَالثِّمَارِ — بیع عرایا، درختوں اور ان کے پھلوں کی خرید وفروخت کا بیان

لغوی تحقیق: الرخصة: اس کے لفظی معنی سہولت اور آسانی کے ہیں، یہاں اس سے مراد رخصت واجازت ہے۔ العرایا: عین اور راء مفتوح، یہ عـــــرایة کی جمع ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ بیع حرمت سے پاک ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مخیّر حضرات اپنے باغات میں سے چند

درختوں کا پھل محتاج ونادار لوگوں کے لیے وقف کر دیتے تھے جب ان درختوں کا پھل پکنے کی قریب ہوتا تو محتاج باغات میں اپنی آمد ورفت شروع کر دیتے، جس سے باغ کے مالک کو کوفت ہوتی، چنانچہ باغ کا مالک اس درخت پر موجود پھل کا تخمینہ لگوا کر اس مقدار کے برابر انہیں خشک کھجوریں دیدیتا۔ **بیع عرایا، بیع مزابنة** سے بڑی حدتک مشابہت رکھتی ہے، آپ ﷺ نے جب بیع مزابنہ کو ممنوع قرار دیا تو صحابہ نے بیع عرایا کے بارے میں آپ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے چند ضابطوں کے تحت اس کی اجازت فرمادی۔

۸۳۹: عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِي اَلْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلاً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ، رَخَّصَ فِي اَلْعَرِيَّةِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ اَلْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا، يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا.

بخاری، کتاب البیوع، باب تفسیر العرایا: ۲۱۹۲، مسلم: ۱۵۳۹، ابوداود: ۳۳۶۲، الترمذی: ۱۳۲۳، النسائی: ۷/۲۶۷، ابن ماجة: ۲۲۶۹، احمد: ۵/۱۸۱، مالک: ۲/۶۱۹، الدارمی: ۲۵۵۸، البیهقی: ۵/۱۸۶، الشافعی: ۲/۱۵۰، الطبرانی: ۴۷۶۷، عبدالرزاق: ۱۴۴۸۶، صحیح ابن حبان: ۵۰۰۱، ۵۰۰۲، المعجم الاوسط: ۳۳۹۴

۸۳۹: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت (اس شرط پر) عطا فرمائی کہ ان کو اندازہ سے ماپ کر فروخت کر دیا جائے۔ (بخاری ومسلم) جبکہ صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کے بارے میں (اس شرط پر) رخصت دی کہ باغ والا اندازے سے خشک کھجوریں دے کر تر کھجوریں خرید لیں۔

لغوی تحقیق: خرص: اندازہ لگانا۔ رطبا: راء مضموم اور طاء مفتوح، تر وتازہ۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ باغ کے مالک کی تکلیف کے پیش نظر بیع عرایا کی اجازت اس شرط پر دی گئی کہ کھجور کے درخت پر موجود پکی ہوئی کھجوروں کا اندازہ اس طرح لگایا جائے کہ یہ خشک ہونے کے بعد کس قدر رہ جائیں گی، پھر اسی مقدار کے برابر خشک کھجوریں دے کر باغ کا مالک وہ درخت کا پھل اپنے قبضہ میں لے لے۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت سہل بن ابی حثمہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے بھی مرفوع نقل کی ہے۔

۸۴۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ رَخَّصَ فِي بَيْعِ اَلْعَرَايَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ، فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الثمر علی رؤس النخل: ۲۱۹۰، ۲۱۹۱، مسلم: ۱۵۴۱، ابوداود: ۳۳۶۴، الترمذی: ۱۳۲۶، النسائی: ۷/۲۶۸، احمد: ۲/۳

۸۴۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت (اس شرط پر) دی کہ تر کھجوروں کا اندازہ لگا کر اس کے عوض خشک کھجوریں دے دی جائیں بشرطیکہ (درخت پر کھجوروں کا اندازہ) پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق ہو۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: اوسق: یہ وسق کی جمع ہے، وسق کی واؤ مفتوح اور سین ساکن ہے۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع نبوی آتے ہیں، پانچ وسق کا وزن عصری پیمانوں کے مطابق تقریبا ساڑھے سات سو کلو بنتا ہے۔

تشریح: اہل علم نے نصوص شرعیہ کی روشنی میں پانچ شرائط پر بیع عرایا کو جائز قرار دیا ہے۔ (۱) درختوں پر موجود کھجوریں خشک ہونے کے بعد پانچ وسق سے کم ہوں، کیونکہ پانچ وسق کے الفاظ آپ ﷺ کے نہیں بلکہ داود بن حصین نے شک کی بنا پر کہے ہیں، جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں چار وسق مذکور ہیں۔ (۲) مشتری کے پاس تازہ کھجوریں خریدنے کیلئے رقم نہ ہو۔ (۳) مشتری تازہ کھجوریں کھانے کا خواہش

مند ہو، جیسا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ چند انصاری مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے پاس تازہ کھجوریں خریدنے کیلئے نقدی نہیں ہے اور وہ بھی لوگوں کے ساتھ تازہ کھجوریں کھانا چاہتے ہیں، جبکہ ان کے پاس خشک کھجوریں ضرورت سے زیادہ ہیں۔(۴) اندازہ بڑی حد تک درست لگایا گیا ہو، کیونکہ بیع مزابنہ کی حرمت وزن کے مجہول ہونے کی وجہ سے ہے۔(۵) خشک کھجوریں سودے کے وقت ہی بائع کے سپرد کردیں جائیں۔

۸۴۱: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ بَيْعِ اَلثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ,نَهَى اَلْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ وَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاحِهَا؟ قَالَ " حَتَّى تَذْهَبَ عَاهَتُهَا "

بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها: ۲۱۹۴، مسلم: ۱۵۳۴، ابوداود: ۳۳۶۷، النسائی: ۲۶۲/۷، ابن ماجة: ۲۲۱۴، احمد: ۵۶/۲، الدارمی: ۲۵۵۵، ابن حبان: ۴۹۸۹

۸۴۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، (نیز) بائع اور مشتری دونوں کو اس سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری ومسلم) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ پھلوں کی صلاحیت سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب ان سے آفت کی وجہ سے نقصان کا خدشہ ٹل جائے۔"

لغوی تحقیق: الثمار: ثاء مکسور، یہ ثمرة کی جمع ہے یعنی پھل۔ یبدو: یہ بدو سے ماخوذ ہے یعنی ظاہر ہو جائے۔ صلاحها: پھلوں کی رنگت پکنے کی طرف مائل ہو جائے۔ عاهتها: ایسی آفت جو کھیتی یا پھلوں کو ضائع کردے یا ان میں کوئی واضح عیب پیدا کردے۔

۸۴۲: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ اَلثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ قِيلَ وَمَا زَهْوُهَا؟ قَالَ " تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ , وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ.

بخاری، کتاب البیوع، باب بیع النخل قبل ان یبدو صلاحها: ۲۱۹۵، ۲۱۹۷، مسلم: ۱۵۵۵، النسائی: ۲۶۴/۷، احمد: ۱۱۵/۳، مالک: ۶۱۸/۲، البیهقی: ۳۰۰/۵، ابن حبان: ۴۹۹۰-۴۹۹۲، الشافعی: ۱۴۸/۲، ابن الجارود: ۶۰۴، المعجم الاوسط: ۴۶۱۸

۸۴۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کو پکنے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ زهوها سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ سرخ یا زرد رنگ کے ہو جائیں۔" بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں

لغوی تحقیق: تذهی: علامت مضارع مضموم، زاء ساکن اور ھاء مکسور، پکنے کی وجہ سے اس کی رنگت سرخ یا زرد ہو جائے۔

تشریح: امام طبرانی نے اپنے طریق سے جو حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس میں الثمار کی جگہ النخل ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی النخل ہی ہے مگر اس میں تذهی کی جگہ یشقح ہے، معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔

۸۴۳: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهَى عَنْ بَيْعِ اَلْعِنَبِ حَتَّى يَسْوَدَّ ,وَعَنْ بَيْعِ اَلْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَّ. رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ ,إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها: ۳۳۷۱، الترمذی: ۱۲۵۱، ابن ماجة: ۲۲۱۷، احمد: ۲۲۱/۳، ابن حبان: ۴۹۹۳، ۴۹۹۴، الحاکم: ۱۹/۲، البیهقی: ۳۰۱/۵، الدارقطنی: ۴۸/۳، البغوی: ۲۰۸۲

۸۴۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کو سیاہ ہونے سے قبل فروخت کرنے سے قبل منع فرمایا، اور اناج کو سخت ہونے سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ (اسے پانچوں میں نسائی نے نہیں نقل کیا، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بالیوں کو ان کے سفید ہونے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۸۴۴: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَراً فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ ,فَلا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ؟" رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ ، أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ بِوَضْعِ اَلْجَوَائِحِ.

مسلم، کتاب المسا قا ة، باب وضع الجوائح: ۱۵۵۴، ابوداود: ۳۳۷۴، النسائی: ۷/۲۶۴، ابن ماجة: ۲۲۱۸، الدارمی: ۲۵۵۶، احمد: ۳/۳۰۹، البیھقی: ۵/۳۰۶

۸۴۴: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تو اپنے بھائی کو پھل فروخت کردے اور انہیں کوئی آفت آپہنچے تو تیرے لیے اس سے کچھ بھی وصول کرنا درست نہیں کیونکہ آپ اپنے بھائی کا مال ناحق کیسے لے سکتے ہیں۔" اسے مسلم نے بیان کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آفت کے نقصان کی مناسبت سے قیمت کم کرنے کا حکم فرمایا۔

لغوی تحقیق: جائحة: کوئی ایسی بڑی آفت جو مال کو تباہ کردے، شرعی اصطلاح میں ایسی آفت جو پھل کو مکمل طور پر یا جزوی طور پر نقصان پہنچائے

تشریح: درج بالا احادیث میں پھلوں کی صلاحیت کو مختلف رنگوں سے واضح کیا گیا ہے، جو پھل جس رنگت میں پکتا ہے، جب وہ وہی رنگت اختیار کرلے، تب اسے فروخت کرنا درست ہے۔ ایسی حالت میں فروخت کیے گئے پھل کو بھی اگر کوئی سماوی آفت نقصان پہنچادے تو اس صورت میں بائع پر لازم ہے کہ وہ نقصان کے تناسب سے قیمت فروخت میں کمی کردے۔

۸۴۵: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "مَنِ اِبْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ ,فَثَمَرَتُهَا لِلْبَائِعِ اَلَّذِي بَاعَهَا ,إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ اَلْمُبْتَاعُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المسا قا ة، باب الرجل یکون له ممر او شرب فی حائط: ۲۳۷۹، مسلم: ۱۵۴۳، ابوداود: ۳۴۳۳، الترمذی: ۱۲۶۷، النسائی: ۷/۲۹۷، ابن ماجة: ۲۲۱۱، مالک: ۲/۶۱۷، البیھقی: ۵/۳۲۴، عبدالرزاق: ۱۴۶۲۰، ابن حبان: ۴۹۲۱ ــ ۴۹۲۴، الطبرانی: ۱۳۳۰، شرح معانی الآثار: ۴/۲۶، احمد: ۲/۸۲، الشافعی: ۲/۱۴۸، حمیدی: ۶۱۳، ابن ابی شیبة: ۷/۱۱۲، ابن الجارود: ۶۲۸، ۶۲۹

۸۴۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے کھجور کے درخت پیوندکاری کے بعد خریدے، اس باغ کا پھل بائع کا ہے الا یہ کہ مشتری پھل لینے کی بھی شرط کرلے۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ابتاع: اس کا مادہ بیع ہے، اس مادہ کا اطلاق بائع اور مشتری دونوں پر ہوتا اور عموماً بائع سے مراد فروخت کنندہ ہوتا ہے، لیکن یہی مادہ جب باب افتعال میں استعمال ہوتو پھر اس پر خریدنے کا معنی غالب ہوتا ہے۔ یعنی اس نے خریدا۔ النخل: اس سے مراد کھجور کے درخت ہیں خواہ وہ نر ہوں یا مادہ کیونکہ اس کا اطلاق ہر دو پر ہوتا ہے، مادہ درخت کو نخلة اور نر درخت کو فحال یا فحل کہتے ہیں۔ تؤبر: علامت مضارع مضموم، ہمزہ مفتوح اور باء مشدد یعنی پیوند کیے گئے۔ کھجور کے درختوں کی پیوندکاری کی صورت اس طرح ہے کہ نر کھجور کے درخت کا گودا لے کر مادہ درخت کے خوشے میں رکھ دیا جاتا ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، کسی طریق میں؛ من اشتری؛ کسی میں؛ من ابتاع؛ اور کسی میں؛ من باع؛ ہے اور معنی تینوں کا ایک ہی ہے، یعنی جس نے خریدا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت سالم بن عبداللہ مفصل روایت نقل کرتے ہیں، جبکہ نافع نے اس حدیث کا نصف حصہ نقل کیا ہے، اس روایت کے طرق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ

حدیث آپ ﷺ سے بالواسطہ اور بلا واسطہ ہر دو طرح سے سنی ہے۔اسی کی مثل ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) درخت فروخت کرنا جائز ہیں۔(۲) فروخت کیے گئے درخت پیوند شدہ ہوں تو ان کے پھل کا مالک فروخت کنندہ ہوگا۔(۳) اگر خریدار پیوند شدہ درخت خریدتے وقت یہ کہہ دے کہ میں پھل سمیت درخت خرید رہا ہوں تو پھر پھل کا مالک خریدار ہوگا۔(۴) غیر پیوند شدہ درختوں کے پھلوں کا مالک خریدار ہوگا۔(۵) درختوں کو پیوند کرنا جائز ہے، مگر عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ ان کا پھل اللہ کی توفیق سے زیادہ ہوگا۔

۵۔ اَبْوَابُ السَّلَمِ وَ الْقَرْضِ وَ الرِّهْنِ پیشگی ادائیگی، قرض اور گروی کے مسائل کا بیان

۸۴۶: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ ,وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ ,فَقَالَ "مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ,وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ ,إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِلْبُخَارِيِّ "مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ"**

البخاری، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم: ۲۲۴۰، مسلم: ۱۶۰۴، ابوداود: ۳۴۶۳، الترمذی: ۱۳۳۳، النسائی: ۷/۲۹۰، ابن ماجة: ۲۲۸۰، احمد: ۱/۲۸۲، الدارمی: ۲۵۸۳، ابن الجارود: ۶۱۴، الدارقطنی: ۳/۳، البیهقی: ۶/۱۸، معرفة السنن والآثار: ۴/۴۰۲

۸۴۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (جب) مدینہ تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ پھلوں کی قیمت ایک سال اور دو سال کے لیے پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص پھلوں کی قیمت پیشگی ادا کرے اسے چاہیے کہ وہ پیشگی رقم متعین ماپ، تول اور متعین مدت کے لیے کرے۔" (بخاری و مسلم) بخاری میں ہے کہ "جو شخص کسی بھی چیز کی پیشگی قیمت ادا کرے۔"

لغوی تحقیق: السلم: سین اور لام دونوں مفتوح ہیں۔اہل زبان کے نزدیک السلم اور السلف مترادف الفاظ ہیں۔اس بیع کو سلم اس لیے کہتے ہیں کہ خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لینے سے قبل ہی اس کی قیمت ادا کر دی جاتی ہے۔شرعی اصطلاح میں اس بیع کو سلم کہا جاتا ہے، جس میں بیع کی قیمت اسی مجلس میں ادا کر دی جائے جس مجلس میں بیع کی گئی ہو جبکہ خریدی ہوئی چیز ایک متعین مدت پر قبضہ میں لی جائے۔وهم یسلفون: اس میں واؤ حالیہ ہے یعنی جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت اہل مدینہ مبیع کی قیمت پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے۔السنة: اسے دو وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے منصوب پڑھا جاتا ہے۔(۱) اس کے شروع سے الیٰ حرف جار حذف کر دیا گیا ہے۔(۲) یا پھر مصدر اسلاف حذف کیا گیا ہے۔

تشریح: اہل علم نے کتاب و سنت اور آثار کی روشنی میں بیع سلم کے جواز کو چند شرائط سے مقید کیا ہے۔(۱) جس چیز کا سودا کیا جائے اس کا ماپ تول معلوم ہونا چاہیے۔(۲) اس چیز کی قیمت معلوم ہو، نیز قیمت مجلس عقد ہی میں ادا کر دی جائے۔(۳) جس چیز کی بیع کی جائے اس چیز کی سپردگی کا وقت اور جگہ کا تعین بھی مجلس عقد میں طے کیا جائے۔(۴) بائع وقت متعین پر مشتری کو پھل کی صورت میں درخت سے اتار کر اور اناج کی صورت میں بالیوں وغیرہ سے نکال کر دینے کا ذمہ دار ہو۔

فقہی احکام: امام شافعی فرماتے ہیں کہ بیع سلف کے جائز ہونے میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔

٨٤٧: وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رضي الله عنهما قَالَا كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّامِ ,فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّبِيبِ. وَفِي رِوَايَةٍ، وَالزَّيْتِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى، قِيلَ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالَا مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب السلم، باب السلم فی وزن معلوم: ۲۲۴۲ ، ۲۲۴۳ ، باب السلم الی اجل معلوم: ۲۲۵۴ ، ۲۲۵۵، ابوداود: ۳۴۶۴، النسائی: ۲۸۹/۷، ابن ماجة: ۲۲۸۲، احمد: ۳۵۴/۴، البیهقی: ۲۰/۶

۸۴۷: عبدالرحمٰن بن ابزی اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے، ہمارے پاس شام کے قبطیوں میں سے کچھ لوگ آتے تھے، ہم انہیں پیشگی قیمت دے کر ان سے گندم، جو اور منقیٰ اور ایک روایت میں زیتون کا بھی ذکر ہے، مدت متعین پر بیع سلف کر لیا کرتے تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ لوگ کاشتکار تھے، انہوں نے جواب دیا ہم نے ان سے اس قسم کا سوال نہیں کیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: المغانم: یہ مغنم کی جمع ہے، اس سے مراد وہ مال ومتاع ہے جو مسلمانوں کو کفار سے لڑائی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ انباط: ہمزہ مفتوح اور نون ساکن، یہ نبــط یا نبیــط کی جمع ہے۔ یہ لوگ اصل اعتبار سے عرب تھے، مگر عجمیوں میں رہنے کی وجہ سے ان کا نسب خلط ملط اور زبان بگڑ گئی تھی، بنابریں یہ لوگ عجم میں شمار ہونے لگے تھے۔ ان لوگوں کے مذکورہ نام سے معروف ہونے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ لوگ زمین سے پانی نکالنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے، کنویں یا بورنگ سے نکلنے والے سب سے پہلے پانی کو نبط کہا جاتا ہے، عصر حاضر میں ان لوگوں کو" بتراء" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تشریح: مذکورہ حدیث امام بخاری نے کتــاب السلــم میں تین طرق سے نقل کی ہے، مؤلف رحمہ اللہ نے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ دو طرق سے ماخوذ ہیں۔ نیز ان میں سے ایک طریق میں کھجور کا بھی ذکر ہے۔

فقہی احکام: پیشگی قیمت دے کر اناج اور پھل کاشتکار اور غیر کاشتکار ہر دو سے خریدا جا سکتا ہے، تاہم اس میں مذکورہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

٨٤٨: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَائَهَا ,أَدَّى اللَّهُ عَنْهُ ,وَمَنْ أَخَذَهَا يُرِيدُ إِتْلَافَهَا ,أَتْلَفَهُ اللَّهُ " رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الاستقراض واداء الدیون و الحجر و التفلیس، باب من اخذ اموال الناس یرید اداء ها: ۲۳۸۷، ابن ماجة: ۲۴۱۱، احمد: ۳۶۱/۲

۸۴۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص لوگوں کا مال لے اور وہ اسے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا فرما دے گا، اور جس شخص نے مال ضائع کرنے کی نیت سے لیا ہو، اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دے گا۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: اتلاف: ضائع کرنا۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جو شخص لوگوں سے قرض اس نیت سے لیتا ہے کہ وہ قرض واپس کرے گا تو ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ حمایت ونصرت فرماتا ہے اور اسے قرض واپس کرنے کی توفیق بخش دیتا ہے اور جو شخص کسی کے مال کو ہڑپ کرنے کی نیت سے بطور قرض لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس مال سے خیر وبرکت سلب کر لیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مال اس شخص کی ضرورت پوری کیے بغیر ختم ہو جاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بوقت ضرورت قرض لیا جا سکتا ہے۔ (۲) قرض لیتے وقت اس کی واپسی کی نیت رکھنا ضروری ہے۔

(۳) نیک نیتی سے لیا ہوا قرض باعث خیر و برکت ہوتا ہے۔(۴) بدنیتی سے لیا گیا قرض خیر و برکت سے عاری ہوتا ہے۔

۸۴۹: وَعَنْ عَائِشَةَ ﷞ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنَّ فُلَاناً قَدِمَ لَهُ بَزٌّ مِنَ اَلشَّامِ ,فَلَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ ,فَأَخَذْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ بِنَسِيئَةٍ إِلَى مَيْسَرَةٍ؟ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ ,فَامْتَنَعَ. أَخْرَجَهُ اَلْحَاكِمُ، وَالْبَيْهَقِيُّ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

البيهقي، كتاب البيوع، باب لا يجوز السلف حتى يكون بثمن معلوم: ۱۱۲۹۶، الحاكم: ۲۴/۲، مسند احمد: ۲۵۱۹۵، النسائي: ۲۹۴/۷

۸۴۹: حضرت عائشہ ﷞ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! فلاں شخص کا شام سے کپڑا آیا ہے، اگر آپ ﷺ اس کی طرف کسی کو بھیج دیں اور آپ ﷺ بھی اس سے دو کپڑے آسان مدت تک ادھار حاصل کر لیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی طرف ایک شخص کو بھیج دیا مگر اس (بد بخت) نے ادھار دینے سے انکار کر دیا۔ (اسے حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: بز: باء مفتوح اور زاء مشدد، ایک قسم کا قدر باریک کپڑا۔ نسيئة: ادھار۔ ميسرة: آسان مدت یعنی تونگری اور کشادگی وغیرہ۔

تشریح: حلیق نامی ایک بد بخت اور کذاب یہودی تاجر تھا، آپ ﷺ کا قاصد جب اس کے پاس گیا تو اس نے الزام تراشی کرتے ہوئے کہا کہ محمد ﷺ اس بہانے میرے کپڑے ہتھیانا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ جب اس کے جواب سے آگاہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ وہ (یہودی) جانتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر ڈرنے والا، سب سے زیادہ سچی بات کرنے والا اور سب سے بڑھ کر امانتیں اور قرض واپس کرنے والا ہوں۔"

فقہی احکام: (۱) غیر مسلموں سے خرید و فروخت کرنا درست ہے۔(۲) کفار کے بنے ہوئے یا رنگے ہوئے کپڑے اصلاً پاک ہیں۔ (۳) قرض لیتے وقت یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت واپس کروں گا جب میرے پاس رقم ہو گی۔(۴) آسان مدت پر لیا گیا قرض کشادگی آتے ہی ادا کرنا ضروری ہے۔(۵) غیر مسلم اگر بدزبانی کرے تو اسے جھوٹا کہنا جائز ہے۔(۶) ایسے لوگوں سے بھی کاروبار کیا جا سکتا ہے جن کی آمدنی مشکوک ہو۔

۸۵۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷜ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ,وَلَبَنُ اَلدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا ,وَعَلَى اَلَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ اَلنَّفَقَةُ" رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاري، كتاب الرهن، باب الرهن مركوب و محلوب: ۲۵۱۲، ابوداود: ۳۵۲۶، الترمذي: ۱۲۵۴، ابن ماجة: ۲۴۴۰، احمد: ۴۷۲/۲، الدارقطني: ۳۴/۳، البيهقي: ۳۸/۶، ابن الجارود: ۶۶۵

۸۵۰: حضرت ابو ہریرہ ﷜ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گروی میں رکھے ہوئے جانور پر سواری اس کے چارے کے عوض کی جا سکتی ہے، اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ اس کے چارے دانے کے عوض پیا جا سکتا ہے اور جو شخص سواری کرتا ہے اور دودھ پیتا ہے، اس جانور کا چارہ دانہ اسی پر ہے۔" (بخاری)

لغوی تحقیق: الظهر: ظاء مفتوح اور ہاء ساکن، پیٹ کی ضد یعنی پشت، لیکن یہاں اس سے مراد سواری والے جانور ہیں۔ الدر: دال مفتوح اور راء مشدد، یعنی دودھ والے جانور۔ مرهونا: یہ رهن سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی ساکن اور دائم کے ہیں جیسا کہ کھڑے پانی کو ماء راهن کہا جاتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس مال کو رھن کہا جاتا ہے جو قرض دینے والا المقروض سے بطور ضمانت طلب کرتا ہے۔ گروی دینے والے کو راھن اور لینے والے کو مرتھن کہا جاتا ہے۔

تشریح: دوران سفر طے ہونے والے معاملات میں رھن رکھنے پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے، جبکہ جمہور اہل علم کے نزدیک حضر میں بھی کوئی چیز

گروی رکھی جاسکتی ہے۔ اہل علم نے اس کے جواز کو چند شرائط سے مقید کیا ہے۔(۱) فریقین گروی چیز کے لین دین کا اقرار کریں۔(۲) جو چیز گروی رکھی جائے اس کی جنس اور مالیت کی وضاحت ہونی چاہیے۔

فقہی احکام: (۱) مرھون اشیا سے انتفاع جائز ہے۔(۲) مرھون اشیا کی دیکھ بھال اوران پر اٹھنے والے اخراجات کا ذمہ دار مرتہن ہے۔ (۳) جانور بھی گروی رکھا جاسکتا ہے۔

نوٹ: احسان کا تقاضہ ہے کہ مرتہن گروی چیز سے اسی قدر فائدہ حاصل کرے جس قدر اس نے اس پر اخراجات کیے ہوں، اور اخراجات سے زائد رقم اس چیز کے مالک کو واپس کردے۔

۸۵۱: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "لَا يَغْلَقُ اَلرَّهْنُ مِنْ صَاحِبِهِ اَلَّذِي رَهَنَهُ ,لَهُ غُنْمُهُ ,وَعَلَيْهِ غُرْمُهُ" رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ, وَالْحَاكِمُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ إِلَّا أَنَّ اَلْمَحْفُوظَ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ وَغَيْرِهِ إِرْسَالُهُ.

الدارقطنی: ۳۳/۳، الحاکم: ۲/۵۱، البیہقی: ۳۹/۶، مراسیل ابی داؤد: ۱۸۶، ابن حبان: ۵۹۳۴، الشافعی: ۲/۱۶۴، مؤطا: ۷۲۸/۲، الطحاوی: ۱۰۰/۴، عبدالرزاق: ۱۵۰۳۳، الاحکام الوسطی: ۲۷۹/۳، التمہید: ۴۳۰/۶

۸۵۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گروی چیز اس کے مالک کے لیے بند نہیں کی جائے گی، اس سے فائدہ بھی وہی اٹھائے گا اور تاوان کا ذمہ دار بھی وہی ہوگا۔" (اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، البتہ امام ابوداؤد وغیرہ کے نزدیک اس روایت کا مرسل ہونا درست ہے۔)

لغوی تحقیق: لا یغلق: علامت مضارع مفتوح، غین ساکن اور لام مفتوح۔ قبل از اسلام جب کوئی شخص قرض کے عوض کوئی چیز اپنے پاس گروی رکھتا تو یہ طے کرلیتا کہ اگر مقروض نے مدت متعین پر قرض واپس نہ کیا تو مرتہن اس چیز کا مالک بن جائے گا، آپ ﷺ نے "لا یغلق الرھن.." فرما کر اس ظالمانہ دستور کو باطل قرار دیدیا۔ غنمة: غین مضموم اور نون ساکن، ثمرہ یا فائدہ۔ غرمة: غین مضموم اور راء ساکن، تاوان۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اگر راھن وقت متعین پر قرض ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے تو اس صورت میں بھی مرتہن اسے اس کی چیز سے محروم نہیں کرسکتا، البتہ اگر راھن قرض ادا کرنے سے قطعی عاجز آجائے تو پھر اس چیز کو باہمی رضامندی سے فروخت کرکے مرتہن اپنا قرض وصول کرلے اور دیگر رقم راھن کے حوالے کردے۔ اگر وہ چیز مرتہن کی دیکھ بھال کے باوجود تلف ہوجاتی ہے تو مرتہن پر کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا اور اس کا قرض راھن پر بدستور قائم رہے گا۔

امام زہری سے یہ روایت مرفوع اور مرسل ہر دو طرح سے منقول ہے، امام مالک، معمر، یونس اور ابن ابی ذئب نے زہری سے مرسل نقل کی ہے، جبکہ زیاد بن سعد اور اسحاق بن راشد نے مرفوع نقل کی ہے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ زیاد بن سعد ثقات حفاظ میں سے ہیں، بنابریں یہ سند متصل ہے۔ علامہ ابن عبدالبر اور حافظ عبدالحق کی بھی یہی رائے ہے۔ امام ابوداؤد اور امام بیہقی کے نزدیک اس روایت کا مرسل ہونا صائب ہے۔ علامہ طحاوی نے اس روایت کے آخری جملے کو مدرج قرار دیا ہے۔

۸۵۲: وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِن اِبِلِ اَلصَّدَقَةِ ,فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ أَنْ يَقْضِيَ اَلرَّجُلَ بَكْرَهُ, فَقَالَ لَا أَجِدُ إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًا, قَالَ" أَعْطِهِ إِيَّاهُ ,فَإِنَّ خِيَارَ اَلنَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

مسلم، کتاب البیوع، باب من استسلف شیئاً فقضیٰ خیرا منه: ۱۶۰۰، ابوداود: ۳۳۴۶، الترمذی: ۱۳۱۸، النسائی: ۲۹۱/۷، ابن ماجة: ۲۲۸۵، احمد: ۳۹۰/۶، المؤطا: ۶۸۰/۲، الدارمی: ۲۵۶۵، البیہقی: ۲۱/۶، معرفة السنن والآثار: ۴۰۷/۴

۸۵۲: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے کسی آدمی سے ایک جوان اونٹ عاریۃ لیا، چنانچہ آپ ﷺ کے پاس جب

زکوٰۃ کے اونٹ آئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس شخص کو جوان اونٹ دے دو۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ فقط سات سالہ اونٹ ہے اور یہ اس سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے وہی دے دو، کیونکہ لوگوں میں سے بہترین انسان وہ ہے جو ادائیگی کے اعتبار سے ان سب سے بہتر ہو۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **استسلف**: ادھار لیا۔ **بکراً**: باء مفتوح اور کاف ساکن، جوان اونٹ، اس کی جمع ابکر اور بکار آتی ہے۔ **خیاراً**: خاء مکسور، عمدہ۔ **رباعیاً**: راء مفتوح باء کو مخفف اور مشدد ہر دو طرح سے پڑھنا درست ہے۔ ایسا اونٹ جو اپنی عمر کے چھ سال پورے کر کے ساتویں سال میں لگ جائے۔ اس عمر میں پہنچ کر اونٹ عموماً چوگا ہو جاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) بوقت ضرورت استعمال کی چیز عاریۃً لی جاسکتی ہے۔ (۲) قرض کی ادائیگی کے وقت مقروض اپنی مرضی سے غیر مشروط طور پر قرض خواہ کو اس کی چیز سے بہتر یا زیادہ ادا کر دے تو جائز ہے۔ (۳) امیر المؤمنین بیت المال پر صوابدیدی اختیار رکھتا ہے۔

۸۵۳:وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا" رَوَاهُ اَلْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ وَإِسْنَادُهُ سَاقِطٌ

مسند الحارث بن ابی اسامۃ: ۴۳۶، المطالب العالیۃ: ۱۴۵۳، اتحاف الخیرۃ: ۳۹۱۲

۸۵۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ قرض جو (اپنے ساتھ) منافع کھینچ لائے، وہ سود ہے۔" (اسے حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند اعتبار کے قابل نہیں۔)

لغوی تحقیق: **جر**: جیم مفتوح اور راء مشدد مفتوح، کھینچ لائے۔

تشریح: اس روایت کا مدار سوار بن مصعب پر ہے، موصوف پر اہل علم نے سخت جرح کی ہے، بنابریں مؤلف رحمہ اللہ نے اسے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ حدیث فی نفسہٖ اگرچہ ضعیف ہے، مگر آثار صحابہ اس کے مؤید ہیں، جیسا کہ دو شواہد کی طرف مؤلف رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ نیز اہل علم کا قولی اور عملی اجماع بھی اسی پر ہے۔

۸۵۴:وَلَهُ شَاهِدٌ ضَعِيفٌ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ اَلْبَيْهَقِيِّ .

السنن الکبری للبیہقی، کتاب البیوع، باب کل قرض جر منفعۃ فھو ربا: ۱۱۰۹۲، اتحاف الخیرۃ: ۴۱۳/۳، التلخیص: ۳۴/۳، معرفۃ السنن والآثار: ۳۹۱/۴

۸۵۴: حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ضعیف روایت اس کی شاہد ہے، اسے بیہقی نے بیان کیا ہے۔

تشریح: ابومرزوق **تجیبی** بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول ﷺ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو قرض اپنے ساتھ نفع لے کر آئے وہ بھی سود کی اقسام میں سے ہے۔ امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فقط موقوف کہنے پر اکتفا کیا ہے، یعنی اس کی سند پر نقد نہیں کیا، خود مؤلف رحمہ اللہ نے بھی **التلخیص الحبیر** میں اسے موقوف کہنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ بوصیری نے بھی اسے اتحاف میں نقل کرنے کے بعد اس پر نقد نہیں کیا۔

۸۵۵:وَآخَرُ مَوْقُوفٌ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عِنْدَ اَلْبُخَارِيِّ.

البیہقی، کتاب البیوع، باب کل قرض جر منفعہ فھو ربا: ۱۱۰۹۳، صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب عبداللہ بن سلام: ۳۸۱۴

۸۵۵: اس کا ایک دوسرا شاہد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو امام بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے۔

تشریح: اسی طرح کی ایک موقوف روایت محمد بن سیرین نے نقل کی ہے، جس میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مکالمہ مذکور ہے، تاہم یہ اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسی طرح کا ایک اثر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے، مگر وہ اثر بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ البتہ اس مفہوم کی موقوف روایات حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے صحیح سند سے مروی ہے۔

فقہی احکام: قرض خواہ، مقروض سے اس وقت تک ھدیہ وغیرہ بھی وصول نہ کرے جب تک اس کے ذمہ اس کا قرض واجب الادا ہو۔ البتہ قرض کے معاملہ سے قبل بھی اگر وہ ایک دوسرے کو تحائف دیتے رہتے ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

٦۔ بَابُ التَّفْلِيْسِ وَ الْحَجْرِ — مقروض کو مفلس قرار دینا اور اسے تصرف سے روکنے کا بیان

٨٥٦: عَنْ أَبِی بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ,عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ أَفْلَسَ ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَمَالِكٌ مِنْ رِوَايَةِ أَبِی بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مُرْسَلًا بِلَفْظِ " أَيُّمَا رَجُلٍ بَاعَ مَتَاعًا فَأَفْلَسَ الَّذِی ابْتَاعَهُ ,وَلَمْ يَقْبِضِ الَّذِی بَاعَهُ مِنْ ثَمَنِهِ شَيْئًا ,فَوَجَدَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ, وَإِنْ مَاتَ الْمُشْتَرِی فَصَاحِبُ الْمَتَاعِ أُسْوَةُ الْغُرَمَاءِ " وَوَصَلَهُ الْبَيْهَقِیُّ ,وَضَعَّفَهُ تَبَعًا لِأَبِی دَاوُدَ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَهْ مِنْ رِوَايَةِ عُمَرَ بْنِ خَلْدَةَ قَالَ أَتَيْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ فِی صَاحِبٍ لَنَا قَدْ أَفْلَسَ ,فَقَالَ لَأَقْضِيَنَّ فِيكُمْ بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "مَنْ أَفْلَسَ أَوْ مَاتَ فَوَجَدَ رَجُلٌ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ " وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ وَضَعَّفَ أَبُو دَاوُدَ هَذِهِ الزِّيَادَةَ فِی ذِكْرِ الْمَوْتِ

البخاری، کتاب الاستقراض، باب اذا وجد ماله عند مفلس فی البیع و القرض: ٢٤٠٢، مسلم: ١٥٥٩، ابوداود: ٣٥١٩، الترمذی: ١٢٨٥، النسائی: ٣١١/٧، ابن ماجة: ٢٣٥٨، مؤطا: ٦٧٨/٢، الدارمی: ٢٥٩٠، الدارقطنی: ٢٩/٣، البیهقی: ١١٤٢٢ - ١١٤٢٤، ابن حبان: ٥٠٣٦ - ٥٠٣٩، وباللفظ الحدیث الثانی ابوداود: ٣٥٢٠، ٣٥٢٢، مالک: ٦٧٨/٢، الدارقطنی: ٣٠/٣، عبدالرزاق: ١٥١٥٨ - ١٥١٦٤، و باللفظ الحدیث الثالث البیهقی: ١١٤٣٦، ابوداود: ٣٥٢٣، ابن ماجة: ٢٣٦٠، الحاکم: ٥٠/٢، ٥١، ابن الجارود: ٦٣٤، فتح الباری: ٦٤/٥، الجوهر النقی: ٤٧/٦، شرح السنة للبغوی: ١٨٧/٧

٨٥٦: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "جو شخص کسی ایسے آدمی کے پاس جو مفلس ہو چکا ہو، اپنا مال اسی شکل میں پائے وہ دیگر کے مقابلے میں اس کا زیادہ حقدار ہے۔" (بخاری و مسلم) امام ابوداؤد اور امام مالک نے حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے مرسل روایت درج ذیل الفاظ میں نقل کی ہے: "کوئی شخص کسی ایسے آدمی کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دیتا ہے جو مفلس ہو چکا ہو اور اس شخص نے اس آدمی سے اپنی چیز کی قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہ کیا ہو، اور وہ شخص اس آدمی کے پاس اپنی چیز اصل حالت میں پالے تو وہی اس کا حقدار ہے، اگر خریدار مر جائے تو پھر یہ شخص بھی دیگر قرض خواہوں کی صف میں شامل ہوگا۔" (امام بیہقی نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے اور امام ابوداؤد کی پیروی کرتے ہوئے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔) امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے عمر بن خلدہ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ایک ساتھی کے لیے جو مفلس ہو گیا تھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا، میں تمہارے معاملے میں وہی فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ "جو

شخص مفلس ہو جائے اور دوسرا کوئی شخص اس کے ہاں اپنا مال اصل شکل میں پالے تو وہی اس کا حقدار ہے۔" (اسے امام حاکم نے صحیح اور امام ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے، نیز انہوں نے موت کے تذکرے والے اضافہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **التفلیس**: یہ **الفلس** سے ماخوذ ہے یعنی نقدی کی سب سے چھوٹی قدر، فقہی اصطلاح میں اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر قرض اس کے پاس موجود اثاثہ جات سے زیادہ ہو۔ **الحجر**: اس کے لفظی معنی تنگی یا روکنے کے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں اس سے مراد مقروض مفلس یا کسی دوسرے انسان کو اپنے مال میں جزوی یا کلی تصرف سے روکنا ہے۔ **بعینه**: اس چیز میں کمی بیشی یا کسی اور طرح سے تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو۔ **اسوۃ**: ہمزہ کو مضموم اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے یعنی برابر۔ **الغرماء**: غین مضموم اور راء مفتوح، یہ **غریم** کی جمع ہے یعنی قرض خواہ۔ **صاحب المتاع**: فروخت کرنے والا۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث عمر بن خلدہ اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن نقل کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے یہ روایت مرفوع اور مرسل ہر دو طرح سے نقل کی ہے۔ یعنی ایک طریق میں ہے کہ "جو شخص اپنا مال اصل حالت میں کسی مفلس آدمی کے پاس پائے وہی اس مال کا زیادہ حقدار ہے۔" یہ روایت ہر قسم کے غبار سے پاک ہے۔ نیز اسی مفہوم کی صحیح مرفوع احادیث حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے۔

موصوف سے مروی دوسرے مرفوع طریق میں ہے "اگر بائع، مفلس مشتری کے پاس اپنا مال اصلی حالت میں پائے تو وہی اس کا حقدار ہے، لیکن اگر مشتری فوت ہو چکا ہو تو پھر بائع کو یہ استحقاق حاصل نہیں۔" اس روایت کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے موصولاً نقل کرنے کے بعد اس پر عدم صحت کا حکم لگایا ہے۔ اس مرفوع طریق کا مرکزی راوی اسماعیل بن عیاش ہے، موصوف نے یہ روایت زبیدی اور موسیٰ بن عقبہ کے واسطے سے امام زہری سے نقل کی ہے۔ زبیدی سے مروی طریق میں مفلس مشتری کی موت کا ذکر ہے جبکہ موسیٰ بن عقبہ سے مروی طریق میں مفلس مشتری کی موت کا ذکر نہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی نے اسماعیل بن عیاش کو مضطرب الحدیث کہا ہے، اور امام زہری سے یہ روایت موصولاً ثابت نہیں۔ بعینہ یہی الفاظ امام دارقطنی نے اپنی **سنن** میں نقل کیے ہیں۔ جبکہ امام ابن خزیمہ اور علامہ ابن ترکمانی حنفی نے اسماعیل بن عیاش عن الزبیدی والے طریق کو صحیح قرار دیا ہے۔ راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے، کیونکہ اسماعیل بن عیاش اپنے شامی مشائخ سے مروی روایات میں ثقہ ہے اور زیر مطالعہ روایت وہ اپنے شامی شیخ محمد بن الولید زبیدی سے نقل کرتا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے عمر بن خلدہ کے طریق سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو مرفوع حدیث نقل کی ہے وہ امام زہری سے مروی طریق کے مخالف ہے، اس طریق کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے **فتح الباری** میں اسے حسن کہا ہے، مگر امام ابو حاتم، امام ابوداؤد، امام طحاوی، علامہ ابن عبدالبر اور امام ذھبی نے اسے معلول کہا ہے۔ راقم کے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔ لہٰذا اس روایت کا تعارض امام زہری سے مروی طریق کے لیے مضر نہیں۔

فقہی احکام: (۱) مفلس مقروض یا مشتری کے پاس جس شخص کا مال اپنی اصلی حالت میں ہو وہی اس کا حقدار ہے۔ (۲) بائع اگر مفلس مشتری سے اپنی چیز کی کچھ قیمت وصول کر چکا ہو اور اس کے مفلس ہونے کے بعد وہ چیز مشتری کے پاس اصل حالت میں ہو تو اسے فروخت کر کے پہلے بائع کی بقیہ رقم ادا کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے قضایا سے ثابت ہے۔ (۳) اگر مفلس مقروض یا مشتری وفات پا جائے تو اس کے چھوڑے ہوئے ترکہ میں تمام قرض خواہ اپنے اپنے حصہ کے تناسب سے حقدار ہوں گے، اگر چہ ان میں سے کسی ایک کی کوئی چیز اس

کے ہاں اصل حالت میں موجود ہو۔

۸۵۷: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَلشَّرِيدِ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَيُّ اَلْوَاجِدِ يُحِلُّ عِرْضَهُ وَعُقُوبَتَهُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ ,وَعَلَّقَهُ اَلْبُخَارِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، كتاب الاقضية، باب فی الحبس فی الدين وغيره: ۳۶۲۸، النسائی: ۷/۳۱۶، ابن ماجة: ۲۴۲۷، احمد: ۳۸۸/۴، ۳۸۹، مشكل الآثار: ۴۱۳/۱، الطبرانی: ۷۲۴۹، البيهقی: ۵۱/۶، البخاری: ۶۱/۵، الحاكم: ۱۰۲/۴، ابن حبان: ۵۰۸۹، ۵۰۹۰، الشافعی: ۲۴۵، مسلم: ۱۵۶۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۴۴۹، ۳۶۴۰، ۴۶۵۲، ۸۵۷۷

۸۵۷: حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مالدار کا قرض کی ادائیگی میں بلاعذر شرعی تاخیر کرتے رہنا، اسے بے عزت کرنے اور سزا دینے کو درست قرار دیتا ہے۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے (موصولاً) اور امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے جبکہ امام ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: لیّ: لام مفتوح، یاء مشدد، یہ لوی یلوی کا مصدر ہے یعنی بلاعذر ادائیگی میں تاخیر کرنا۔ الواجد: یہ وجد سے ماخوذ ہے، ایسا مالدار جو قرض کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو۔ یحل: علامت مضارع مضموم یعنی درست قرار دیتا ہے۔ عرضه: عین مکسور اور راء ساکن یعنی عزت یا شکایت عقوبة: عین اور قاف مضموم، قید کرنا۔

تشریح: اس طرح کی ایک مرفوع حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں مالدار شخص کے ٹال مٹول کرنے کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ حدیث صحیحین کی شرط کے مطابق ہے۔

فقہی احکام: (۱) مالدار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (۲) ایسے شخص کو چار آدمیوں کے روبرو بے عزت کرنا جائز ہے۔ (۳) قاضی ایسے آدمی کو اس وقت تک قید رکھ سکتا ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے۔

۸۵۸: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فِي ثِمَارٍ اِبْتَاعَهَا ,فَكَثُرَ دَيْنُهُ ,فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ" فَتَصَدَّقَ اَلنَّاسُ عَلَيْهِ ,وَلَمْ يَبْلُغْ ذَلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ ,فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ لِغُرَمَائِهِ "خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ ,وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب المساقات، باب استحباب الوضع من الدين: ۱۵۵۶، ابوداود: ۳۴۶۹، النسائی: ۲۶۵/۷، ابن ماجة: ۲۳۵۶، احمد: ۳۶/۳، الحاكم: ۴۱/۲، البيهقی: ۳۰۵/۵، ابن حبان: ۵۰۵۰، ۳۳۳۱، ۳۳۳۷، ۵۰۳۳، البغوی: ۲۱۳۵

۸۵۸: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد طیبہ میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں خسارہ کا سامنا پڑ گیا، بنابریں وہ بہت زیادہ مقروض ہو جانے کی وجہ سے مفلس ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس پر صدقہ کرو۔" لوگوں نے اس پر صدقہ کیا، لیکن وہ صدقہ بھی قرض کی ادائیگی کے لیے ناکافی رہا، پھر آپ ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے کہا" جو کچھ تمہیں مل گیا ہے یہی لے لو، کیونکہ تمہارے لیے بس یہی کچھ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: اصیب رجل: اس آدمی کو کسی آفت کا سامنا ہوا، یعنی اس شخص نے پھلوں کے جو باغات خریدے تھے وہ کسی آفت کی زد میں آ گئے تھے

تشریح: خرید کئے گئے پھل دار باغات اگر کسی آفت کی زد میں آ جائیں تو پھر اس کا مداوہ دو طرح سے ہوگا۔ (۱) آفات کی وجہ سے جس تناسب سے نقصان ہو، اسی تناسب سے بائع مشتری کو رقم چھوڑ دے، جیسا کہ حضرت جابر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث سے ثابت

ہوتا ہے۔(۲) بائع کی مالی حالت اگر کمزور ہو تو پھر اہل ثروت کو صدقہ خیرات کرنے کی رغبت دلائی جائے، اس مد سے حاصل ہونے والی رقم بائع کو دے دی جائے، اس سے اگر ادائیگی ہو جائے تو بہتر ورنہ باقی رقم بائع چھوڑ دے۔

فقہی احکام: مالدار آدمی اگر مفلس ہو جائے تو اسے سہارا دینے کیلئے زکوٰۃ وغیرہ دی جا سکتی ہے۔

۸۵۹: وَعَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ,عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَجَرَ عَلَى مُعَاذٍ مَالَهُ ,وَبَاعَهُ فِي دَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ ,وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مُرْسَلًا ,وَرَجَّحَ إِرْسَالَهُ.

الدارقطني : ۲۳۱/۴، حاکم: ۵۸/۲، البيهقي: ۴۸/۶، مراسيل ابوداود: ۱۷۲

۸۵۹: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا، اور ان کا مال اس قرض کے عوض فروخت کر دیا جو ان پر تھا (اسے دارقطنی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ ابوداؤد نے مرسل بیان کیا ہے اور اس کے مرسل ہونے ہی کو راجح قرار دیا ہے۔)

تشریح: ہشام بن یوسف نے یہ روایت معمر سے مرفوع نقل کی ہے جبکہ عبداللہ بن مبارک نے معمر سے مرسل نقل کی ہے، علامہ عبدالحق نے مرسل طریق کو متصل کے مقابلہ میں زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) مقروض کو اس کے مال میں تصرف سے روکنے کا حکم قاضی یا حاکم دے سکتا ہے تاکہ تمام قرض خواہوں کو ان کے قرض کے تناسب سے رقم مل سکے (۲) مقروض کو قاضی فقط اس وقت اس کے مال میں تصرف کرنے سے روکنے کا مجاز ہے جب اس کا مال اس کے قرض سے کم ہو۔

۸۶۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ عُرِضْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ ,وَأَنَا ابْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً ,فَلَمْ يُجِزْنِي ,وَعُرِضْتُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ,وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً ,فَأَجَازَنِي. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبَيْهَقِيِّ، فَلَمْ يُجِزْنِي ,وَلَمْ يَرَنِي بَلَغْتُ وَصَحَّحَهَا ابْنُ خُزَيْمَةَ.

البخاري، كتاب الشهادات، باب بلوغ الصبيان: ۲۶۶۴، و في كتاب المغازي، باب غزوة الخندق: ۴۰۹۷، مسلم: ۱۸۶۸، ابوداود: ۴۴۰۶، الترمذي: ۱۷۱۱، ابن ماجة: ۲۵۴۳، احمد: ۱۷/۲، البيهقي: ۸۳/۳، ابن حبان: ۴۷۲۷، ۴۷۲۸، المعجم الاوسط للطبراني : ۹۲۳۱

۸۶۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوہ احد میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس وقت میری عمر چودہ برس تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہیں فرمائی، پھر مجھے غزوہ خندق میں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت میں پندرہ برس کا تھا، آپ ﷺ نے مجھے اجازت عنائت فرما دی۔ (بخاری و مسلم) بیہقی میں ہے کہ مجھے نابالغ سمجھتے ہوئے اجازت نہ دی۔ (اسے ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مذکورہ عنوان کے تحت ذکر کر کے اس سے یہ استدلال لیا ہے کہ نابالغ بچے کو اس کے مال میں تصرف کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے غزوہ بدر میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میں اس وقت تیرہ برس کا تھا۔ واضح رہے کہ غزوہ بدر ۲ھ میں اور غزوہ احد ۳ھ میں ہوا، اس تناسب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر غزوہ خندق میں سولہ برس کے قریب ہونی چاہیے تھی جبکہ روایت میں پندرہ برس مذکور ہے۔ اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اہل

عرب کسر کو شمار نہیں کرتے۔ آج بھی اعشاریہ نظام میں کسر ختم کرنے کیلئے ضابطہ موجود ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کے بقول غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا تھا، اس صورت میں کوئی اشکال واقع نہیں ہوتا، تاہم پہلا قول راجح ہے۔

۸۶۱: وَعَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ، فَكَانَ مَنْ أَنْبَتَ قُتِلَ ,وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ خُلِّيَ سَبِيلُهُ, فَكُنْتُ فِيمَنْ لَمْ يُنْبِتْ فَخُلِّيَ سَبِيلِي. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ، وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الحدود، باب في الغلام يصيب الحد: ۴۴۰۴، الترمذی: ۱۵۸۴، النسائی: ۱۵۵/۶، ابن ماجة: ۲۵۴۱، ۲۵۴۲، احمد: ۳۱۰/۴، ابن حبان: ۴۷۸۰، ۴۷۸۳، ۴۷۸۸، الحاكم: ۱۲۳/۲، البيهقی: ۵۸/۶، الطبرانی: ۱۷/۴۳۵، عبدالرزاق: ۱۸۷۴۲، المعجم الاوسط: ۶۲۰۴، ۸۲۹۸

تنبیہ: مکتبہ دارالسلام کی مطبوعہ بلوغ المرام میں ؛رواه الاربعة؛ ہے جبکہ کچھ مطبوعہ نسخوں میں ؛رواه الخمسة؛ ہے اور یہی درست ہے۔

۸۶۱: حضرت عطیہ قرظی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں غزوہ بنی قریظہ کے روز نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، جس لڑکے کے زیر ناف بال اُگے ہوئے تھے، اسے قتل کر دیا گیا اور جس کے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے، اسے چھوڑ دیا گیا اور میں بھی ان لڑکوں میں تھا جن کے زیر ناف بال ابھی تک نہیں اگے تھے اس لیے مجھے بھی چھوڑ دیا گیا۔ (اسے پانچوں نے بیان کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے نیز حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: قریظة: قاف مضموم اور راء مفتوح، بنو قریظہ یہود کے قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا، یہ مدینہ منورہ کے قریب آباد تھا، میثاق مدینہ میں یہ شامل تھا، اور اس نے غزوہ خندق کے موقع پر بدعہدی کی۔ انبت: یعنی جس کے زیر ناف بال اگے ہوئے تھے۔

تشریح: غزوہ احزاب کے موقع پر بنو قریظہ نے نہ صرف مسلمانوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے مشوروں میں بھی شریک رہا، غزوہ خندق کے اختتام کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے اس سازشی گروہ کا محاصرہ کر لیا اور اس غزوہ کا اختتام خود بنو قریظہ کی اس تجویز پر ہوا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے وہ انہیں منظور ہوگا۔ آپ ﷺ نے ان کی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے انہیں فیصلہ کرنے کا مکمل اختیار دیا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ دیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں اور خواتین کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا جائے۔ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تفتیشی ٹیم کو میرے بارے میں تردد ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "دیکھو اگر اس کے زیر ناف بال نکل آئے ہیں تو اسے قتل کر دو ورنہ چھوڑ دو۔"

فقہی احکام: (۱) سابقہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ بلوغت کی انتہائی عمر پندرہ برس ہے۔ (۲) زیر ناف بال بلوغت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (۳) انزال بھی بلوغت کی نشانی ہے۔ (۴) حیض کا آنا خواتین کیلئے بلوغت کی چوتھی علامت ہے۔ (۵) مال میں تصرف کیلئے فقط بالغ ہونا ہی کافی نہیں بلکہ رشد کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۸۶۲: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " لَا يَجُوزُ لِامْرَأَةٍ عَطِيَّةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا " وَفِي لَفْظٍ " لَا يَجُوزُ لِلْمَرْأَةِ أَمْرٌ فِي مَالِهَا ,إِذَا مَلَكَ زَوْجُهَا عِصْمَتَهَا " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَصْحَابُ السُّنَنِ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، كتاب الاجارة، باب في عطية المرأة بغير اذن زوجها: ۳۵۴۶، ۳۵۴۷، النسائی: ۶۵/۵، ابن ماجة: ۲۳۸۸، احمد: ۱۸۴/۲، الحاكم: ۴۷/۲، المعجم الاوسط: ۲۵۸۵

۸۶۲: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" کسی عورت کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر تحفہ دے۔" ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "جس عورت کی عصمت کا مالک اس کا شوہر ہو، اسے اپنے ذاتی مال میں بھی کوئی اہم معاملہ کرنے کا اختیار نہیں۔" (اسے احمد اور اصحاب السنن نے روایت کیا ہے تاہم ترمذی نے روایت نہیں کیا اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **عصمتها**: اس سے مراد عقد نکاح ہے۔

تشریح: یہ روایات بظاہر اس روایت کے معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عید سے فارغ ہو کر خواتین کو صدقہ کرنے کی رغبت فرمائی تو خواتین نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں۔ علما نے ان روایات کے مابین مطابقت پیدا کرنے کیلئے متعدد صورتیں پیش کی ہیں۔ (۱) اس روایت کا تعلق ان خواتین سے ہے جن کے شوہروں نے ان پر یہ پابندی عائد کر رکھی ہو کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر تحائف وغیرہ نہیں دیں گی یا وہ بخیل ہوں۔ (۲) یہ پابندی ان خواتین کیلئے ہے جن میں رشد کا فقدان ہو اور باسلیقہ عورتیں اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (۳) یہ حکم معاشرت کو برقرار رکھنے کیلئے دیا گیا ہے۔

۸۶۳: وَعَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكَ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ ,فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ، وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُولَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ ,فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الزكاة، باب من تحل له المسألة: ۱۰۴۴، ابو داود: ۱۶۴۰، ابن حبان: ۳۲۹۱، ۳۳۹۵، ۳۳۹۶، النسائی: ۸۹/۵، احمد: ۶۰/۵، الدارمی: ۱۶۷۸، الدارقطنی: ۱۲۰/۲، البیھقی: ۷۳/۶، ابن خزيمة: ۲۳۵۹، ۲۳۶۱

تنبیہ: (۱) بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں قبیصہ بن مخارق مذکور ہے جبکہ مکتبہ دارالسلام کے مطبوعہ نسخہ میں الھلالی کا اضافہ بھی ہے۔ (۲) مؤلف رحمہ اللہ نے یہی حدیث کتاب الزکاۃ میں بھی نقل کی ہے اور وہاں انہوں نے اس حدیث کو ابوداؤد، ابن حبان اور ابن خزیمہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

۸۶۳: حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" بھیک مانگنا صرف تین قسم کے اشخاص کے لیے درست ہے۔ (۱) ایسا آدمی جس نے ضمانت کا بوجھ اٹھایا ہو، اس کیلئے بقدر ضمانت سوال کرنا درست ہے اور جب اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو وہ سوال کرنا ترک کر دے۔ (۲) ایسا آدمی جسے کسی ایسی آفت کا سامنا ہو جس نے اس کا مال و متاع تباہ کر دیا ہو، اس کیلئے اس وقت تک سوال کرنا درست ہے جب تک اس کی گزران کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ (۳) ایسا آدمی جو فاقہ کشی میں مبتلا ہو جائے اور اس کی فاقہ کشی کی شہادت اس کی قوم کے تین قابل اعتماد اشخاص اس طرح دیں کہ اس کو فاقہ کشی کا سامنا ہے تو اس کیلئے بھی سوال کرنا درست ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **قبيصة**: قاف مفتوح اور با مکسور۔ **مخارق**: میم مضموم اور را مکسور۔ **المسئلة**: بھیک مانگنا۔ **حمالة**: حا مفتوح اور میم مخفف، ضمانت دینا۔ **ثم يمسك**: پھر بھیک مانگنا ترک کر دے۔ **قواماً**: قاف مکسور، خود کفیل ہونا۔ **الحجى**: حا مکسور، عقل۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے درج بالا تینوں احادیث کو اس باب کے ضمن میں اس لیے نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں **تفلیس و حجر** کی کسی نہ کسی حد تک علت پائی جاتی ہے، مثلاً حدیث رقم ۸۶۱ میں نابالغ بچوں کے قتل سے روکا گیا ہے، حدیث رقم ۸۶۲ میں شادی شدہ خواتین کو اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر تحائف دینے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث رقم ۸۶۳ میں تین قسم کے انسانوں کے علاوہ دیگر کو بھیک

مانگنے سے منع کیا گیا ہے، نیز ان تینوں قسم کے اشخاص کو بھی محض اپنی جائز ضرورت پوری کرنے کے لیے بھیک مانگنے کی اجازت ہے اور جب ان کی جائز ضرورت پوری ہو جائے تو پھر ان کے لیے بھی بھیک مانگنا ممنوع ہے، اور جو شخص دولت میں اضافہ کیلئے بھیک مانگتا ہے اس کیلئے رسول اللہ ﷺ نے جہنم کے انگارے کی وعید بتائی ہے۔

فقہی احکام: (۱) تین حالتوں میں سے کسی بھی ایک حالت میں سوال کرنے کی اجازت ہے۔(۲) دو اشخاص یا دو قبائل کے درمیان صلح کروانے کیلئے ضامن بننا مستحب ہے، اس سلسلے میں اگر زکوٰۃ وغیرہ کی مد سے رقم لینے کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔ (۳) مالدار یا تاجر اگر کنگال ہو جائے تو وہ بھی بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے لیکن ایسے آدمی کے حق میں تین گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

۷۔ بَابُ الصُّلْحِ صلح کا بیان

۸۶۴: عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ اَلْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ اَلْمُسْلِمِينَ ,إِلَّا صُلْحاً حَرَّمَ حَلَالاً او أَحَلَّ حَرَاماً، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ ,إِلَّا شَرْطاً حَرَّمَ حَلَالاً وَ أَحَلَّ حَرَاماً " رَوَاهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ لِأَنَّ رَاوِيَهُ كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ ضَعِيفٌ وَكَأَنَّهُ اِعْتَبَرَهُ بِكَثْرَةِ طُرُقِهِ.

الترمذی، کتاب الاحکام، باب ما ذکر عن رسول الله ﷺ فی الصلح بین الناس: ۱۳۷۲، ابن ماجۃ: ۲۳۵۳، الدارقطنی: ۳/۲۷، الحاکم: ۴/۱۰۱، البیهقی: ۶/۵۶، ابن حبان: ۵۰۹۲، معرفۃ السنن والآثار: ۴/۴۶۷، البخاری: ۲۶۹۲، مسلم: ۲۶۰۵

۸۶۴: حضرت عمرو بن عوف مذنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کے مابین صلح کروانا درست ہے ماسوا اس صلح کے جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے، مسلمانوں کو اپنی شرائط پر قائم رہنا چاہیے، ماسوا اس شرط کے جو حلال کے حرام یا حرام کو حلال کر دے۔" اس روایت کو ترمذی نے بیان کر کے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے، لیکن دوسرے محدثین نے اسے صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے کیونکہ اس روایت کا ایک راوی کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف ضعیف ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ امام ترمذی نے کثرت طرق کی وجہ سے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

لغوی تحقیق: الصلح: صاد مضموم، یہ مصدر ہے، اس کے لغوی معنی جھگڑے کو ختم کرنا ہے۔ شرعی اصطلاح میں فریقین کے درمیان پیدا شدہ نزاع کو ختم کر کے ان کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا نام صلح ہے۔

تشریح: اسلام امن و آشتی کا دین ہے، یہ معاشرے میں امن و آشتی کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اس کیلئے اس نے غلط بیانی کی بھی اجازت دی ہے، حالانکہ عام حالات میں اسلام غلط بیانی کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے۔" حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں آپ کو روزہ، نماز اور صدقہ وخیرات سے بہتر عمل نہ بتاؤں؟" ہم نے عرض کیا، ضرور۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کے مابین صلح کروانا۔" زیر مطالعہ حدیث اگر چہ اس سند کے ساتھ ضعیف ہے تاہم اس مفہوم کی احادیث متعدد صحابہ سے منقول ہیں، اس لیے اس حدیث کو ان شواہدات کی وجہ سے صحیح لغیرہ کہا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) لوگوں کے درمیان صلح کروانا ایک بہترین عمل ہے۔(۲) ایسی صلح کی اسلام میں گنجائش نہیں جو ظلم کو فروغ دے۔

۸۶۵: وَقَدْ صَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ .

ابن حبان، کتاب الصلح، باب ذکر الاخبار عن جواز الصلح بین المسلمین مالم یخالف الکتاب و السنۃ و الاجماع: ۵۰۹۱، ابوداود:

۳۵۹۴، احمد: ۳۶۶/۲، الحاکم: ۴۹/۲ ، ۵۰، الدارقطنی : ۲۷/۳، البیهقی: ۶۴/۶، معرفة السنن والآثار: ۴۶۸/۴

۸۶۵: امام ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمانوں کے مابین صلح کروانا جائز ہے ماسوا اس صلح کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے۔" اس حدیث میں کثیر بن زید نامی راوی مختلف فیہ ہے، تاہم اس کی مرویات حسن درجہ سے کم نہیں، یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اس طریق کو امام حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے، انہیں الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

۸۶۶: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ "لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ" ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ مَا لِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ؟ وَاَللَّهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المظالم، باب لا یمنع جار جاره ان یغرز خشبة فی جداره: ۲۴۶۳، مسلم: ۱۶۰۹، ابو داود: ۳۶۳۴، الترمذی: ۱۳۷۷، ابن ماجة: ۲۳۳۵، احمد: ۲۴۰/۲، البیهقی: ۶۸/۶، ابن حبان: ۵۱۵، معرفة السنن والآثار: ۴۶۹/۴، المعجم الاوسط: ۲۶۳۹، ۲۷۶۹

۸۶۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کوئی پڑوسی اپنے کسی بھی پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہ کرے۔" پھر ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے، کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں اس حدیث سے گریزاں دیکھ رہا ہوں؟ اللہ کی قسم ! میں یہ حدیث اعلانیہ بیان کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: لا یمنع: عین کو جزم اور مرفوع ہر دو طرح روایت کیا گیا ہے۔ مرفوع ہونے کی صورت میں لائے نفی بمعنی لائے نہی ہوگا۔ اور مجزوم ہونے کی صورت میں لائے نہی ہوگا۔ اور ایک طریق میں لا یمنعن ہے۔ جار: یہاں جار سے مراد وہ پڑوسی ہے، جس کا مکان اس کے مکان سے ملحق ہو۔ یغرز: علامت مضارع مفتوح، غین ساکن اور راء مکسور، چھت ڈالنے کے لیے دیوار میں لکڑی نصب کرنا۔ خشبة: لکڑی۔ بھا: اس ضمیر کا مرجع اگر حدیث میں مذکور سنت کو قرار دیں گے تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا، میں یہ حدیث اعلانیہ بیان کروں گا اور اگر اس کا مرجع لکڑی کو قرار دیں تو پھر اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم اس حدیث پر رضا کارانہ طور پر عمل نہیں کرو گے میں تم پر بزور قوت نافذ کروں گا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت بیان فرمائی، جب وہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے، اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حاکم شریعت مطہرہ کا نفاذ بزور قوت نافذ کرنے کا پابند ہے اور پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر جو حقوق ہیں ان کی ادائیگی نہایت ضروری ہے۔ صحیحین میں مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جبریل مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ عنقریب پڑوسی کو ورثا میں شامل کر دے گا۔"

فقہی احکام: (۱) پڑوسی کے پڑوسی پر متعدد حقوق ہیں۔ (۲) پڑوسی اگر اپنے پڑوسی کی دیوار پر لکڑی رکھنا چاہتا ہے تو پہلے اس سے اجازت لے۔ (۳) پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ (۴) حاکم شریعت اسلامی کا نفاذ بزور قوت کرنے کا پابند ہے۔

۸۶۷: وَعَنْ أَبِي حُمَيْدٍ اَلسَّاعِدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَا يَحِلُّ لِامْرِءٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ" رَوَاهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ فِي صَحِيحَيْهِمَا.

ابن حبان، کتاب الجنایات، باب ذکر الخبر الدال علی ان قوله ﷺ ان اموالکم حرام علیکم ارادبه بعض الاموال: ۵۹۷۸، احمد:

۴۲۵/۵، البزار: ۱۳۷۳، البیهقی: ۱۰۰/۶ ، ۳۵۸/۹، ابو یعلیٰ: ۱۵۷۰، الدار قطنی : ۲۶/۳

۸۶۷: حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " کسی انسان کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کی لاٹھی اس کی رضا کارانہ اجازت کے بغیر لے۔" (اسے ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: لامری: اس کا تثنیہ مر آن آتا ہے یعنی انسان۔ العصا: لاٹھی۔

تشریح: ایسے گناہ جن کا تعلق اللہ اور بندے کے مابین ہے وہ خالص توبہ سے معاف ہوجاتے ہیں اور جن گناہوں کا تعلق بندوں کے مابین ہے وہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک متعلقہ بندہ معاف نہ کردے، جیسا کہ مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کردوں تو کیا میرے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " قرض کے علاوہ دیگر تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "ایک مسلمان کا مال دوسرے مسلمان کے لیے اس کی رضا کارانہ اجازت بغیر روا نہیں۔"

۸۔ بَابُ الْحَوَالَةِ وَ الضَّمَان کفالت اور ضمانت کے مسائل کا بیان

۸۶۸: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَطْلُ اَلْغَنِیِّ ظُلْمٌ ,وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَفِی رِوَایَةٍ لِأَحْمَدَ "فَلْیَحْتَلْ"

البخاری، کتاب الحوالة، باب الحوالة و هل یرجع فی الحوالة: ۲۲۸۷، مسلم: ۱۵۶۴، ابوداود: ۳۳۴۵، الترمذی: ۱۳۳۱، النسائی: ۳۱۷/۷، ابن ماجة: ۲۴۰۳، احمد: ۳۷۹/۲، مؤطا امام مالک: ۶۷۴/۲، الدارمی: ۲۵۸۶، البیهقی: ۷۰/۶، المعجم الاوسط للطبرانی : ۲۴۴۹ ، ۳۶۴۰ ، ۴۶۵۶ ، ۸۵۷۷، الشافعی: ۲۴۵، ابن حبان: ۵۰۵۳ ، ۵۰۹۰

۸۶۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مال دار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو مالدار آدمی کا حوالہ دیا جائے تو وہ اسے قبول کرلے۔" (بخاری و مسلم) اور مسند احمد میں فلیحتل ہے۔

لغوی تحقیق: الحوالة: حاء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، یہ التحول سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی انتقال کے ہیں، فقہی اصطلاح میں ایک شخص کے حق کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے کا نام حوالہ ہے۔ مطل: اس کے لغوی معنی طول دینے کے ہیں یعنی بغیر کسی شرعی عذر کے قرض کی ادئیگی میں تاخیر کرنا مطل کہلاتا ہے۔ الغنی: یہاں اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جو ادائیگی پر قدرت رکھتا ہے۔ اتبع: ہمزہ مضموم، تاء ساکن اور باء مکسور، اپنے حق کے تقاضا کا اختیار کسی دوسرے کو دے دیا جائے۔ ملیء: یہ الامتلاء سے ماخوذ ہے اور یہ فعیل کے وزن پر ہے۔ بعض حضرات ہمزہ کو یاء میں تبدیل کر کے اور یاء کو یاء میں مدغم کر کے بھی پڑھتے ہیں، اس سے مراد مالدار ہے۔

تشریح: اس حدیث میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) مال دار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کرنا ظلم ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے اور یہ حدیث باب التفلیس و الحجر کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ (۲) ضمانت دینا اور ضمانت قبول کرنا، یعنی ایک شخص کا دوسرے شخص پر قرض ہے، مقروض قرض خواہ سے مزید وقت طلب کرتا ہے اور قرض خواہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتا، ان دونوں کے تنازع کو حل کرنے کیلئے ایک تیسرا شخص قرض خواہ سے کہتا ہے کہ آپ اسے ایک ماہ کی مہلت دیدیں، ایک ماہ بعد اگر یہ قرض واپس نہیں کرے گا تو مطلوبہ رقم آپ مجھ سے لے لینا، اگر ضمانت دینے والا مطلوبہ رقم دینے کی استطاعت رکھتا ہے تو پھر قرض خواہ کو وہ ضمانت قبول کرلینی چاہیے

فقہی احکام: (۱) بلا وجہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔ (۲) صاحب حیثیت اگر ضمانت دے تو اس کی ضمانت قبول کر لینی چاہیے۔

۸۶۹: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنَّا ,فَغَسَّلْنَاهُ ,وَحَنَّطْنَاهُ ,وَكَفَّنَّاهُ ,ثُمَّ أَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْنَا تُصَلِّي عَلَيْهِ؟ فَخَطَا خُطًى ,ثُمَّ قَالَ " أَعَلَيْهِ دَيْنٌ؟ " قُلْنَا دِينَارَانِ، فَانْصَرَفَ ,فَتَحَمَّلَهُمَا أَبُو قَتَادَةَ، فَأَتَيْنَاهُ, فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ اَلدِّينَارَانِ عَلَيَّ، فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " أَحَقَّ الْغَرِيمِ وَبَرِئَ مِنْهُمَا اَلْمَيِّتُ؟ " قَالَ نَعَمْ ,فَصَلَّى عَلَيْهِ . رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، كتاب البيوع، باب التشديد في الدين: ۳۳۴۳، النسائي: ۶۵/۴، احمد: ۳۳۰/۳، ابن حبان: ۳۰۵۸۔ ۳۰۶۰، ۳۰۶۳، ۳۰۶۴، الحاكم: ۵۸/۲، معرفة السنن والآثار: ۴۷۲/۴، البيهقي: ۷۲/۶

۸۶۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص فوت ہو گیا تو ہم نے اسے غسل دیا، خوشبو لگائی اور کفن دے دیا، پھر ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند قدم آگے بڑھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا اس پر قرض ہے؟" ہم نے عرض کیا، دو دینار قرض ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹ گئے تو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کا قرض اپنے ذمہ لے لیا، پھر ہم اسے لے کر حاضر خدمت ہوئے اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، وہ دونوں دینار میرے ذمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مقروض کی مثل حق لازم ہو گیا اور میت اس سے بری ہو گئی۔" حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جی ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حنطناه: یہ حنوط یا حناط سے ماخوذ ہے یعنی میت کو غسل دینے کے بعد مختلف انواع کی خوشبوئیں لگانا۔ فخطا: فعل ماضی ہے، یعنی چلے۔ خطاء: خاء مضموم اور طاء مشدد، یہ خطوۃ کی جمع ہے، یعنی چند قدم۔ فتحملهما: اس کی ضمانت دی۔ یعنی قرض اپنے ذمہ لے لیا۔ حق الغريم: فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے، یعنی کیا آپ پر قرض لازم ہو گیا ہے؟

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد طرق سے مروی ہے، ان سے مروی ایک طریق میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس پر دو دینار قرض ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" ایک دوسرے طریق میں ہے کہ جب حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ دونوں میرے ذمہ ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ادا کرو گے؟" اس نے عرض کیا، ادا کروں گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسرے طریق میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جو مقروض ہوتا تھا، ایک دفعہ ایک میت لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا اس پر قرض ہے؟" صحابہ نے عرض کیا، دو دینار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، وہ دونوں دینار میرے ذمہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا: "آئندہ جو مقروض مسلمان فوت ہو گا، اس کا قرض میرے ذمہ ہو گا۔" اسی مفہوم کی حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

۸۷۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ اَلْمُتَوَفَّى عَلَيْهِ اَلدَّيْنُ ,فَيَسْأَلُ " هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ؟ " فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى عَلَيْهِ ,وَإِلَّا قَالَ " صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ " فَلَمَّا فَتَحَ اَللَّهُ عَلَيْهِ اَلْفُتُوحَ قَالَ " أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ,فَمَنْ تُوُفِّيَ ,وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ " فَمَنْ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ وَفَاءً "

البخاری، کتاب الکفالة، باب الدین: ۲۲۹۸، مسلم: ۱۶۱۹، الترمذی: ۱۰۸۱، النسائی: ۶۲/۴، ابن ماجة: ۲۴۱۵، احمد: ۳۳۵/۲، الطیالسی: ۲۳۳۸، ابوداود: ۲۹۵۵، عبدالرزاق: ۱۵۲۶۱، البیھقی: ۲۰۱/۶، الدارمی: ۲۶۳/۲

۸۷۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب مقروض آدمی کا جنازہ لایا جاتا تو آپ ﷺ فرماتے:" کیا اس نے قرض کی ادائیگی کیلئے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟" اگر یہ کہا جاتا کہ اس نے ترکہ چھوڑا ہے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرماتے "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فتوحات سے نواز دیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:" میں مومنوں کیلئے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں، ان میں سے جو مقروض فوت ہو جائے اس کے قرض کی ادائیگی مجھ پر ہے۔" (بخاری ومسلم) اور بخاری میں ہے "جو شخص فوت ہو گیا اور اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے ترکہ نہیں چھوڑا۔

فقہی احکام: (۱) بہتر یہ ہے کہ میت کے جنازہ سے قبل اس کا قرض ادا کر دیا جائے یا اس کا قرض کوئی شخص اپنے ذمہ لے لے۔ (۲) میت کا قرض کوئی بھی اپنے ذمہ لے سکتا ہے۔ (۳) اسلامی بیت المال میں جب وافر دولت ہو تو پھر مقروض مسلمانوں کے قرض کی ادائیگی بیت المال سے ہونی چاہیے۔ (۴) مقروض اگر کچھ ترکہ چھوڑ جائے تو پھر تقسیم وراثت سے قبل اس کا قرض ادا کیا جائے۔

۸۷۱: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ" لَا كَفَالَةَ فِي حَدٍّ" رَوَاهُ اَلْبَيْهَقِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ

السنن الکبری، کتاب الضمان، باب ماجاء فی الکفالة ببدن من علیه حق: ۱۱۶۰۶، معرفة السنن والآثار: ۴۷۴/۴

۸۷۱: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" حدود اللہ میں ضمانت نہیں۔" (اسے بیہقی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الکفالة: ضمانت دینا یعنی ایسی اشیاء کو اپنے ذمہ لینا جس کا تعلق مال سے ہو۔

تشریح: امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس روایت کے ایک راوی عمر بن ابی عمر الدمشقی کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ اور معرفة السنن و الآثار میں اسے ضعیف کہا ہے۔

۹۔ بَابُ الشَّرِكَةِ وَ الْوَكَالَةِ شراکت اور وکالت کے مسائل کا بیان

۸۷۲: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " قَالَ اَللَّهُ أَنَا ثَالِثُ اَلشَّرِيكَيْنِ مَا لَمْ يَخُنْ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ,فَإِذَا خَانَ خَرَجْتُ مِنْ بَيْنِهِمَا " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الشرکة: ۳۳۸۳، الدارقطنی: ۳۵/۳، الحاکم: ۵۲/۲، البیھقی: ۷۸/۶، الاحکام الوسطی: ۲۷۳/۳، بیان الوھم والایھام: ۲۰۵۷، میزان الاعتدال: ۱۹۴/۳، التقریب: ۲۲۹۶، المعرفة: ۴۷۵/۴

تنبیہ: البسام میں طباعت کی غلطی سے سعید بن حبان مرقوم ہے جبکہ صحیح نام سعید بن حیان ہے۔

۸۷۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں دو شراکت کرنے والوں کے ساتھ اس وقت تک تیسرا ہوتا ہوں جب تک ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی سے بددیانتی نہیں کرتا، سو جیسے ہی وہ خیانت کرتا ہے، میں ان کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔" (اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: شـــرکة: اسے تین طرح سے پڑھا جا سکتا ہے۔ (۱) شین مفتوح، راء مکسور اور کاف مفتوح۔ (۲) شین مفتوح، راء ساکن اور کاف

مفتوح۔(۳)شین،راءاورکاف تینوں مفتوح،اس کےلغوی معنی اختلاط کے ہیں۔الو کالة: واؤکومفتوح اورمکسور ہردوطرح پڑھنا درست ہے۔ اس کےلغوی معنی سپردگی کے ہیں یعنی اپنے اختیارات کسی دوسرے کے سپرد کرنا۔

تشریح: انفرادی کاروبار کے مقابلے میں شراکتی کاروبار زیادہ آسان اور بابرکت ہے، بشرطیکہ شرکاءکاروبار دیانت داری کا مظاہرہ کریں۔ شرکاءجب دیانت داری کا مظاہرہ کرتے ہیں توانہیں اللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت حاصل ہوتی ہے،لیکن جب وہ سب یاان میں سے کوئی ایک بد دیانتی کاارتکاب کرلیتاہےتو سارےشرکااللہ تعالیٰ کی حمایت ونصرت سےمحروم ہوجاتے ہیں۔

اس روایت پرامام حاکم نےصحیح کاحکم لگایاہےاورامام ذہبی نے اس پرمہرتصدیق ثبت کی ہےلیکن علامہ البانی اورابن قطان فرماتے ہیں کہ یہ روایت دوعلتوں کی وجہ سےضعیف ہے۔(۱)ابوحیان تو ثقہ ہےمگران کاوالدسعید بن حیان مجہول الحال ہے،امام ذھبی نے بھی اسے مجہول کہا ہے۔(۲)اس روایت کوابوھمام محمد بن الزبرقان نے ابوحیان سےموصولاًجبکہ جریرنےمرسل بیان کیاہے۔

حافظ ابن حجر عِٹاللہ فرماتے ہیں کہ امام عجلی نے سعید بن حیان کوثقہ قراردیاہے۔اگرامام عجلی کی توثیق ثابت ہوجائے تو پھر پہلی علت زائل ہوجاتی ہے۔ابوھمام بن الزبرقان چونکہ ثقہ ہےاورثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے،لہٰذا دوسری علت بھی بےوزن ہےاس طرح یہ حدیث قابل احتجاج ہے۔

۸۷۳:وَعَنِ اَلسَّائِبِ اَلْمَخْزُومِيِّ أَنَّهُ كَانَ شَرِيكَ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَبْلَ اَلْبِعْثَةِ ,فَجَاءَ يَوْمَ اَلْفَتْحِ فَقَالَ"مَرْحَباً بِأَخِي وَشَرِيكِي" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَابْنُ مَاجَةَ .

ابوداود، کتاب الادب، باب فی کراھیة المرأء: ۴۸۳۶، ابن ماجة: ۲۲۸۷، احمد: ۴۲۵/۳، الحاکم: ۶۱/۲

۸۷۳:حضرت سائب مخزومی سےمنقول ہے کہ وہ آپ ﷺ کےاعلان نبوت سےقبل آپ ﷺ کےکاروبارمیں شریک تھا، جب وہ فتح مکہ کےموقع پرآپ ﷺ کی خدمت میں حاضرہواتو آپ ﷺ نےفرمایا:"میرے بھائی اورمیرےتجارتی شریک خوش آمدید۔"(اسےاحمد، ابوداؤد اورابن ماجہ نےروایت کیاہے۔)

لغوی تحقیق: مرحبا: کسی کی آمد پراس کےاستقبال کیلئے جوکلمات کہے جاتے ہیں ان کلمات میں سےایک کلمہ یہ بھی ہے۔

تشریح: حضرت سائب مخزومی زمانہ جاہلیت میں آپ ﷺ کےتجارتی شریک تھے،آپ ﷺ کی دیانت داری تو ضرب المثل تھی،لیکن انہوں نےبھی آپ ﷺ کےساتھ دیانت داری ہی کا مظاہرہ کیا،آپ ﷺ نےفتح مکہ کےروزبھی اس کی دیانت داری کی تعریف فرمائی۔

فقہی احکام: (۱)خوبی ہرشخص کاایک ذاتی اورکسبی وصف ہے،کسی کی میراث نہیں۔(۲)شراکتی کاروبارکارواج قبل ازاسلام بھی تھا،اوراسلام نےاس کےفوائد کےپیش نظراسے جاری رکھا۔(۳)کسی کی خوبی کا کھلے دل سےاعتراف کرنا چاہیےخواہ وہ کافرہی کیوں نہ ہو۔(۴)پرانے ساتھی کانہایت خوشی سےاستقبال کرناچاہیے۔

۸۷۴:وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اِشْتَرَكْتُ أَنَا وَعَمَّارٌ وَسَعْدٌ رضی اللہ عنہم فِيمَا نُصِيبُ يَوْمَ بَدْرٍ ..اَلْحَدِيثَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وغيره.

النسائی، ۳۱۹/۷، ابوداود، کتاب البیوع، باب فی الشرکة علی غیر رأس مال: ۳۳۸۸، ابن ماجة: ۲۲۸۸

تنبیہ: بلوغ المرام مطبوعہ مکتبہ دارالسلام میں رواہ النسائی وغیرہ ہےجبکہ بعض مطبوعہ نسخوں میں رواہ النسائی ہے۔

۸۷۴:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نےبیان کیا کہ وہ مال جوہمیں غزوہ بدر کےصلہ میں حاصل ہواتھا اس میں حضرت عماربن یاسر،حضرت

سعد رضی اللہ عنہما اور میں شریک تھے، اس حدیث کا تتمہ اس طرح ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دو کفار کو قید کر کے لائے تھے جبکہ میں اور عمار کچھ نہیں لائے تھے۔ (اسے نسائی نے روایت کیا ہے)

تشریح: یہ روایت حضرت ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد گرامی قدر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا، بنا بریں یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

٨٧٥:وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ أَرَدْتُ اَلْخُرُوجَ إِلَى خَيْبَرَ ,فَأَتَيْتُ اَلنَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ " إِذَا أَتَيْتَ وَكِيلِي بِخَيْبَرَ ,فَخُذْ مِنْهُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَسْقًا " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ.

ابو داود، کتاب الاقضية، باب في الوكالة: ٣٦٣٢، الدارقطني : ١٥٤/٤ ، ١٥٥، البيهقي: ١١٦٢١

تنبیہ: بیہقی کے مطبوعہ نسخہ میں طباعت کی غلطی سے عن ابن اسحٰق کی بجائے عن ابی اسحاق چھپ گیا ہے۔

٨٧٥:حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم خیبر میں میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وسق وصول کر لو۔" اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: وسقا: واؤ مفتوح اور سین ساکن، ایک وسق تقریباً تین من تیس کلو کے برابر ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب خیبر جانے کا ارادہ کیا تو وہ آپ ﷺ سے تعاون لینے کی نیت سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم وہاں پہنچ کر میرے وکیل سے پندرہ وسق کھجوریں طلب کر لینا، اور اگر وہ آپ سے کوئی دلیل طلب کرے تو تم اپنا ہاتھ اس کے گلے پر رکھ دینا۔"

اس روایت کو ابونعیم وھب بن کیسان سے محمد بن اسحاق بن یسار نے نقل کی ہے۔ امام ابوداؤد، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے جو روایت نقل کی ہے، اس میں موصوف نے اپنے شیخ سے یہ روایت معنعن بیان کی ہے۔ محمد بن اسحاق معروف مدلس راوی ہے، بنا بریں علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، تاہم علامہ ابن عبدالھادی نے بیان کیا کہ بعض طریق میں محمد بن اسحاق نے ابونعیم سے تحدیث کی صراحت کی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

٨٧٦:وَعَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ بَعَثَ مَعَهُ بِدِينَارٍ لِيَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَّةً .. اَلْحَدِيثَ . رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ فِي أَثْنَاءِ حَدِيثٍ ,وَقَدْ تَقَدَّمَ.

نوٹ: اس حدیث کی تشریح اور تخریج حدیث رقم ٨١١ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

٨٧٦:حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک دینار دے کر اپنے لیے ایک قربانی کا جانور خریدنے کیلئے بھیجا... آخر تک اس حدیث کو امام بخاری نے ایک حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

٨٧٧:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَلَى اَلصَّدَقَةِ .. اَلْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاري، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالىٰ (التوبة: ٦٠): ١٤٦٨، مسلم، ٩٨٣، ابوداود: ١٦٢٣، النسائي: ٣٣/٥، احمد: ٣٢٢/٢، الدارقطني : ١٢٣/٢، البيهقي: ١١١/٤، ابن خزيمة: ٢٣٣٠

٨٧٧:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ جمع کرنے کیلئے مقرر فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: مفصل حدیث اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر بتایا کہ ابن جمیل، حضرت عباس اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم نے

زکوٰۃ نہیں دی۔اس پر آپ ﷺ نے ابن جمیل پر نقد فرمایا،حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود زکوٰۃ ادا کرنے کا اعلان فرمایا جبکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ اس نے تو اپنا سارا مال ومتاع اللہ تعالیٰ کیلئے وقف کر رکھا ہے۔

۸۷۸:وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ نَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ ,وَأَمَرَ عَلِيًّا رضی اللہ عنہ أَنْ يَذْبَحَ اَلْبَاقِيَ ..اَلْحَدِيثَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸، ابن حبان: ۳۹۴۳

۸۷۸:حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے اور دیگر اونٹوں کو نحر کرنے کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔(مسلم)

۸۷۹: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ اَلْعَسِيفِ قَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ " وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى اِمْرَأَةِ هَذَا ,فَإِنْ اِعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا .. " اَلْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط التی لا تحل فی الحدود: ۲۷۲۴، ۲۷۲۵، مسلم: ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ابوداود: ۴۴۴۵، الترمذی: ۱۴۷۰، النسائی: ۲۴۰/۸، ابن ماجة: ۲۵۴۹، احمد: ۱۱۵/۴، مالک: ۸۲۸/۲، الدارمی: ۲۳۱۷، ابن حبان: ۴۴۳۷

تنبیہ: درج بالا تمام کتب میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے ایک ساتھ مروی ہے۔معلوم نہیں کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو فقط حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیوں نقل کیا ہے۔

۸۷۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مزدور کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:"اے انیس! صبح اس عورت کے پاس جاؤ،اگر وہ اعتراف کرلے تو اسے سنگسار کر دیں"......آخر تک۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: عسیف : یہ عسف سے ماخوذ ہے، عسف کے لغوی معنی غیر اختیاری طور پر چلنا، یہاں اس سے مراد مزدور ہے۔ اغــد :نماز فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک کے درمیانی وقت کو غدوۃ کہا جاتا ہے، یہ مادہ مذکورہ وقت میں چلنے کیلئے استعمال ہوتا تھا،لیکن بعد میں یہ مادہ محض جانے کیلئے استعمال ہونے لگا۔ انیس: یہ انس کی تصغیر ہے،حضرت انیس بن ضحاک رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔

نوٹ:اس کی تشریح کتاب الحدود میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقہی احکام: مؤلف رحمہ اللہ نے حدیث نمبر ۸۷۷ ۔ ۸۷۹ نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ان امور میں بھی کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ بَابُ الْإِقْرَارِ اقرار کا بیان

فِيْهِ الَّذِىْ قَبْلَهُ وَ مَا اَشْبَهَهُ

۸۸۰: عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " قُلِ اَلْحَقَّ ,وَلَوْ كَانَ مُرًّا " صَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ.

صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب ذکر وصیة المصطفیٰ بصلة الرحم و ان قطعت: ۴۴۹، ۵۹۶۴، المعجم الاوسط: ۷۷۳۵، المعجم الکبیر: ۱۶۴۸، احمد: ۱۵۹/۵، البیهقی: ۹۱/۱۰

۸۸۰: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:"حق کہو اگر چہ وہ کڑوا ہی ہو۔" (اسے ابن حبان نے ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: الاقــرار :اس کے لفظی معنی ثابت ومنجمد کے ہیں،شرعی اصطلاح میں اس بیان کو اقرار کہا جاتا ہے جس کا اظہار مکلّف با اختیار انسان

یا اس کا وکیل یا مولیٰ یا اس کا وارث تقریر یا تحریر کے ذریعے کرتا ہے۔ مرا: یہ کان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی کڑوا۔

تشریح: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے ایک سے زائد بامختلف امور سے متعلق وصیت فرمائی، ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے میرے دوست (رحمت عالم ﷺ) نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ "(۱) امیر کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا اگر چہ امیر اعضا کٹا حبشی ہی ہو۔ (۲) جب سالن تیار کرنا تو پانی زیادہ ڈال لینا اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھنا اور اس میں سے ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ (۳) نماز اول وقت میں ادا کرنا، پھر تو اگر امیر کے پاس آئے اور اس نے اگر نماز پڑھنی ہو تو اس کے ساتھ بھی پڑھ لینا اس طرح تو نے اپنی نماز کو محفوظ کر لیا اور یہ نماز تیرے لیے نفلی نماز ہوگی۔"

ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے بھلائی کی باتوں میں سے چند باتوں کی وصیت فرمائی۔ (۱) میں اپنے سے اعلیٰ کی طرف نہ دیکھوں بلکہ ادنیٰ کی طرف دیکھوں۔ (۲) مساکین کے ساتھ پیار کروں اور ان کے قریب رہوں۔ (۳) صلہ رحمی کروں اگر چہ میرے عزیز مجھ سے بے رُخی کریں۔ (۴) میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف زدہ نہ ہوں۔ (۵) حق بات کہوں اگر چہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ (۶) ؛لاحول ولاقوۃ الاباللہ؛ کا ذکر کثرت سے کروں کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

یہی حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، اس میں ہے کہ میرے محبوب نے مجھے سات باتوں کی وصیت فرمائی۔ اس میں ساتویں بات یہ ہے کہ میں لوگوں سے کچھ نہ لوں۔ ایک طریق میں ہے کہ میں کسی سے کچھ بھی طلب نہ کروں۔

فقہی احکام: (۱) حق بات کا اظہار ضروری ہے خواہ اس کے نتائج خود اس کے حق میں بہتر نہ ہوں۔ (۲) عاقل و بالغ آدمی اگر اپنے کسی جرم کا اقرار کرتا ہے تو اس کے اقرار پر اعتماد کیا جائے گا، اگر وہ گناہ موجب حد ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی (۳) کسی سے زبردستی اقرار کروانا درست نہیں۔

۱۱۔ بَابُ الْعَارِيَةِ ادھار لی ہوئی اشیا کا بیان

۸۸۱: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "عَلَى اَلْيَدِ مَا أَخَذَتْ حَتَّى تُؤَدِّيَهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ, وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الاجارۃ، باب فی تضمین العاریۃ: ۳۵۶۱، الترمذی: ۱۲۶۶، ابن ماجۃ: ۲۴۰۰، احمد: ۸/۵، ۱۲، ۱۳، الدارمی: ۲۵۹۶، الحاکم: ۴۷/۲، البیہقی: ۹۰/۶، ابن الجارود: ۱۰۲۴، النسائی فی الکبری: ۴۱۱/۳

۸۸۱: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کچھ ہاتھ نے لیا ہے، وہ اس کے ذمہ ہے جب تک وہ ادا نہ کر دے۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: العاریۃ: یاء کو مشدد اور مخفف ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، لیکن معروف قرأت مشدد ہے، اور اس کی جمع عواری ہے، اور یہ العری سے ماخوذ ہے یعنی تجرد، کیونکہ ادھار چیز لینے والا کوئی معاوضہ نہیں دیتا، اس لیے اس معنوی مطابقت کی وجہ سے اسے عاریۃ کہا جاتا ہے۔

تشریح: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت حضرت حسن نے عن سے بیان کی ہے۔ اس لیے یہ روایت ضعیف ہے۔

۸۸۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَدِّ اَلْأَمَانَةَ إِلَى مَنْ اِئْتَمَنَكَ ,وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ ,وَاسْتَنْكَرَهُ أَبُو حَاتِمٍ اَلرَّازِيُّ.

ابو داود، کتاب الاجارۃ ، باب فی الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ : ۳۵۳۵، الترمذی: ۱۲۸۷ ، الدارمی: ۲۵۹۷، الدارقطنی : ۳۵/۳،
الحاکم: ۴۶/۲، البیھقی: ۲۷۱/۱۰

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں رواہ ترمذی و ابوداؤد و حسنہ اور بعض میں رواہ ابوداؤد و الترمذی و حسنہ ہے۔

۸۸۲: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے تمہیں امانت دی ہے، اسے امانت واپس کر دو، جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہو تم اس کے ساتھ خیانت مت کرنا۔" اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے، ترمذی نے اسے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور ابوحاتم رازی نے اسے منکر قرار دیا ہے، اس روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، ادھار لی ہوئی چیز بھی اس میں شامل ہے۔

تشریح: امام شافعی اور امام احمد نے بھی اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کیا، یہ روایت اگر چہ فی نفسہ صحیح نہیں ہے لیکن بعض دیگر طرق کی وجہ سے یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔

۸۸۳: وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " إِذَا أَتَتْكَ رُسُلِي فَأَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعاً " قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! أَعَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ أَوْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ؟ قَالَ " بَلْ عَارِيَةٌ مُؤَدَّاةٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابو داود، کتاب الاجارۃ، باب فی تضمین العاریۃ: ۳۵۶۶، احمد: ۲۲۲/۴، النسائی فی الکبری: ۴۰۹/۳، الحاکم: ۴۷/۲، ابن حبان: ۴۷۲۰، الاحکام الوسطی: ۲۷۶/۲، بیان الوھم والایھام: ۵۳۳/۳، ۵۳۴

۸۸۳: حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:"میرے قاصد جب تمہارے پاس آئیں تو تم اسے تین زرہیں دے دینا۔" میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا قابل ضمانت عاریتاً، یا قابل واپسی ادھار؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"قابل واپسی ادھار۔" (اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: درعا: دال مکسور اور راء ساکن، لوہے کی قمیص جو جنگ میں بطور دفاع پہنی جاتی ہے۔ عاریۃ مضمونۃ: قابل ضمانت عاریتاً یعنی ایسی عاریتاً چیز جس کے ضائع ہونے پر قیمت کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔ عاریۃ مؤداۃ: قابل واپسی عاریتاً چیز یعنی ایسی عاریتاً چیز جس کے ضائع ہونے سے قیمت لازم نہیں ہوتی۔

تشریح: مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں مذکور روایت میں راوی نے بالجزم زرہیں نقل نہیں کیں بلکہ یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیس اونٹ یا تیس زرہوں کے بارے میں فرمایا۔ ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تیس زرہیں اور تیس اونٹ عاریتاً طلب فرمائے۔

علامہ ناصر الدین البانی نے اس روایت کے مختلف طرق جمع کر کے اس پر مضطرب الاسناد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ لیکن اسے تقویت دینے کیلئے اس کی دو شاہد روایات کا ذکر کیا ہے۔ حافظ عبدالحق نے **الاحکام الوسطی** میں اس حدیث کو دیگر روایات کے مقابلے میں اصح قرار دیا ہے، امام ابن قطان فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث کی وجہ ترجیح ذکر نہیں کی اور وہ یہ ہے کہ حدیث صفوان بن امیہ پر اس روایت کو ترجیح اس لیے حاصل ہے کہ یہ روایت شریک نے عبدالعزیز بن رفیع سے معنعن نقل کی ہے اور شریک مدلس ہے۔ راقم کے نزدیک یہ وجہ ترجیح درست نہیں کیونکہ یعلی بن امیہ سے مروی روایت بھی قتادہ نے عطاء سے معنعن نقل کی ہے اور قتادہ بھی مدلس ہے۔

فقہی احکام: (۱) حاکم اپنی رعایا سے بوقت ضرورت اشیاء عاریتاً لے سکتا ہے۔ (۲) ہتھیار بھی عاریتاً لیے جاسکتے ہیں۔

۸۸۴: وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَعَارَ مِنْهُ دُرُوعاً يَوْمَ حُنَيْنٍ .فَقَالَ أَغَصْبًا يَا مُحَمَّدُ؟ قَالَ " بَلْ عَارِيَةٌ مَضْمُونَةٌ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ.

ابو داود، کتاب الاجارة، باب فی تضمین العاریة: ۳۵۶۲، احمد: ۳ /۴۰۰، النسائی فی الکبری: ۳ /۴۱۰، الحاکم: ۲ /۴۷، البیهقی: ۱۱۶۷۰، ۱۱۶۷۲-۱۱۶۷۶، المعجم الاوسط: ۱۶۵۵

۸۸۴: حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چند زرہیں عاریتاً طلب کیں، اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ یہ زرہیں غصب کرنا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلکہ یقینی واپسی پر لینا چاہتا ہوں۔" (اسے ابوداؤد اور نسائی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے، نیز اس روایت کو حضرت صفوان بن امیہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم نے بھی نقل کیا ہے۔ **المعجم الاوسط للطبرانی** میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسی (۸۰) زرہیں طلب کی تھیں، بیہقی میں ہے کہ صفوان سے یہ زرہیں غزوہ حنین میں طلب کی تھیں۔

فقہی احکام: غیر مسلموں سے اسلحہ عاریتاً یا قیمتاً لیا جا سکتا ہے۔

۸۸۵: وَأَخْرَجَ لَهُ شَاهِدًا ضَعِيفًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما.

الحاکم، کتاب البیوع: ۲/۴۷، البیهقی: ۱۱۶۷۰، میزان الاعتدال: ۴۷۷

۸۸۵: امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک ضعیف روایت بطور شاہد نقل کی ہے۔

تشریح: امام حاکم نے زیر مطالعہ حدیث کو صحیح مسلم کی شرائط کے موافق قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ لیکن مؤلف رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس روایت کے ضعیف ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کا ایک راوی اسحاق بن عبدالواحد متروک الحدیث ہے اور خود امام ذہبی نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔

۱۲۔ بَابُ الْغَصْبِ — غصب کا بیان

۸۸۶: عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْماً طَوَّقَهُ اللَّهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین: ۳۱۹۸، مسلم: ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، الترمذی: ۱۴۵۱، احمد: ۱/۱۸۸، ۱۸۹، الدارمی: ۲۶۰۶، البیهقی: ۶/۹۸، الطبرانی: ۲۲(۲۹۱ ـ ۲۹۳)، ابن ابی شیبة: ۶/۶۶۵، ابن حبان: ۵۱۶۱ ـ ۵۱۶۵، المعجم الاوسط: ۲۵۰۵، ۳۰۴۶، ۵۱۴۵، ۶۲۲۲، عبدالرزاق: ۱۹۷۵۵

۸۸۶: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے کسی سے ظالمانہ طریقے سے ایک بالشت زمین چھین لی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے وہ حصہ اسے بطور طوق پہنائے گا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **غصب**: غین مفتوح اور صاد ساکن، کسی چیز پر ناحق قبضہ کر لینا۔ **اقتطع**: کسی کی زمین کا کچھ حصہ اپنے قبضہ میں لے لینا۔ **شبراً**: شین مکسور اور باء ساکن، بالشت۔ **طوق**: طاء مفتوح اور واؤ مشدد، طوق بنا دے گا۔ **ارضین**: یہ ارض کی جمع ہے۔

تشریح: حضرت یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ عنہ سے اسی مفہوم کی ایک حدیث قدر تفصیل سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے ظالمانہ طریقے سے ایک بالشت زمین پر قبضہ کر لیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس چھینی ہوئی زمین میں گڑھا کھودنے کا حکم دیں گے

اور وہ گڑھا کھودتے کھودتے ساتویں زمین تک پہنچ جائے گا، پھر وہ زمین اللہ تعالیٰ اس کے گلے میں ڈال دے گا اور وہ اسی حال میں رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کے مابین فیصلہ فرما دیں گے۔اسی مفہوم کی احادیث حضرت عائشہ،حضرت عامر بن سعد،حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوطفیل،حضرت عبداللہ بن عباس،حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔(۲) ظلم خواہ چھوٹا ہو یا بڑا،اس کا انجام نہایت خوفناک ہے۔(۳) جو شخص زمین کے ظاہری حصہ کا مالک ہے وہی اس کے باطنی حصہ کا بھی مالک ہے۔(۴) جس شخص کی زمین میں معدنیات برآمد ہوں وہ اس کی ملکیت ہیں۔

۸۸۷:وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ، فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مَعَ خَادِمٍ لَهَا بِقَصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ، فَكَسَرَتِ الْقَصْعَةَ، فَضَمَّهَا ,وَجَعَلَ فِيهَا الطَّعَامَ وَقَالَ "كُلُوا" وَدَفَعَ الْقَصْعَةَ الصَّحِيحَةَ لِلرَّسُولِ ,وَحَبَسَ الْمَكْسُورَةَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَسَمَّى الضَّارِبَةَ عَائِشَةَ ,وَزَادَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ "طَعَامٌ بِطَعَامٍ ,وَإِنَاءٌ بِإِنَاءٍ" وَصَحَّحَهُ.

البخاری، کتاب المظالم، باب اذا کسر قصعة او شیأ لغیره: ۲۴۸۱، ابوداود: ۳۵۶۷، الترمذی: ۱۳۸۳، النسائی: ۷/۷۰، ابن ماجة: ۲۳۳۴، احمد: ۳/۱۰۵، الدارمی: ۲۵۹۸

۸۸۷:حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی کسی زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف فرما تھے، دیگر امہات المؤمنین میں سے کسی ایک محترمہ نے خادم کے ہاتھ ایک کھانے کا پیالہ بھیجا تو اس محترمہ نے اپنا ہاتھ مار کر وہ پیالہ توڑ دیا، آپ ﷺ نے اس پیالے کو ٹا نکا لگا دیا پھر اس میں وہی کھانا ڈال کر فرمایا:" کھالو" اور کھانا لانے والے خادم کے ہاتھ دوسرا صحیح سالم پیالہ بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ روک لیا۔(اسے بخاری اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔) اور پیالہ توڑنے والی محترمہ کا نام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتایا ہے اور مزید یہ نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" کھانے کے عوض کھانا اور برتن کے عوض برتن ہے۔"(اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **بعض نسائه** : سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، جیسا کہ امام ترمذی نے صراحت کی ہے۔ **احدی امهات المؤمنین** : سے مراد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ علامہ ابن حزم نے ذکر کیا ہے۔ **قصعة**: قاف اور عین مفتوح اور صاد ساکن،کھانے پینے کا لکڑی سے بنا ہوا برتن۔ **طعام**: علامہ ابن حزم نے لیث بن سعد کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ اس پیالے میں حیس تھا، کھجور اور پنیر اور گھی کے باہمی امتزاج سے جو کھانا تیار کیا جاتا ہے اسے حیس کہا جاتا ہے۔

فقہی احکام: (۱) اگر کسی شخص سے کسی دوسرے شخص کا نقصان ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس نقصان کی تلافی کرے۔(۲) بیویوں میں باہمی رقابت ایک فطری تقاضا ہے، اگر کوئی اس قسم کی غیرت کا مظاہرہ کرتی ہے تو اس کی سزا صرف یہی ہے کہ وہ نقصان پورا کرے۔(۳) جو شخص ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا خواہشمند ہو تو اسے نہایت بردبار ہونا چاہیے۔

۸۸۸:وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ ,فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ, وَلَهُ نَفَقَتُهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَيُقَالُ إِنَّ الْبُخَارِيَّ ضَعَّفَهُ.

ابوداود: کتاب البیوع، باب فی زرع الارض بغیر اذن صاحبها: ۳۴۰۳، الترمذی: ۱۳۹۱، ابن ماجة: ۲۴۶۶، احمد: ۳/۴۶۵، البیهقی: ۶/۱۳۶

۸۸۸:حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس شخص نے کسی دوسرے شخص کی زمین بلا اجازت کاشت کی

تو وہ اس مقبوضہ زمین کی پیداوار سے مکمل طور پر محروم رہے گا، البتہ وہ اخراجات کا حقدار ہے۔" (اسے احمد اور دیگر چاروں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا۔ اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے اسے ضعیف کہا ہے۔)

تشریح: صاحب سبل السلام کا کہنا ہے کہ؛ان البخاری ضعفه ؛ یہ قول امام خطابی نے ذکر کیا ہے جبکہ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس روایت کی تحسین نقل کی ہے، البتہ امام ابوزرعہ کا کہنا ہے کہ عطاء بن ابی رباح کا رافع بن خدیج سے سماع ثابت نہیں۔ فی نفسہ اگر یہ روایت ضعیف بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ شواہد کی بنا پر اسے تقویت حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) کسی کی زمین پر بلا اجازت کھیتی باڑی کرنا ممنوع ہے۔ (۲) اگر کوئی ایسا کام کرتا ہے اور زمین کا مالک اسے ناپسند کرتا ہے تو اس صورت میں پیداوار کا مالک زمین دار ہوگا، کاشتکار کو صرف اس کا خرچہ ملے گا۔

۸۸۹: وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ اَلزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ إِنَّ رَجُلَيْنِ اِخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فِي أَرْضٍ ,غَرَسَ أَحَدُهُمَا فِيهَا نَخْلًا ,وَالْأَرْضُ لِلْآخَرِ ,فَقَضَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ بِالْأَرْضِ لِصَاحِبِهَا ,وَأَمَرَ صَاحِبَ اَلنَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ نَخْلَهُ وَقَالَ " لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

ابوداود، کتاب الخراج و الامارة والفیئ، باب فی احیاء الموات: ۳۰۷۴، الدارقطنی : ۳/۳۵، ۳۶

۸۸۹: حضرت عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے بتایا کہ دو آدمی اپنا قضیہ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے دوسرے کی زمین میں کھجور کے درخت لگا دیئے تھے۔ آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ زمین مالک کی ہے اور کھجور کے درخت لگانے والے کو حکم دیا کہ وہ اپنے درخت اکھاڑ لے اور پھر فرمایا: "ظالم رگ کا کوئی معاوضہ نہیں۔" (اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔)

لغوی تحقیق: لعرق: عین مکسور، راء ساکن اور قاف کو تنوین اور بغیر تنوین کے پڑھا گیا ہے، بغیر تنوین کی صورت میں یہ لفظ ظالم کی طرف مضاف ہوگا، اس صورت میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ظالم کی محنت ومشقت کا کوئی معاوضہ نہیں۔ لیکن اس قرأت کو امام خطابی نے غلط قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: جو شخص کسی دوسرے کی زمین میں بلا اجازت درخت وغیرہ لگاتا ہے یا ٹیوب ویل نصب کرتا ہے، اسے یہ اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ اپنا خرچہ لے کر زمین اصل مالک کے حوالے کر دے یا وہ اپنی نصب شدہ چیز اکھاڑ لے۔

۸۹۰: وَآخِرُهُ عِنْدَ أَصْحَابِ اَلسُّنَنِ مِنْ رِوَايَةِ عُرْوَةَ ,عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ. وَاخْتُلِفَ فِي وَصْلِهِ وَإِرْسَالِهِ وَفِي تَعْيِينِ صَحَابِيِّهِ

ابوداود، کتاب الخراج والامارة و الفیئ، باب فی احیاء الموات: ۳۰۷۳، الترمذی: ۱۴۰۷، النسائی فی الکبری: ۳/۴۰۵، احمد: ۵/۳۲۷، مالک: ۲/۷۴۳، البیهقی: ۶/۱۴۲، المعجم الاوسط: ۶۰۵، ۸۲۲۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۴/۱۷، توضیح الاحکام: ۴/۵۹۵

۸۹۰: اس روایت کا آخری حصہ اصحاب السنن نے عروہ عن سعید بن زید کے طریق سے نقل کی ہے اور اس روایت کے موصول یا مرسل ہونے اور صحابی کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

تشریح: یہ روایت موصول اور مرسل ہر دو طرح سے حضرت عروہ سے منقول ہے۔ امام ترمذی اور امام دارقطنی نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی بہت مشکل ہے کہ یہ روایت کس صحابی سے منقول ہے۔ (۱) امام بیہقی، امام دارقطنی اور امام طیالسی نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے اور یہ روایت زمعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام طبرانی نے عصام بن رواد کے طریق سے نقل کی ہے اور یہ طریق

عصام کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۲)امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی اور امام اسحاق بن راھویہ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ یہ روایت کثیر بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۳)عن رجل من الصحابة کے طریق سے امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے روایت کی ہے، یہ محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۴)امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اسحاق بن یحیٰی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا ایک راوی مسلم بن خالد زنجی مختلف فیہ ہے۔(۵) حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے بیان کیا ہے۔ یہ حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم تعدد طرق کی وجہ سے یہ روایت صحیح ہے۔

۸۹۱: وَعَنْ أَبِى بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِىَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِى خُطْبَتِهِ يَوْمَ اَلنَّحْرِ بِمِنًى " إِنَّ دِمَائَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ ,كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِى بَلَدِكُمْ هَذَا، فِى شَهْرِكُمْ هَذَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب العلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رب مبلغ......: ۶۷، مسلم: ۱۶۷۹، ابن حبان: ۳۸۴۸، احمد: ۵ /۳۹، الد ارمی: ۱۹۱۶، البیھقی: ۱۴۰/۵، ابن خزیمة: ۲۹۵۲، المعجم الاوسط: ۸۲، ۶۹۶، ۶۱۶۷، ۵۴۸۴

نوٹ: امام بخاری یہ حدیث اپنی صحیح میں گیارہ بار لائے ہیں۔ چند ایک طرق کے علاوہ تمام طرق میں ؛اعراضکم؛ ہے۔

۸۹۱: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:"تمہارے خون و اموال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا آج کا دن جو تمہارے اس شہر اور مہینے میں حرمت والا ہے۔"(بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: دماء کم :یہ اصل میں ؛سفک دماء کم ؛ ہے یعنی تمہارا آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانا۔ امو الکم :یہ اصل میں ؛اخذ امو الکم ؛ ہے یعنی تمہارا ایک دوسرے کا مال غصب کرنا۔ حرمة :یہ لفظ متعدد معانی کا حامل ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس کا توڑنا روا نہیں۔اس کی تقدیس کی وجہ سے اس کا احترام لازم ہے۔

تشریح: حقوق العباد میں سے بڑا گناہ بے گناہ مسلمان کا خون بہانا ہے۔ کیونکہ جس طرح مشرکین کیلئے جہنم میں ہمیشہ رہنے کی وعید ہے، اسی طرح مؤمن آدمی کا عمداً ناحق خون بہانے والے کیلئے وعیدی کلمات ویسے ہی ہیں، البتہ دونوں کی تفسیر میں اہل علم نے فرق کیا ہے، یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت وابصہ بن معبد، حضرت براء، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱)مسلمان کے خون و مال اور عزتیں ایک دوسرے کیلئے محترم ہیں۔

(۲)ذوالحجۃ کا مہینہ، یوم النحر اور مکہ مکرمہ تمام مسلمانوں کیلئے مقدس و محترم ہیں لیکن خون مسلم ان سے بھی زیادہ محترم ہے۔

۱۳۔ بَابُ الشُّفْعَةِ شفعہ کا بیان

۸۹۲: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ رضی اللہ عنہما قَالَ قَضَى رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالشُّفْعَةِ فِى كُلِّ مَا لَمْ يُقْسَمْ ,فَإِذَا وَقَعَتِ اَلْحُدُودُ وَصُرِّفَتُ اَلطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِىِّ وَفِى رِوَايَةِ مُسْلِمٍ "اَلشُّفْعَةُ فِى كُلِّ شِرْكٍ أَرْضٍ ,أَوْ رَبْعٍ ,أَوْ حَائِطٍ ,لَا يَصْلُحُ أَنْ يَبِيعَ حَتَّى يَعْرِضَ عَلَى شَرِيكِهِ " وَفِى رِوَايَةِ اَلطَّحَاوِىِّ، قَضَى اَلنَّبِىُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالشُّفْعَةِ فِى كُلِّ شَىْءٍ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

البخاری، کتاب الشفعة، باب الشفعة فیما لم یقسم: ۲۲۵۷، مسلم: ۱۶۰۸، الطحاوی: ۱۲۰/۴، ابوداود: ۳۵۱۳، ۳۵۱۴، الترمذی: ۱۳۹۵، النسائی: ۳۰۱/۷، ابن ماجة: ۲۴۹۹، احمد: ۲۹۶/۳، البیھقی: ۱۰۲/۶

۸۹۲: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز میں شفعہ کو برقرار رکھا جو تقسیم کے مراحل سے نہ گزری ہو، لیکن جب حدود کا تعین ہو جائے اور راستے الگ الگ میسر آجائیں تو پھر شفعہ نہیں (بخاری و مسلم) مذکورہ الفاظ بخاری کے نقل کردہ ہیں، مسلم کی روایت میں ہے "شفعہ ہر مشترک چیز میں ہے خواہ وہ زمین ہو یا مکان یا باغ، کسی بھی شریک کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ اپنی چیز اپنے ساتھی پر پیش کیے بغیر فروخت کرے۔" طحاوی میں مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ہر چیز میں شفعہ برقرار رکھا۔ اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔

لغوی تحقیق: **الشفعة**: شین مضموم اور فاء ساکن، اس کے اشتقاق کے بارے میں مختلف قوال ہیں، تاہم یہ **الشفع** سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی جوڑنے کے ہیں۔ شفعہ کرنے والا شفعہ کے ذریعے فروخت شدہ چیز کو اپنی ملکیت کے ساتھ ملا لیتا ہے، اس بنا پر اسے شفعہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ حصہ ہے جو شریک کے علم میں لائے بغیر قیمت لے کر ایک اجنبی کو منتقل کر دیا گیا ہو، وہ حصہ اسی قیمت میں شریک کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ **وقعت الحدود**: یعنی اس کی حدود متعین کر دی جائیں۔ **الحدود**: یہ **حد** کی جمع ہے، حد اس فاصل کا نام ہے جو ایک چیز کو دوسری سے الگ کر دیتی ہے اور یہاں اس سے مراد بعض کی املاک کو بعض سے الگ کرنا ہے۔ **صرفت الطرق**: فعل ماضی مجہول ہونے کی وجہ سے صاد مضموم اور راء مکسور ہے، یعنی زمین وغیرہ کے مابین حد بندی کر کے راستے الگ الگ کر دیئے جائیں۔ **ربع**: راء مفتوح اور باء ساکن، یعنی گھر۔

تشریح: شارع ﷺ نے شریک کو ضرر سے محفوظ رکھنے کے لیے شفعہ کا حق دیا ہے۔ خاص کر مکان اور زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعات جن میں تقسیم کا عمل بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، اگر کوئی شریک اپنا حصہ اپنے شریک کو بتائے بغیر کسی غیر کو فروخت کر دے تو اس سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں بنا بریں اسلام نے شریک کو اولیت دی ہے۔

فقہی احکام: (۱) ایسی مشترک جاگیر میں شفعہ ہے جس کی نہ تو حد بندی کی گئی ہو اور نہ راستے متعارف ہوں۔ (۲) شفعہ کا حق صرف اس شخص کو ہے جو اس جاگیر میں شریک ہے۔ (۳) محض پڑوسی ہونے کے ناطے شفعہ نہیں کر سکتا۔ (۴) شریک کو چاہیے کہ وہ اپنا حصہ فروخت کرنے سے قبل اپنے شریک کو نہ صرف مطلع کرے بلکہ اسے خریدنے کا پورا موقع بھی فراہم کرے۔

۸۹۳: **وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اَلْجَارُ أَحَقُّ بِصَقَبِهِ" أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ ,وَفِيهِ قِصَّةٌ.**

البخاری، کتاب الشفعة، باب عرض الشفعة علی صاحبها قبل البیع: ۲۲۵۸، ابوداود: ۳۵۱۶، النسائی: ۷/۳۲۰، ابن ماجة: ۲۴۹۸، احمد: ۶/۱۰، الدارقطنی: ۴/۲۲۲، ۲۲۳، البیهقی: ۶/۱۰۵، ۱۰۶

تنبیہ: احمد ابراہیم زھوۃ کی تحقیق و تخریج سے شائع ہونے والے بلوغ المرام کے نسخہ میں کتابت کی غلطی سے اس حدیث کو حاکم کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا ہے۔ جو کہ درست نہیں۔

۸۹۳: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہمسایہ اپنی قدرت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے۔"

لغوی تحقیق: صقبة: صاد اور قاف مفتوح، علامہ ابن اثیر؛ النہایہ؛ میں فرماتے ہیں کہ **الصقب** کے معنی قریبی کے ہیں۔ جس کا گھر قریب ہو اسے صاقب کہا جاتا ہے، اکثر نے ؛سقب؛ بھی پڑھا ہے، جبکہ مصادر میں سقب ہی ہے۔ ابن درید کا کہنا ہے کہ دونوں لغات فصیح ہیں۔

تشریح: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے گھر جو آپ کے احاطے میں ہے وہ آپ مجھ سے خرید لیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ میں انہیں نہیں خریدوں گا۔ حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ تمہیں ضرور خریدنے ہوں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو چار ہزار سے زیادہ قیمت نہیں دوں گا، خواہ وہ یکمشت لے لیں یا قسطوں میں۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے پانچ سو دینار میں دے دیئے، سنو! اگر میں نے نبی مکرم ﷺ سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی قرابت کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے تو پھر میں تمہیں چار ہزار میں بھی نہ دیتا،

جاؤ میں نے تمہیں فقط پانچ سو دینار میں دیئے۔ جو حضرات پڑوسی کو حق شفعہ دیتے ہیں وہ اس حدیث سے بھی استدلال کر لیتے ہیں۔امام بخاری کا موقف بھی یہی ہے۔تاہم یہ حدیث بھی مکمل طور پر مذکورہ موقف کی مؤید نہیں، کیونکہ اس میں بہت سے احتمالات ہیں۔(واللہ اعلم بالصواب)

۸۹۴: وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " جَارُ اَلدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ "رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ وَلَهُ عِلَّةٌ

ابن حبان، كتاب الشفعة، باب ذكر خبر او هم من جهل صناعة الحديث ان الجار الملاصق و ان لم يكن شريكاله الشفعة: ۵۱۸۲، الطحاوى: ۱۲۲/۴، النسائى فى الكبرىٰ: ۳٦۴/۱۰، احمد: ۱۲/۵، ابو داود: ۳۵۱۷

۸۹۴: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مکان کا ہمسایہ مکان پر زیادہ حق رکھتا ہے۔" (اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے، لیکن اس میں علت ہے۔)

تشریح: جو حضرات پڑوسی کو بھی حق شفعہ کا اختیار دیتے ہیں وہ اس روایت کو بطور حجت نقل کرتے ہیں۔ان حضرات کا اس روایت سے استدلال دو وجہ سے درست نہیں (۱) یہ روایت حضرت قتادہؒ سے دو طرح منقول ہے، کبھی وہ یہ روایت حسن عن سمرۃ کے طریق سے نقل کرتے ہیں اور کبھی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔امام دارقطنی کا کہنا ہے کہ دراصل یہ روایت حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہی ہے اور اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کرنا عیسیٰ بن یونس کا وہم ہے، تقریباً اسی سے ملتا جلتا قول امام ترمذی کا ہے۔بعض کا خیال ہے کہ حضرت قتادہؒ نے یہ روایت دونوں سندوں سے بیان کی ہے۔اگر یہ تسلیم کر لیں کہ یہ روایت قتادہ سے دونوں طرق سے منقول ہے تو اس صورت میں بھی دونوں طرق معلول ہیں۔ایک طریق قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے اور دوسرا طریق حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے۔(۲) یہ روایت فقط یہ ظاہر کرتی ہے کہ پڑوسی اس مکان کو خریدنے کا زیادہ حق دار ہے مگر اس سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ پڑوسی کو حق شفعہ بھی حاصل ہے۔

۸۹۵: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " اَلْجَارُ أَحَقُّ بِشُفْعَةِ جَارِهِ ,يُنْتَظَرُ بِهَا وَإِنْ كَانَ غَائِبًا إِذَا كَانَ طَرِيقُهُمَا وَاحِدًا " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابو داود، كتاب الاجارة، باب فى الشفعة: ۳۵۱۸، الترمذى: ۱۳۹۳، ابن ماجة: ۲۴۹۴، احمد: ۳۰۳/۳، البيهقى: ۱۰٦/٦، النسائى فى الكبرىٰ: ۹۵/٦

۸۹۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پڑوسی اپنے پڑوسی کے (مال میں) شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، اگر وہ موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کیا جائے بشرطیکہ دونوں کا راستہ ایک ہو۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔)

تشریح: اس حدیث سے واضح ہوا کہ پڑوسی کو حق شفعہ فقط اس صورت میں حاصل ہے، جب دونوں کا راستہ ایک ہو۔اگر راستے الگ الگ ہوں تو پھر پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہیں۔(۲) جس شخص کو حق شفعہ حاصل ہے، اس کی عدم موجودگی میں اس کا انتظار کیا جائے گا، خواہ اسکی غیر حاضری کتنی ہو طویل کیوں نہ ہو۔

۸۹٦: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ,عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ " اَلشُّفْعَةُ كَحَلِّ اَلْعِقَالِ " رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ وَالْبَزَّارُ ,وَزَادَ " وَلَا شُفْعَةَ لِغَائِبٍ " وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

ابن ماجة، ابواب الشفعة، باب طلب الشفعة: ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، التلخيص: ۵٦/۳

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے بلوغ المرام میں اس روایت کو فقط ضعیف کہا ہے۔جبکہ تلخیص میں ضعیف جداً کہا ہے اور یہی حکم صائب ہے۔

۸۹٦: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "شفعہ رسی کھولنے کی مثل ہے۔" (اسے ابن

ماجہ اور البزار نے روایت کیا ہے اور البزار نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ "غیر حاضر شخص کو حق شفعہ حاصل نہیں۔" اس کی سند ضعیف ہے۔)

لغوی تحقیق: کحل: کاف حرف تشبیہ ہے، حاء مفتوح اور لام مشدد ہے۔ یہ مضبوط باندھنے کی ضد ہے، یعنی کھولنا۔ **العقال**: عین مکسور، اس سے مراد وہ رسی ہے جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حق شفعہ فی الفور حاصل ہے، تاخیر کی صورت میں یہ حق زائل ہو جاتا ہے، لیکن یہ روایت محمد بن عبدالرحمان بیلمانی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

۱۴۔ بَابُ الْقِرَاضِ — مضاربت کا بیان

۸۹۷: عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " ثَلَاثٌ فِيهِنَّ اَلْبَرَكَةُ اَلْبَيْعُ إِلَى أَجَلٍ، وَالْمُقَارَضَةُ، وَخَلْطُ اَلْبُرِّ بِالشَّعِيرِ لِلْبَيْتِ, لَا لِلْبَيْعِ " رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

ابن ماجة، ابواب التجارة، باب الشركة والمضاربة: ۲۲۸۹

۸۹۷: حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تین کاموں میں برکت ہے، متعین مدت پر بیع کرنا، مضاربت کرنا، گھریلو استعمال کیلئے گندم اور جو کا ملاپ کرنا، لیکن فروخت کیلئے نہیں۔" (اسے ابن ماجہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **القراض**: قاف مکسور اور راء مفتوح، یہ قرض سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی کاٹنا، اور شرعی اصطلاح میں اپنے سرمایہ میں سے کچھ حصہ کسی کو تجارت کیلئے دینا اور طے شدہ شرائط کے مطابق منافع تقسیم کرنا۔ مضاربت میں اگر خسارہ ہو جائے تو پھر صاحب مال کا مال ضائع ہوا اور دوسرے فریق کی محنت ضائع ہوئی۔ مضاربت کا جواز چاروں ادلہ شریعہ سے ثابت ہے۔ امام صنعانی فرماتے ہیں کہ مضاربت قبل از اسلام رائج تھی اور اسلام نے بھی اسے جاری رکھا۔

تشریح: مضاربت میں کاروبار کرنے والا جمیع تصرفات میں امین ہوتا ہے، خرید و فروخت سے متعلق اس کی فراہم کردہ معلومات پر یقین کیا جاتا ہے، ہاں البتہ اگر قرائن سے یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے بد دیانتی کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ صاحب مال کو اپنے مال سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں تو اس صورت میں اس سے نقصان پورا کیا جائے گا۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کی سند کو اس لیے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس سند کے تین راوی یعنی صالح بن صہیب، عبدالرحیم بن داؤد اور نصر بن قاسم مجہول ہیں۔

۸۹۸: وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَشْتَرِطُ عَلَى اَلرَّجُلِ إِذَا أَعْطَاهُ مَالًا مُقَارَضَةً أَنْ لَا تَجْعَلَ مَالِي فِي كَبِدٍ رَطْبَةٍ, وَلَا تَحْمِلَهُ فِي بَحْرٍ, وَلَا تَنْزِلَ بِهِ فِي بَطْنِ مَسِيلٍ فَإِنْ فَعَلْتَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَقَدْ ضَمِنْتَ مَالِي. رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ

الدارقطني: ۶۳/۳، البيهقي: ۱۱۸۱۴، ۱۱۸۱۵

۸۹۸: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب کسی شخص کو مضاربت پر سرمایہ دیتے تو اس پر یہ شرط کر لیتے کہ میرے سرمایہ سے حیوانات کی تجارت نہیں کرو گے، نہ بحری سفر میں اسے اپنے پاس رکھو گے اور نہ سیلاب زدہ علاقوں میں اسے لیکر جاؤ گے، اگر تم نے ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا تو پھر میرے راس المال کے تم ذمہ دار ہو گے۔ (اسے دارقطنی نے روایت کیا اور اس کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: کبد: کاف مفتوح اور باء مکسور، اس کے لفظی معنی جگر کے ہیں۔ **الرطبة**: ملائم، یہاں اس سے مراد حیوانات ہیں۔ **بطن مسیل**: باء مفتوح اور طاء ساکن، نشیبی علاقے۔

تشریح: امام بیہقی نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں صراحتاً لفظ "حیوان" مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی جب اپنا سرمایا کسی شخص کو سرمایہ کاری کیلئے دیتے تو اس سے شرط کر لیتے کہ تم میرا سرمایہ لیکر نہ تو بحری سفر کروگے نہ نشیبی علاقوں میں جاؤ گے اور نہ اس سرمایہ سے کوئی جانور خریدو گے، اگر تم نے ان شرائط کی خلاف ورزی کی اور سرمایہ ڈوب گیا تو تم ضامن ہوگے۔ ان شرائط سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر کے آپ ﷺ سے یہ شرائط عائد کرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ امام بیہقی نے یہ روایت نقل کر کے اس روایت کے ایک راوی ابوالجارود پر امام یحیٰی بن معین کی سخت جرح نقل کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) سرمایہ دار سرمایہ دیتے وقت منافع کا تناسب اور کاروبار کی نوعیت سے متعلق ایسی شرائط عائد کرسکتا ہے، جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ ہوں۔ (۲) کاروبار کرنے والا اگر طے شدہ شرائط سے انحراف کرتا ہے اور اس کی وجہ سے کاروبار میں نقصان ہو جاتا ہے تو اس صورت میں سارا نقصان کاروبار کرنے والا پورا کرے گا۔

۸۹۹: وَقَالَ مَالِكٌ فِي اَلْمُوَطَّأَ عَنِ اَلْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ عَمِلَ فِي مَالٍ لِعُثْمَانَ عَلَى أَنَّ اَلرِّبْحَ بَيْنَهُمَا، وَهُوَ مَوْقُوفٌ صَحِيحٌ.

مؤطا امام مالک: ۲/۶۸۸، البیھقی، کتاب القرائض: ۱۱۸۰۹، ۱۱۸۱۰

۸۹۹: امام مالک نے مؤطا میں علاء بن عبدالرحمٰن بن یعقوب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سرمایہ سے اس شرط پر کاروبار کیا تھا کہ منافع دونوں کے مابین تقسیم ہوگا۔ (یہ روایت موقوف صحیح ہے۔)

تشریح: امام بیہقی امام مالک کے طریق سے ایک طویل روایت لائے ہیں اس میں نفع کا تناسب نصف نصف مذکور ہے۔

۱۵۔ بَابُ الْمُسَاقَاةِ وَ الْإِجَارَةِ — زمین کو پانی دینے اور ٹھیکہ پر دینے کا بیان

۹۰۰: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ ,أَوْ زَرْعٍ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا ، فَسَأَلُوا أَنْ يُقِرَّهُمْ بِهَا عَلَى أَنْ يَكْفُوا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ اَلثَّمَرِ ,فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا " فَقَرُّوا بِهَا ,حَتَّى أَجْلَاهُمْ عُمَرُ. وَلِمُسْلِمٍ ، أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ دَفَعَ إِلَى يَهُودِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَأَرْضَهَا عَلَى أَنْ يَعْتَمِلُوهَا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ,وَلَهُ شَطْرُ ثَمَرِهَا.

صحیح بخاری، کتاب الحرث والمزارعة، باب اذا لم یشترط السنین فی المزارعة: ۲۳۲۹، مسلم: ۱۵۵۱، ابوداود: ۳۴۰۸، الترمذی: ۱۴۱۴، النسائی: ۷/۵۳، ابن ماجة: ۲۴۶۷، احمد: ۲/۱۷، ۲۲، الدارمی: ۲۶۱۴، ابن حبان: ۵۱۹۹، البیھقی: ۶/۱۱۴

۹۰۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں سے یہ معاہدہ کیا کہ زرعی اجناس اور پھلوں کی پیداوار کو نصف تقسیم کریں گے۔ (بخاری و مسلم) صحیحین ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ خود اہل خیبر نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ ﷺ انہیں خیبر کی زمینوں پر قابض رہنے دیں اس شرط پر کہ وہ زمین میں کھیتی باڑی کریں گے اور نصف پیداوار انہیں ملے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم جب تک چاہیں گے تمہیں اس شرط پر یہاں قابض رہنے دیں گے۔" چنانچہ وہ قابض رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں خیبر سے بے دخل کر دیا۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو خیبر کی زمین اور اس کے نخلستان اس شرط پر دیئے تھے کہ وہ اپنے اموال سے اس پر محنت کریں گے اور انہیں پیداوار کا نصف ملے گا۔

لغوی تحقیق: **المساقاۃ** :اس کے لغوی معنی پانی دینا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد نخلستان کو کسی دوسرے شخص کے حوالے اس شرط پر کرنا کہ وہ اسے پانی دے گا اور باغ کی مکمل طور پر دیکھ بھال کرے گا۔ اس کی اس محنت کے عوض اسے باغ کی پیداوار میں سے طے شدہ حصہ ملے گا۔ اس وقت جزیرہ العرب میں آب پاشی نہایت مشکل کام تھا، بنابریں باغ کی مکمل دیکھ بھال کو اس کے اہم جز سے موسوم کر دیا گیا۔ **الاجارۃ** :مصدر ہونے کی وجہ سے ہمزہ مکسور ہے، اور یہاں اس سے مراد محنت کا معاوضہ ہے۔ ثواب کو بھی اسی مناسبت سے اجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد طے شدہ جائز منافع ہے جو جائز محنت کے عوض دیا جاتا ہے۔ **شطر** :شین مفتوح اور طاء ساکن۔ یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں بمعنی نصف ہے۔ **ثمر** :اس کے لغوی معنی پھل کے ہیں اور یہاں اس سے مراد کھجوریں ہیں۔ **ان یقرھم**:ان کی سکونت برقرار رکھی جائے۔ **اجلاھم**:انہیں جلاوطن کر دیا۔

فقہی احکام: (۱) زمین اور باغات بٹائی پر دیئے جاسکتے ہیں۔ (۲) زمین دار اور کاشتکار یا عامل کے مابین جو معاہدہ طے ہو جائے اس کی پاسداری دونوں پر لازم ہے۔ (۳) پیداوار کی تقسیم کا تناسب جو بھی باہمی رضامندی سے طے پا جائے وہ درست ہے، نصف نصف ضروری نہیں۔ (۴) غیر مسلم کو بھی زمین یا باغات بٹائی پر دیئے جاسکتے ہیں، ان سے تجارت کی جاسکتی ہے اور انہیں مزدور بھی رکھا جاسکتا ہے۔

۹۰۱: **وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ** رضی اللہ عنہ **عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ؟ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ ,إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُؤَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ** ﷺ **عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ ,وَأَقْبَالِ الْجَدَاوِلِ ,وَأَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ ,فَيَهْلِكُ هَذَا وَيَسْلَمُ هَذَا ,وَيَسْلَمُ هَذَا وَيَهْلِكُ هَذَا ,وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هَذَا ,فَلِذَلِكَ زَجَرَ عَنْهُ ,فَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيهِ بَيَانٌ لِمَا أُجْمِلَ فِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ مِنْ إِطْلَاقِ النَّهْيِ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ.**

مسلم، کتاب البیوع، باب کراء الارض بالذھب و الورق: ۱۱۶/ ۱۵۴۷، البخاری: ۲۳۳۹ ، ۲۳۴۶، النسائی: ۷/ ۴۴، ابن ماجۃ: ۲۴۶۰، المعجم الاوسط: ۳۱۱ ، ۲۴۸۶ ، ۱۲۸۲۷ ، ۲۱۳۴ ، ۸۳۴۷، ابن حبان: ۵۱۹۰ ، ۵۱۹۶، ابوداود: ۳۳۹۲

۹۰۱: حضرت حنظلہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سونے اور چاندی کے عوض زمین ٹھیکے پر دی جاسکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا، اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد طیبہ میں لوگ اپنی زمین اس شرط پر دے دیا کرتے تھے کہ جو کچھ پانی کی نالیوں اور نالیوں کے روبرو پیدا ہوگا وہ اور کچھ حصہ مزید میں لے لوں گا، کبھی وہ حصہ برباد ہو جاتا اور دوسرا محفوظ رہتا، کبھی یہ محفوظ رہتا اور دوسرا تباہ ہو جاتا اور لوگوں کو ٹھیکہ اسی صورت میں ملتا تھا، بنابریں رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا، لیکن اگر کوئی طے شدہ چیز متعین ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (مسلم) اور اس میں اس کا بھی بیان ہے جسے شیخین نے اجمالاً نقل کیا ہے کہ زمین ٹھیکے پر مت دیا کرو۔

تشریح: زمین کو ٹھیکے پر دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ رحمت عالم ﷺ سے اس بارے میں جواز اور عدم جواز کے فرامین منقول ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ سے ممانعت کی روایات نقل کرتے ہیں، جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم جواز کی احادیث نقل کرتے ہیں۔ بنابریں فقہا اور محدثین کے مابین جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، جو محدثین وفقہا عدم جواز کے قائل ہیں، اس کے پیروکار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ غیر مسلم مفتوحین کو کچھ مدت کیلئے زمین یا باغات ٹھیکے پر دے سکتے ہیں، مگر مسلمان ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے، ان کی یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہم کے بیانات اس اختلاف کو ختم کرنے کیلئے قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ مبہم اور غیر واضح معاہدہ کرتے تھے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرما دی، اگر معاہدہ میں

پیداوار کی تقسیم کا تناسب یا کرایہ متعین ہو تو پھر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے مطلق منع نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ بغیر کرایہ کے دینا بہتر ہے۔

فقہی احکام: (۱) زمین بٹائی پر دیتے وقت زمین کے بعض قطعات کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کر لینا درست نہیں۔ (۲) اگر زمین ضرورت سے زائد ہو تو پھر کسی ضرورت مند کو بغیر ٹھیکے کے دینا بہتر ہے۔

۹۰۲: **وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ اَلضَّحَّاکِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ اَلْمُزَارَعَةِ وَأَمَرَ بِالْمُؤَاجَرَةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ أَيْضًا.**

صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب فی المزارعة والمواجر: ۱۱۹/۱۵۴۹، ابن حبان: ۵۱۸۸، احمد: ۳۳/۴، الدارمی: ۲۷۰/۲، البیهقی: ۱۲۸/۶، الطبرانی: ۱۳۴۲، الطحاوی: ۱۰۶/۴

۹۰۲: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بٹائی پر زمین دینے کی ممانعت اور ٹھیکے پر دینے کی اجازت فرمائی۔ (یہ روایت بھی مسلم نے بیان کی ہے۔)

لغوی تحقیق: **المؤاجرة:** زمین کو ٹھیکے پر دینا۔

تشریح: یہ روایت سابقہ روایت کے بظاہر معارض ہے، لیکن ان دونوں روایات میں مطابقت کی شکل موجود ہے جو کہ سابقہ حدیث کی تشریح میں نقل کر دی گئی ہے۔

۹۰۳: **وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ قَالَ اِحْتَجَمَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ وَأَعْطَى اَلَّذِي حَجَمَهُ أَجْرَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَاماً لَمْ يُعْطِهِ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ**

البخاری، کتاب البیوع، باب ذکر الحجام: ۲۱۰۳، کتاب الاجارة، باب خراج الحجام: ۲۲۷۹، ۲۲۸۰، مسلم: ۱۲۰۲، ابوداود: ۳۴۲۳، ابن ماجة: ۲۱۶۲، احمد: ۲۴۱/۱، ابن حبان: ۳۵۳۶

۹۰۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اس کی اجرت عطاء فرمائی، اور اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے عطا نہ فرماتے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: **اعطی:** یہ فعل دو مفعول کی طرف متعدی ہے، پہلا مفعول **"حجمه"** اور دوسرا مفعول **"اجره"** ہے۔ **الحجامة:** یہ **حجم** سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی چوسنے کے ہیں۔ اصطلاح فقہاء میں گردن یا جسم کے کسی دوسرے حصہ سے چوس کر خون نکالنے کے عمل کو حجامہ کہتے ہیں

تشریح: اس طرح کی ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابوطیبہ کو طلب فرمایا، اس نے آپ ﷺ کو سینگی لگائی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے خراج میں سے ایک صاع کم کر دیا جائے۔ اس طرح ایک روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

فقہی احکام: (۱) سینگی لگوانا جائز ہے۔ (۲) سینگی لگانے والے کو اجرت دی جا سکتی ہے۔

۹۰۴: **وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " كَسْبُ اَلْحَجَّامِ خَبِيثٌ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.**

مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم ثمن الکلب وحلوان الکاهن و مهر البغی: ۱۵۶۸، ابوداود: ۳۴۲۱، الترمذی: ۱۲۹۸، النسائی: ۱۹۰/۸، احمد: ۴۶۴/۳

۹۰۴: حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سینگی لگانے والے کی کمائی گھٹیا ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **خبیث:** یہ عموماً طیب کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس لئے اس کا اطلاق حرام پر بھی ہوتا ہے، اور کبھی یہ گھٹیا چیز کیلئے بھی

استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۶۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون﴾ ظاہر ہے کہ یہاں خبیث سے مراد گھٹیا ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے سینگی لگانے والے کو اجرت عطا فرمائی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر اس عمل کا معاوضہ حرام ہوتا تو پھر آپ ﷺ کیوں عطا فرماتے۔ لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ اس حدیث میں مذکور لفظ خبیث سے مراد حرام نہیں بلکہ گھٹیا چیز ہے۔ بعینہٖ اسی طرح آپ ﷺ نے پیاز اور لہسن کو بھی اسی لفظ سے موسوم کیا ہے جبکہ ان دونوں چیزوں کے حلال ہونے پر کسی کو کلام نہیں۔

۹۰۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "قَالَ اَللَّهُ عزوجل ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ, وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا ,فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ أَجِيرًا ,فَاسْتَوْفَى مِنْهُ ,وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

البخاری، کتاب البیوع، باب اثم من باع حراً: ۲۲۲۷، احمد: ۳۵۸/۲، البیھقی: ۱۲۱/۶، ابن حبان: ۷۳۳۹، ابن ماجة: ۲۴۴۲

تنبیہ: یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔

۹۰۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت کے روز تین قسم کے آدمیوں کے خلاف میں مدعی ہوں گا، ایک وہ شخص جس نے میری ضمانت دیکر بدعہدی کی، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ہڑپ کر گیا، تیسرا وہ شخص جس نے مزدور سے کام تو پورا لیا مگر اسے اجرت پوری نہ دی۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: خصم: کسی سے جھگڑا کر کے اسے مغلوب کر دینا۔ اعطی بی: کسی کو یقین دلانے کیلئے میرے نام کی قسم کھائی یا میرے نام پر کسی کو امان دی۔ غدر: بدعہدی کی۔ حراً: حاء مضموم اور راء مشدد، آزاد انسان۔

تشریح: اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط تین قسم کے انسانوں کے خلاف ہی اللہ تعالیٰ مدعی ہوگا، اللہ تعالیٰ تو قیامت کے روز تمام ظالموں کے خلاف مدعی ہوگا، خواہ ان کا ظلم کسی بھی نوعیت کا ہو۔ زیر مطالعہ حدیث پاک میں تین قسم کے اشخاص کا ذکر فقط ان کے جرائم کو نہایت قبیح ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ نیز اس کی قیمت کھا جانے کی قید اتفاقی ہے یعنی اس رقم کو وہ کسی بھی کام میں استعمال کرے اس کی سزا یہی ہے۔

فقہی احکام: (۱) اللہ تعالیٰ کے نام کا حلف دینا درست ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کے نام کے حلف کی پاسداری اشد ضروری ہے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے نام کے حلف کو توڑنا بدترین جرم ہے (۴) کسی آزاد مرد یا عورت کو فروخت کرنا حرام ہے۔ (۵) مزدور کو اس کے کام کی مناسبت سے اجرت دینا لازم ہے۔

۹۰۶: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ " إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اَللَّهِ " أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الطب، باب الشروط فی الرقیة بفاتحة الکتاب: ۵۷۳۷، الدارقطنی: ۶۵/۳، البیھقی: ۱۲۴/۶، ابن حبان: ۵۱۴۶، البغوی: ۲۱۸۷

۹۰۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ جن چیزوں کی تم اجرت لیتے ہو، ان میں سے سب سے زیادہ اہم اجرت کتاب اللہ سے متعلق ہے۔"

فقہی احکام: (۱) قرآنی تعلیم کو عام کرنے کیلئے تعلیم قرآن کی اجرت لینا جائز ہے (۲) مؤذن امام اور مدرس بھی بقدر کفالت تنخواہ لے سکتے ہیں (۳) بہتر یہ ہے کہ مؤذن امام اور مدرس کی تنخواہ بیت المال سے ادا کی جائے اگر بیت المال کا نظام موجود ہو۔

۹۰۷: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " أَعْطُوا اَلْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ " رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ.

ابن ماجة، ابواب الرهون، باب اجر الاجراء: ۲۴۴۳

تنبیہ: صاحب سبل السلام نے اس روایت کو شرقی بن قطامی کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ فاضل مؤلف رحمہ اللہ سے یہاں تسامح ہوا ہے کیونکہ حدیث ابن عمر کی سند میں اس نام کا کوئی راوی نہیں، تاہم اس نام کا راوی حدیث جابر میں ہے۔

۹۰۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مزدور کی اجرت اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے دو۔" (ابن ماجہ)

لغوی تحقیق: عرق: عین اور راء مفتوح، پسینا۔

تشریح: اس روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مزدور کا پسینا خشک ہونے سے قبل اس کو اجرت دینا لازم ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مزدور کو اس کی محنت کے موافق اور وقت مقرر پر اجرت ادا کر دی جائے۔ امام ابن ماجہ نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے نقل کی ہے۔ زید بن اسلم قد آور ثقہ عالم تھے مگر ان کے تینوں صاحبزادے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور اسامہ ضعیف تھے۔ زیر مطالعہ روایت بھی چونکہ ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں، اس لئے فی نفسہ یہ روایت ضعیف ہے، تاہم اسے دیگر طرق سے تقویت حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) مزدور کو اس کی محنت کے موافق اور وقت مقرر پر اجرت دینی چاہیے۔ (۲) اچھے کام کی رغبت دلانے کیلئے بات میں مناسب مبالغہ کیا جا سکتا ہے۔ (۳) اجرت دینے میں بلاوجہ تاخیر کرنا ظلم ہے۔

۹۰۸: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عِنْدَ أَبِي يَعْلَى وَالْبَيْهَقِيِّ.

البيهقي، كتاب الاجارة، باب لا تجوز الاجارة حتى تكون معلومة و تكون الاجرة معلومة: ۱۱۸۵۷، باب اثم من منع الاجير اجره: ۱۱۸۶۴، ابويعلىٰ: ٦٦٨٢

۹۰۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اسی مفہوم کی روایت امام ابویعلیٰ اور امام بیہقی نے بیان کی ہے۔

تشریح: امام بیہقی نے اس روایت کو تین طرق سے نقل کیا ہے مگر انہوں نے ضعیف ہونے کا حکم فقط ایک طریق پر لگایا ہے۔

۹۰۹: وَجَابِرٍ رضی اللہ عنہ عِنْدَ الطَّبْرَانِيِّ، وَكُلُّهَا ضِعَافٌ.

المعجم الصغير: ۲۰/۱

۹۰۹: اور طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ تمام روایات ضعیف ہیں۔

تشریح: یہ روایت شرقی بن قطامی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مذکورہ تینوں روایات اگرچہ فرداً فرداً ضعیف ہے تاہم ان کا ضعف شدید نہیں، اس لئے یہ تینوں ایک دوسری کی مؤید ہونے کی وجہ سے حسن کا درجہ رکھتی ہیں۔

۹۱۰: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " مَنِ اِسْتَأْجَرَ أَجِيراً ,فَلْيُسَمِّ لَهُ أُجْرَتَهُ " رَوَاهُ عَبْدُ اَلرَّزَّاقِ وَفِيهِ اِنْقِطَاعٌ ,وَوَصَلَهُ اَلْبَيْهَقِيُّ مِنْ طَرِيقِ أَبِي حَنِيفَةَ.

عبدالرزاق، كتاب البيوع ابواب المساقاة، باب الرجل يقول بع هذا بكذا ......: ۱۵۰۲۴، البيهقي: ۱۲۰/۶، المراسيل لابی داؤد: ۱۸۱

تنبیہ: امام بیہقی نے امام ابوحنیفہ کے طریق سے حدیث ابی سعید کو موصولاً نقل نہیں کیا بلکہ حدیث ابی ہریرہ کو موصولاً نقل کیا ہے (۲) ابراہیم یہ روایت کبھی حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی ان سے موقوف نقل کرتے ہیں اور کبھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مرفوع نقل کرتے ہیں۔

۹۱۰: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی مزدور کو کام پر لگائے تو اسے مزدور سے اجرت طے کر

لینی چاہیے۔" (اسے عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اس کی سند میں انقطاع ہے اور امام بیہقی نے یہ روایت امام ابوحنیفہ کے طریق سے موصولاً بیان کی ہے۔)

لغوی تحقیق: بلوغ المرام کے اکثر نسخوں میں "فـلیسـم" ہے یعنی اجرت متعین کرے۔اس مفہوم کی تائید بیہقی کے نقل کردہ اس طریق سے بھی ہوتی ہے جس کی طرف مؤلف رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کیونکہ اس طریق میں؛حتی بین له اجره ؛ہے اور دوسرے طریق میں؛فلیعلمه اجره ؛ ہے اور عبدالرزاق میں بھی یہی لفظ ہے اور بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں ؛فلیتم؛ بھی ہے۔اس کا معنی ہے، وہ مزدور کو پوری اجرت دے، لیکن اس لفظ سے یہ روایت مذکورہ مصادر میں نہیں ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ نے امام عبدالرزاق کے نقل کردہ طریق کو منقطع اس لئے کہا ہے کہ ابراہیم نخعی یہ روایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں جبکہ ابراہیم اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع ہے، جیسا کہ امام بیہقی اس طریق کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ؛وهو مرسل بین ابراهیم و ابی سعید؛۔

فقہی احکام: مزدور سے اجرت طے کر کے اسے کام پر لگانا چاہیے۔

۱۶۔ بَابُ أَحْيَاءِ الْمَوَاتِ — بے آباد زمین کو آباد کرنے کا بیان

۹۱۱: عَنْ عُرْوَةَ ,عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ عَمَّرَ أَرْضاً لَيْسَتْ لِأَحَدٍ ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا " قَالَ عُرْوَةُ وَقَضَى بِهِ عُمَرُ فِي خِلَافَتِهِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الحرث و المزارعة، باب من احیا ارضاموا تا: ۲۳۳۵، احمد: ۱۲۰/۶، البیهقی: ۱۴۱/۶، ابن الجارود: ۱۰۱۴، ابن حبان: ۵۲۰۲ - ۵۲۰۴، المعجم الاوسط: ۴۷۷۶

۹۱۱: حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص نے لاوارث غیر آباد زمین کو آباد کیا وہی اس زمین کا حقدار ہے۔حضرت عروہ کا کہنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرماتے رہے۔(بخاری)

لغوی تحقیق: الـمـوات: میم مفتوح اور واؤ مخففہ، ایسی چیز جس میں جوہر حیات نہ ہو، یہاں اس سے مراد ایسی زمین ہے جو بے آباد اور لاوارث ہو۔عمر: عین مفتوح اور میم کو مشدد اور مخفف ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، آباد کیا۔

تشریح: غیر آباد زمین کو عدم منفعت کی وجہ سے مردہ کہا گیا ہے، یعنی ایسی زمین جس کا کوئی مالک نہ ہو اس میں کھیتی باڑی اور مکان وغیرہ بھی تعمیر نہ ہوا اور نہ اس میں راستے بنائے گئے ہوں اور نہ کسی نے اس کی آب پاشی کا بندوبست کیا ہو، ایسی زمین کو جو شخص بھی سب سے پہلے آباد کر لے وہ اسی کی ملکیت ہوگی۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو بے آباد زمین کو آباد کرے تو اس کیلئے اجر ہے۔"

فقہی احکام: (۱) غیر آباد زمین کو آباد کرنا پسندیدہ عمل ہے۔(۲) لاوارث غیر آباد زمین کو جو بھی آباد کرنے کی کوشش کا آغاز کرے گا، وہ اسی کی ملکیت ہوگی خواہ وہ کافر بھی کیوں نہ ہو۔(۳) بے آباد زمین کو آباد کئے بغیر اس پر قبضہ کر کے اسے فروخت کرنا جائز نہیں۔(۴) ایسی بے آباد جو حکومت کی منصوبہ بندی میں شامل ہو اس پر قبضہ کرنا بھی جائز نہیں۔

۹۱۲: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَنْ أَحْيَا أَرْضاً مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ " رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ ,وَحَسَّنَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ رُوِيَ مُرْسَلاً وَهُوَ كَمَا قَالَ ,وَاخْتُلِفَ فِي صَحَابِيِّهِ ,فَقِيلَ جَابِرٌ ,وَقِيلَ عَائِشَةُ ,وَقِيلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو ,وَالرَّاجِحُ الْأَوَّلُ

ابوداود، کتاب الخراج والامارۃ و الفئ، باب فی احیاء الموات : ۳۰۷۳، الترمذی: ۱۴۰۷، ابن حبان: ۵۲۰۲، ۵۲۰۵، احمد: ۳۶۳/۳، البیہقی: ۱۴۱/۶، ۱۴۲، المعجم الاوسط: ۲۰۵، ۴۱۱۴، ۶۷۷۴، ۹۴۳۵، ۲۲۶۲، ۸۲۲۴

تنبیہ: بلوغ المرام کے بعض مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کونقل کرنے والے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نام درج کیا گیا ہے جبکہ فتح الباری میں عبداللہ بن عمرو کا نام درج ہے۔راقم کے نزدیک یہی درست ہے کیونکہ امام طبرانی نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما ہی سے نقل کی ہے۔نیز اس روایت کونسائی کی طرف منسوب کرنا مؤلف رحمہ اللہ کا تسامح ہے۔

۹۱۲: حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے بے آباد زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے۔" اسے تینوں نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ مرسل بھی مروی ہے۔جیسا انہوں نے کہا ہے ویسا ہی ہے۔اس روایت کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ یہ کس صحابی سے مروی ہے؟ کسی نے جابر رضی اللہ عنہ سے، کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ یہ روایت حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

تشریح: امام ابن حبان نے یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے چار طرق سے مرفوع نقل کی ہے، دو طرق عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن رافع بن خدیج کے توسط سے، ایک طریق ابوزبیر اور ایک طریق وہب بن کیسان کے توسط سے نقل کیا ہے۔امام احمد نے ابوبکر بن محمد کے توسط سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی ہے، لیکن یہ طریق لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔امام بیہقی نے عروۃ کے توسط سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو طرق سے مرفوع نقل کی ہے، اور تین طرق سے عروۃ سے مرسل نقل کی ہے۔امام طبرانی نے حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم اور حضرت مروان بن حکم سے مرفوع نقل کی ہے۔امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع نقل کی ہے لیکن یہ طریق امام حسن بصری کے حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے عدم سماع کی وجہ سے ضعیف ہے، نیز یہ روایت حضرت عبادہ اور حضرت ابواسید رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔مزید تفصیل حدیث رقم ۸۹۰ کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۱۳: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ رضی اللہ عنہ أَخْبَرَهُ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ " رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ

البخاری، کتاب المساقاۃ، باب لاحمی الاللہ و لرسولہ: ۲۳۷۰، ابوداود: ۳۰۸۳، احمد: ۳۷/۴، ۳۸، ابن الجارود: ۴۳۶، البیہقی: ۷۸/۵، ۱۲۶/۶، ۵۹/۷، ابن حبان: ۱۳۶، ۱۳۷، ۴۱۸۴، ۴۶۸۵، ۴۷۸۷، المعجم الاوسط: ۴۶۶۶

۹۱۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اور رسول کے علاوہ کسی اور کو اپنے لئے چراگاہ مخصوص کرنے کا حق نہیں۔" (بخاری)

تشریح: یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے اور اس حدیث سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ خلیفۃ المسلمین بھی سرکاری مواشی کیلئے غیر آباد زمین کا کوئی قطعہ اراضی سرکاری مواشی کیلئے مخصوص نہیں کر سکتا، اس وقت چونکہ بیت المال کے سرپرست اعلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس لئے اس اختیار کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اشرف اور الربذہ کو سرکاری مواشی کیلئے مخصوص کیا۔

فقہی احکام: (۱) خلیفۃ المسلمین سرکاری مواشی کیلئے غیر آباد زمین کا کوئی سا قطعہ مخصوص کر سکتا ہے۔(۲) عوام الناس یا خواص میں سے کسی شخص کو اپنے مواشی کیلئے غیر مقبوضہ زمین کو بطور چراگاہ مخصوص کرنا جائز نہیں۔(۳) حاکم بھی اپنی ذات کیلئے کوئی قطعہ مخصوص نہیں کر سکتا۔

۹۱۴: وَ عَنِ ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ " رَوَاهُ أَحْمَدُ, وَابْنُ مَاجَهْ.

ابن ماجۃ، ابواب الاحکام، باب من بنی فی حقہ ما یضر بجارہ: ۲۳۴۱، احمد: ۲۸۶۷، المعجم الاوسط: ۲۷۰، ۱۰۳۷، ۳۷۸۹،

۵۱۸۹، المعجم الكبير: ۱۱۵۷۶، البيهقي: ۶۹/۶

تنبیہ: ابن ماجہ مطبوعہ نسخہ میں "لا ضرار ولا اضرار" ہے۔لگتا ہے کہ طباعت کی غلطی سے ایسا ہوا ہے۔

۹۱۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص اپنے بھائی کا حق کم کر کے اسے نقصان نہ پہنچائے اور جسے کسی دوسرے نے نقصان پہنچایا ہے وہ اسے اس سے زیادہ نقصان نہ پہنچائے۔" (احمد، ابن ماجہ)

لغوی تحقیق: لا ضرر: ضاد اور راء مفتوح، کوئی شخص اپنے بھائی کا حق کم کر کے اسے نقصان نہ پہنچائے۔ لا ضرار: ضاد مکسور اور راء مفتوح، جو نقصان اسے کسی نے پہنچایا ہے وہ اسے اس سے زیادہ نقصان مت پہنچائے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں معاشرے کو امن وآشتی سے ہمکنار رکھنے کا ایک نہایت بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے یعنی جو شخص کسی دوسرے کو اذیت دیتا ہے وہ اپنے لئے مصائب کا دروازہ کھولتا ہے، ظاہر ہے کہ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو مصائب سے دوچار کرتا ہے، تو دوسرے میں بھی انتقامی جذبہ پیدا ہوتا ہے، نتیجتاً وہ بھی اسے اذیت دیتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے معاشرے میں پھیلنے والے فساد کو اس کے آغاز ہی میں ختم کرنے کی تلقین فرمائی، یعنی تم اسی قدر کسی دوسرے کو اذیت دینے کے مجاز ہو جس قدر اس نے تمہیں اذیت دی ہے، ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص زیادہ نقصان پہنچائے گا تو دوسرا اسے اور زیادہ نقصان پہنچائے گا، اس طرح نہ رکنے والا فساد شروع ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی مفہوم کی احادیث منقول ہیں۔

فقہی احکام: (۱) کسی دوسرے شخص کو اذیت دینا جائز نہیں۔ (۲) بدلہ لینا جائز ہے لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ (۳) ایسا بدلہ جو حدود اللہ کے تحت آتا ہے وہ انسان خود نہیں لے سکتا۔ اسکے لئے عدالت سے رجوع کرنا لازم ہے خواہ عدالتی نظام انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

۹۱۵: **وَلَهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ مِثْلُهُ ,وَهُوَ فِي اَلْمُوَطَّإِ مُرْسَلٌ .**

ابن ماجة، ۲۳۴۰، مؤطا: ۲ /۷۴۵، احمد: ۳۲۶/۵، البيهقي: ۱۰ /۱۳۳، الحاكم: ۲ /۵۸، الطبراني: ۲ /۱۷۶، الحلية: ۷۶/۹، المعجم الاوسط: ۲۷۰ ، ۵۱۸۹، نصب الراية: ۳۸۵/۴، الدارقطني: ۷۷/۳

تنبیہ: راقم کو ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نہیں ملی، البتہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے۔ امام زیلعی فرماتے ہیں: ہمارے شیخ علاء الدین کو کسی دوسرے کی تقلید کی وجہ سے وہم ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ کو ابن ماجہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

۹۱۵: ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کی مثل روایت کی ہے اور یہی روایت مؤطا میں مرسل منقول ہے۔

تشریح: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے مرسل یا موصول ہونے میں اختلاف ہے البتہ حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ثعلبہ قرظی، حضرت ابولبابہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات اس کی شاہد ہیں۔ امام نووی اور علامہ سیوطی نے اس روایت کو حسن اور علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو ثقہ کہا ہے۔

۹۱۶: **وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهِيَ لَهُ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ , وَصَحَّحَهُ اِبْنُ اَلْجَارُودِ.**

ابوداود، كتاب الخراج، والامارة والفيء، باب في احياء الموات: ۳۰۷۷، ابن الجارود: ۱۰۱۵، الارواء: ۵ /۳۵۵، احمد: ۱۲/۵،

البيهقي: ١٤٢/٦

٩١٦: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے (لاوارث) زمین کے گرد دیوار بنالی وہ زمین اسی کی ہے۔" (ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن جارود نے اسے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: اس روایت کو علامہ السیوطی نے بھی صحیح کہا ہے ممکن ہے کہ ابن جارود، احمد اور سیوطی نے شواہد کی بنا پر صحیح کہا ہو کیونکہ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسن بصری کے سماع کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ راجح یہی ہے کہ یہ روایت فی نفسہٖ ضعیف ہے

فقہی احکام: (١) کسی لاوارث غیر آباد زمین پر چاردیواری کر لینا اس زمین کو آباد کرنے کے مترادف ہے۔
(٢) زمین کے گرد چاردیواری بنائی جاسکتی ہے۔

٩١٧: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ "مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا عَطَنًا لِمَاشِيَتِهِ" رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

ابن ماجة، ابواب الرهون، باب حريم البئر: ٢٤٨٦، التلخيص: ٦٣/٣، نصب الراية: ٢٩١/٤، ٢٩٢، احمد: ١٦٤١٠، البيهقي: ١٥٥/٦

٩١٧: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کنواں کھودے تو اسے اس کنویں کے گرد چالیس ہاتھ تک اپنے مویشی باندھنے کا استحقاق ہے۔" (اسے ابن ماجہ نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: ذراعاً: ذال مکسور، انگلیوں کے ناخن سے لیکر کہنی تک انسانی ہاتھ، اس کی لمبائی تقریباً ٤٦ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ **عطنا**: عین اور طاء مفتوح، پانی کے قریب تر مویشیوں کا باڑہ۔ **ماشية**: اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری وغیرہ۔

تشریح: امام بوصیری کا کہنا ہے کہ اس روایت کا مدار اسماعیل بن مسلم مکی پر ہے اور وہ مختلف فیہ ہے، جبکہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو **التلخیص الحبیر** میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم ہے اور وہ ضعیف ہے، مؤلف رحمہ اللہ اور امام زیلعی کا کہنا ہے، اسماعیل بن مسلم کی متابعت اشعث نے کی ہے۔ اس روایت میں ایک دوسری علت یہ بھی ہے کہ امام حسن بصری نے یہ روایت عبداللہ بن مغفل سے معنعن نقل کی ہے اور وہ مدلس ہیں۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مسند احمد میں ہے۔ علامہ زیلعی نے **مسند احمد** کے حوالے سے باسند نقل کرنے کے بعد اس پر خاموشی اختیار کی ہے، لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ عوف نے یہ روایت ایک مجہول شخص سے نقل کی ہے۔

تنبیہ: علامہ زیلعی سے حدیث ابی ہریرہ کی سند نقل کرنے میں تسامح ہوا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کی سند ہشیم عن عوف عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے جبکہ درحقیقت یہ سند ہشیم عن عوف عن رجل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے۔

٩١٨: وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ ,عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَاَلتِّرْمِذِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، كتاب الخراج والامارة والفيء، باب في اقطاع الارضين: ٣٠٥٨، الترمذي: ١٤١٢، احمد: ٣٩٩/٦، البيهقي: ١٤٤/٦، الطبراني: ١٣/٢٢، ١٢، ابن حبان: ٧٢٠٥

تنبیہ: مؤلف رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تصحیح کی نسبت فقط ابن حبان کی طرف کی ہے جبکہ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

٩١٨: حضرت علقمہ بن وائل اپنے باپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حضرموت میں زمین کا ایک قلعہ عطا فرمایا تھا۔ (اسے

ابوداؤداورترمذی نے روایت کیا ہےاورابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **اقطعه:** آپ ﷺ نے انہیں زمین کا قطعہ عطا فرمایا۔ **حضر موت:** حاءمفتوح،ضادساکن اورمیم مفتوح، یہ شہر یمن کے جنوب میں واقع ہے۔

تشریح: مفصل روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے جب وائل بن حجر کو زمین کا قطعہ عطا فرمایا تو ان کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں،اس نے کہا،تم نوابوں کے پیچھے سوار ہونے کے قابل نہیں،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر آپ مجھے اپنے جوتے پہننے کیلئے دیدیں۔اس نے کہا،اونٹنی کے سائے سے جوتوں کا کام لے لیں۔جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو یہ ان کے پاس گئے،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھالیا اور انہیں وہ وقت یاد دلایا۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت خود سے کہا کہ کاش میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے آگے سوار کیا ہوتا۔

فقہی احکام: حاکم اپنی رعایا میں سے کسی بھی ایسے شخص کو جاگیر عطا کرنے کا صوابدیدی اختیار رکھتا ہے جو اس جاگیر کو آباد کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو

۹۱۹: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ ,فَأَجْرَى الْفَرَسَ حَتَّى قَامَ ,ثُمَّ رَمَى بِسَوْطِهِ فَقَالَ" أَعْطُوهُ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِيهِ ضَعْفٌ.

ابوداود، کتاب الخراج والامارة والفئ، باب فی اقطاع الارضین: ۳۰۷۲، احمد: ۱۵۶/۲

۹۱۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو گھوڑے کی دوڑ کے برابر زمین کا قطعہ عطا فرمایا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور وہ دوڑتے دوڑتے جب گر گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے کوڑا آگے کی طرف پھینک دیا، آپ ﷺ نے فرمایا:"اسے وہاں تک زمین الاٹ کردو جہاں تک اس کا کوڑا گرا ہے۔"(اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس میں ضعف ہے۔

لغوی تحقیق: **حضر فرسه:** حاءمضموم اورضادساکن،گھوڑے کی ایک دوڑ کے برابر۔

تشریح: یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری کی وجہ سے ضعیف ہے،تاہم اس کی اصل صحیح میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بنونضیر کے اموال میں سے زمین کا ایک قطعہ عطا فرمایا تھا،اس روایت کا آخری حصہ غیر محفوظ ہے۔

۹۲۰: وَعَنْ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ " اَلنَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ فِي الْكَلَأِ، وَالْمَاءِ، وَالنَّارِ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابوداود، کتاب الاجارة، باب فی منع الماء: ۳۴۷۷، احمد: ۳۶۴/۵، البیهقی: ۱۵۰/۶

۹۲۰: آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں ایک غزوہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھا، میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے،تین چیزوں میں سب لوگ برابر کے حق دار ہیں،گھاس، پانی اور آگ میں۔"(اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: **الکلاء:** لام اور کاف مفتوح،گھاس

تشریح: اس روایت کے تمام رواۃ بلاشبہ ثقہ ہیں،لیکن لفظ الـــــــاس نقل کرنے میں یزید بن ہارون تنہا ہیں جبکہ ان کے دیگر ساتھی لفظ المسلمون نقل کرتے ہیں،ابوداؤد اور مسند احمد میں بھی لفظ المسلمون ہی ہے۔

۱۷۔ بَابُ الْوَقْفِ وقف کا بیان

۹۲۱: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " إِذَا مَاتَ اَلْإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: اِلَّا من صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ، أَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُو لَهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان من الثوب بعد و فاته: ۱۶۳۱، ابوداود: ۲۸۸۰، الترمذی: ۱۴۰۳، النسائی: ۲۵۱/۶،

احمد: ۳۷۲/۲، ابن خزیمة: ۲۴۹۴، البیهقی: ۲۷۸/۶، ابن حبان: ۳۰۱۶

۹۲۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تین اعمال کے علاوہ باقی تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں(۱) صدقہ جاریہ(۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو(۳) نیک اولاد کی دعائیں۔

لغوی تحقیق: الوقف:اس کے لغوی معنی رکنے یا ٹھہرنے کے ہیں،شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے کسی مسلم شخص کا اپنے مال کی آمدنی کو انسانی فلاح و بہبود کیلئے مختص کرنا وقف کہلاتا ہے۔

تشریح: امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمین وقف کی جاسکتی ہے،حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ تمام صحابہ جو صاحب ثروت تھے انہوں نے کچھ نہ کچھ وقف کر رکھا تھا۔ابن ابی شیبہ میں ہے کہ اسلام میں وقف کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عہد رسالت میں) کیا تھا۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ انسان کے فوت ہونے کے بعد اس کا اکثر ریکارڈ سر بمہر کر دیا جاتا ہے لیکن بعض اعمال سے متعلق فائلیں ہنوز کھلی رہتی ہیں۔مثلاً جس شخص نے کوئی قطع زمین وقف کیا یا کوئی فلاحی ادارہ قائم کیا،لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کیا،کتاب وسنت کے علم کو فروغ دیا،جب تک لوگ اس کی محنت سے مستفید ہوتے رہیں گے اسے برابر ثواب پہنچتا رہے گا۔اسی طرح جو شخص اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرے گا اور اس کی اولاد جب تک اس کیلئے دست دعا پھیلاتی رہے گی،اس کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اندراج ہوتا رہے گا۔اس کے برعکس جو شخص غیر اخلاقی حرکات،شرکیہ رسومات اور فوجداری جرائم کا آغاز کریں گے،جب تک وہ شرکیہ رسومات،غیر اخلاقی حرکات اور فوجداری جرائم ہوتے رہیں گے،اس کے نامہ اعمال میں گناہ درج ہوتے رہیں گے۔(العیاذ باللہ)

فقہی احکام: (۱) جائداد کی آمدنی فلاحی کاموں کیلئے وقف کی جاسکتی ہے۔

(۲) فلاحی کاموں کی آڑ میں ورثا کو ان کے حق سے محروم کرنا قابل سزا جرم ہے۔

۹۲۲: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَیْبَرَ ,فَأَتَی اَلنَّبِیَّ ﷺ یَسْتَأْمِرُهُ فِیهَا ,فَقَالَ، یَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنِّی أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَیْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِی مِنْه ُقَالَ " إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا ,وَتَصَدَّقْتَ بِهَا " قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ , أَنَّهُ لَا یُبَاعُ أَصْلُهَا ,وَلَا یُورَثُ ,وَلَا یُوهَبُ ,فَتَصَدَّقَ بِهَا فِی اَلْفُقَرَاءِ ,وَفِی اَلْقُرْبَی ,وَفِی اَلرِّقَابِ ,وَفِی سَبِیلِ اَللَّهِ, وَابْنِ اَلسَّبِیلِ ,وَالضَّیْفِ ,لَا جُنَاحَ عَلَی مَنْ وَلِیَهَا أَنْ یَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ ,وَیُطْعِمَ صَدِیقاً غَیْرَ مُتَمَوِّلٍ مَالًا. مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ , وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَفِی رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ " تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ لَا یُبَاعُ وَلَا یُوهَبُ وَلَكِنْ یُنْفَقُ ثَمَرُهُ "

البخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الوقف: ۲۷۳۷، کتاب الوصایا، باب وماللوصی ......: ۲۷۶۴، صحیح مسلم: ۱۶۳۲،

ابوداود: ۲۸۷۸،الترمذی: ۱۴۰۲، النسائی: ۲۳۰/۶، ابن خزیمة: ۲۴۸۳، احمد: ۵۵/۲،الدارقطنی: ۱۸۶/۴، البیهقی: ۱۵۸/۶،

فقۃ السنن والآثار: ۱۷۷۱، ۳۷۷۳، ۳۷۷۳

۹۲۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین حاصل ہوئی اور وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس زمین کے بارے میں مشورہ لینے کیلئے پیش ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے خیبر میں جس قدر عمدہ زمین ملی ہے، ایسا عمدہ مال مجھے ابھی تک میسر نہیں آیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو اصل زمین اپنے قبضہ میں رکھو اور اس سے حاصل ہونے والی پیداوار صدقہ کر دو۔" حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے وہ زمین وقف کر دی، اب اسے نہ فروخت کیا جائے گا اور نہ ورثا میں تقسیم کی جائے گی اور نہ کسی کو ہبہ کی جائے گی، چنانچہ اس زمین کی پیداوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ محتاج و نادار لوگوں، قرابت داروں، غلاموں کی آزادی، اللہ کی راہ میں، مسافروں اور مہمانوں پر خرچ کرتے تھے۔ اس زمین کا نگران معروف طریقے سے اس زمین سے کھا سکتا ہے، اپنے دوستوں کو کھلا سکتا ہے، لیکن اس کے ذریعے اپنی دولت میں اضافہ نہیں کر سکتا۔ بخاری و مسلم، مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ اصل وقف کر دی، اسے نہ فروخت کیا جائے گا اور نہ ہبہ کیا جائے گا، لیکن اس کی پیداوار خرچ کی جائے گی۔

لغوی تحقیق: **یستأمرہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ **انفس:** نہایت عمدہ، بہت قیمتی۔ **الرقاب:** ایسے غلام جنہوں نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کر رکھی ہو اور وہ ایفائے عہد کرنے سے عاجز ہوں۔

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ زمین خیبر میں خریدی تھی، ایک دوسری روایت میں اس جگہ کا نام ثمغ مذکور ہے۔ یہ نہایت عمدہ زمین تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے مشاورت کر کے اس کی پیداوار وقف کر دی تھی۔

فقہی احکام: (۱) اصل مال اپنے قبضہ میں رکھ کر اس کی پیداوار وقف کی جا سکتی ہے۔ (۲) جس جائداد کی آمدنی وقف کی جائے اسے نہ تو تقسیم کیا جا سکتا ہے، نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔ (۳) اس جائداد کا نگران اپنی محنت کا معاوضہ اپنی ذات پر خرچ کر سکتا ہے، اور اپنے دوستوں کی خاطر تواضع بھی کر سکتا ہے۔ (۴) دانا آدمی کو بھی مشورہ طلب کر لینا چاہیے۔

۹۲۳: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عُمَرَ عَلَى اَلصَّدَقَةِ .. اَلْحَدِيثَ . وَفِيهِ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَقَدْ اِحْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اَللَّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْه

نوٹ: اس حدیث کی تشریح وتخریج حدیث نمبر ۸۷۷ کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۲۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات جمع کرنے کیلئے بھیجا، (مفصل حدیث ہے) جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "خالد نے تو اپنی زرہیں اور آلات حرب تک اللہ کے راستے میں وقف کر رکھے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **ادراعہ:** یہ درع کی جمع ہے، لوہے کی قمیص۔ **اعتادہ:** یہ عتاد کی جمع ہے، آلات حرب۔

۱۸۔ بَابُ الْهِبَةِ، وَ الْعُمْرَى، وَ الرُّقْبَى — ہبہ عمریٰ اور رقبیٰ کا بیان

۹۲۴: عَنِ اَلنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَبَاهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ اِبْنِي هَذَا غُلَامًا كَانَ لِي، فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَكُلُّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هَذَا؟" فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " فَارْجِعْهُ" وَفِي لَفْظٍ، فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى اَلنَّبِيِّ ﷺ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي فَقَالَ "أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ؟" قَالَ لَا قَالَ "اِتَّقُوا اَللَّهَ ,وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ" فَرَجَعَ أَبِي ,فَرَدَّ تِلْكَ اَلصَّدَقَةَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ "فَأَشْهِدْ عَلَى هَذَا غَيْرِي" ثُمَّ قَالَ "أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا

لَکَ فِی اَلْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ بَلَی قَالَ " فَلَا إِذًا "

البخاری، کتاب الھبة، باب الھبة للولد: ۲۵۸۶، مسلم: ۱۶۲۳، ابوداود: ۳۵۴۲، الترمذی: ۱۳۹۲، النسائی: ۲۵۸/۶، ابن ماجة: ۲۳۷۶، احمد: ۲۶۸/۴، المؤطا: ۷۵۱/۲، الدارقطنی: ۴۲/۳، البیھقی: ۱۷۶/۶، ابن حبان: ۵۰۹۷ ـ ۵۱۰۷

۹۲۴: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے ابو انہیں لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنا غلام اپنے اس بیٹے کو ہبہ کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو غلام ہبہ کیا ہے؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "غلام واپس لے لو۔" اور ایک روایت میں ہے کہ میرے ابو مجھے ساتھ لیکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھے تحفہ دینے پر گواہ بنائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو ایک ایک غلام دیا ہے؟" اس نے عرض کیا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے مابین انصاف قائم کرو۔" میرے ابو مجھے لیکر واپس ہوئے اور انہوں نے وہ تحفہ واپس لے لیا۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیا تم پسند کرتے ہو کہ تیری اولاد تیرے ساتھ یکساں سلوک کرے۔" اس نے عرض کیا، ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " پھر تم ایسا مت کرو۔"

لغوی تحقیق: **الھبة**: ھا مکسور اور با مفتوح، یہ وہب سے ماخوذ ہے، یعنی تحفہ دی گئی چیز، شرعی اصطلاح میں کسی کو بغیر معاوضہ کے ایسی چیز کا مالک بنا دینا جس کا تصرف شرعاً جائز ہو، ہبہ کہلاتا ہے۔ **العمری**: عین مضموم، میم ساکن اور آخر میں یائے مقصورة، یہ **العمر** سے ماخوذ ہے، یہ بھی ہدیہ ہی کی ایک قسم ہے، بس فرق اتنا ہے کہ ہبہ ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جس کا مالک کسی کو لامحدود مدت کیلئے عطا کرتا ہے اور العمری ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جس کا مالک کسی کو اس کی زندگی تک عطا کرتا ہے۔ **الرقبیٰ**: راء مضموم، قاف ساکن اور آخر میں یائے مقصورة، یہ **المراقبہ** سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن اثیر "**النھایہ**" میں اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے یہ کہے کہ میں نے تمہیں یہ گھر دیدیا، اگر آپ مجھ سے پہلے فوت ہو گئے تو یہ گھر میرا ہوگا، اگر میں آپ سے پہلے فوت ہو گیا تو پھر گھر تمہارا ہوگا، اس میں دونوں ایک دوسرے کی موت کا خیال رکھتے ہیں، اس بنا پر اسے الرقبی سے موسوم کیا گیا ہے **نحلت**: یہ **النحل** سے ماخوذ ہے، النحل کا نون مکسور اور حاء ساکن ہے، اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو کچھ دیدینا۔

تشریح: ہبہ کی چار اقسام ہیں۔ **ھبة مطلق**: کسی کے ساتھ الفت ومحبت کی وجہ سے اسے تحفہ دینا۔ **الصدقة**: اخروی ثواب کی نیت سے کسی کو تحفہ دینا۔ **العطیة**: ایسا تحفہ جو مرض الموت کے وقت کسی کو وصیت کی صورت میں دیا جائے۔ **ھبة الدین**: کسی کا قرض ادا کرنے کیلئے اسے ہدیہ دینا۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ہبہ کی مذکورہ اقسام غیر اولاد کیلئے جائز ہیں اور اگر کوئی اولاد کو دینا چاہے تو پھر اسے چاہیے کہ وہ تمام اولاد کو برابر دے۔

فقہی احکام: (۱) والدین کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ جملہ اولاد کے مابین عدل قائم رکھیں۔
(۲) اولاد میں سے کسی ایک کو دوسرے پر برتری دینا ظلم کی ایک قسم ہے۔

۹۲۵: وَعَنِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ اَلنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم " اَلْعَائِدُ فِی هِبَتِهِ کَالْکَلْبِ یَقِیءُ ,ثُمَّ یَعُودُ فِی قَیْئِهِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ. وَفِی رِوَایَةٍ لِلْبُخَارِیِّ "لَیْسَ لَنَا مَثَلُ اَلسَّوْءِ ,اَلَّذِی یَعُودُ فِی هِبَتِهِ کَالْکَلْبِ یَرْجِعُ فِی قَیْئِهِ"

البخاری، کتاب الھبة، باب لایحل لا حد ان یرجع فی ھبة و صدقته: ۲۶۲۱، ۲۶۲۲، مسلم: ۱۶۲۲، ابوداود: ۳۵۳۸، الترمذی: ۱۳۲۱، النسائی: ۲۶۵/۶، ابن ماجة: ۲۳۸۵، احمد: ۳۰۱۵، ۳۱۴۶، ابن حبان: ۵۱۲۱ ـ ۵۱۲۳، البیھقی: ۱۸۰/۶، الطبرانی:

۱۰۶۹۲، ۱۰۶۹۳، الحمیدی: ۵۳۰، ابویعلی: ۲۴۰۵

۹۲۵: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"عطیہ دیکر واپس لینے والا اس کتے کی مثل ہے جو اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔"(بخاری و مسلم) اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ "ہمارے لئے اس سے بدترین مثال کوئی اور نہیں کہ جو شخص ہبہ دیکر واپس لے لیتا ہے، وہ اس کتے کی مثل ہے جو پہلے قے کرتا ہے پھر اپنی قے چاٹ لیتا ہے۔"

لغوی تحقیق: **العائد فی هبة**: تحفہ دیکر واپس لینا۔ **لیس لنا مثل السوء**: ہم مسلمان ہیں اس لیے یہ ہماری شان نہیں کہ ہم نہایت قبیح حرکت کا ارتکاب کریں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ہدیہ دے کر اس کا احسان جتلانا یا اس کی واپسی کا مطالبہ کرنا، نہایت مذموم حرکت ہے، البتہ اگر دوسرا شخص اس ہدیہ کے بدلہ میں اسی کی مثل یا اس سے کم یا زیادہ بطور تحفہ دے تو پھر اسے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ قرآن حکیم میں تو یہ صراحتاً مذکور ہے کہ جب تمہیں کوئی تحفہ دے تو تم اسے اس سے بہتر یا ویسا دو۔آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ تحفہ دینے والے کو جواباً تحفہ دیا کرتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) تحفہ دیکر اس کا احسان جتلانا یا واپسی کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

(۲) اگر دوسرا شخص بدلہ میں ازخود کوئی تحفہ دینا چاہے تو اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۹۲۶: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُعْطِيَ الْعَطِيَّةَ ,ثُمَّ يَرْجِعَ فِيهَا ; إِلَّا الْوَالِدُ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب البیوع والاجارات، باب الرجوع فی الهبة: ۳۵۳۹، الترمذی: ۱۳۲۱، النسائی: ۶/۲۶۷، ابن ماجة: ۲۳۷۷، احمد: ۲/۲۷، ابن حبان: ۵۱۲۳، ۵۱۲۴، الدارقطنی: ۴۲/۳، البیهقی: ۱۷۹/۶، الحاکم: ۴۶/۲، ابن الجارود: ۹۹۴، ابو یعلی: ۲۷۱۷

۹۲۶: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" کسی مسلم کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ عطیہ دیکر واپس لے، البتہ والد اپنی اولاد کو تحفہ دیکر واپس لے سکتا ہے۔اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ایک طریق میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھوڑا کسی کو فی سبیل اللہ دیدیا، پھر انہوں نے اس شخص کو وہ گھوڑا فروخت کرتے ہوئے دیکھا اور وہ گھوڑا اس سے خریدنے کا ارادہ فرمالیا، لیکن انہوں نے جب اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"اسے مت خرید۔"

فقہی احکام: (۱) والد اپنی اولاد کو تحفہ دیکر واپس لے سکتا ہے۔(۲) کسی کو تحفہ دیکر پھر اس سے خریدنا بھی درست نہیں۔

۹۲۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ ,وَيُثِيبُ عَلَيْهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الهبة، باب المکافاة فی الهبة: ۲۵۸۵، ابوداود: ۳۵۳۶، الترمذی: ۲۰۳۶، احمد: ۹۰/۶، البیهقی: ۱۸۰/۶

۹۲۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور اس کے بدلہ میں کچھ عنایت فرمادیا کرتے تھے۔(بخاری)

لغوی تحقیق: **یثیب علیها**: بدلہ میں عنائت فرماتے تھے۔

۹۲۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ وَهَبَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ نَاقَةً، فَأَثَابَهُ عَلَيْهَا ,فَقَالَ "رَضِيتَ؟" قَالَ لَا فَزَادَهُ ,فَقَالَ

"رَضِيتَ؟ " قَالَ لا فَزَادَهُ قَالَ "رَضِيتَ؟ " قَالَ نَعَمْ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، كتاب التاريخ، باب صفتة و اخباره: ٦٣٨٣ ، ٦٣٨٤، احمد: ١/ ٢٩٥، الطبرانى: ١٠٨٩٧، البزار: ١٩٣٨ ، ١٩٣٩، عبدالرزاق: ١٦٥٢١، المجع الزوائد: ١٤٨/٤، الترمذى: ٣٢٢٣، ابوداود: ٣٥٣٧

٩٢٨: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کو ایک اونٹنی تحفہ میں دی ،آپ ﷺ نے اسے اس کا بدلہ دیکر فرمایا:" کیاتم راضی ہو؟"اس نے کہا،نہیں۔آپ ﷺ نے اسے مزید دیکر فرمایا:"اب راضی ہو؟"اس نے کہا،نہیں۔آپ ﷺ نے کچھ اور دیکر فرمایا:"راضی ہو؟"اس نے کہا،ہاں۔(اسے احمد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت طاؤس نقل کرتے ہیں ، طاؤس سے ان کے بیٹے اور عمرو بن دینار نقل کرتے ہیں ، طاؤس سے ان کا بیٹا مرسل نقل کرتا ہے اور عمرو بن دینار سے ابن عیینہ بھی مرسل نقل کرتے ہیں جبکہ عمرو بن دینار سے حماد بن زید موصولاً نقل کرتے ہیں۔ابن حبان، مسند احمد،المعجم الكبير اور البزار میں یہ روایت موصولاً منقول ہے،علامہ ہیثمی نے رجال احمد کو رجال صحیح قرار دیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"میں پختہ عزم کر چکا ہوں کہ میں قریشی، انصاری اور ثقفی کے علاوہ کسی اور سے تحفہ قبول نہ کروں۔"اسی طرح کے الفاظ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث کے ہیں۔

فقہی احکام: (١) تحفہ قبول کرنا اور اس کا بدلہ دینا مسنون ہے۔(٢) ایسے آدمی کا تحفہ مسترد بھی کیا جا سکتا ہے جو بہت زیادہ لالچی ہو۔

٩٢٩: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " اَلْعُمْرَى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ " أَمْسِكُوا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوهَا ,فَإِنَّهُ مَنْ أَعْمَرَ عُمْرَى فَهِيَ لِلَّذِي أُعْمِرَهَا حَياً وَمَيِّتًا، وَلِعَقِبِهِ " وَفِي لَفْظٍ، إِنَّمَا اَلْعُمْرَى اَلَّتِي أَجَازَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ أَنْ يَقُولَ " هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ " فَأَمَّا إِذَا قَالَ " هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ، فَإِنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى صَاحِبِهَا " وَلِأَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ "لَا تُرْقِبُوا ,وَلَا تُعْمِرُوا، فَمَنْ أُرْقِبَ شَيْئًا أَوْ أُعْمِرَ شَيْئًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ "

البخارى، كتاب الهبة، باب ما قيل فى العمرىٰ و الرقبىٰ: ٢٦٢٥، مسلم: ١٦٢٥، ابوداود: ٣٥٥٥ ، ٣٥٥٦، النسائى: ٢٧٣/٦ - ٢٧٧، احمد: ٢٩٣/٣، ابن حبان: ٥١٢٦ - ٥١٣١، المعجم الكبير: ١١٠٠٠، البغوى: ٢٩٣/٨، البيهقى: ١٧٥/٦ ، ١٧٦، ابويعلىٰ: ١٨٣٥، الطيالسى: ١٧٤٣، ابن ابى شيبة: ١٤٣/٧، ابن ماجة: ٢٣٧٩

٩٢٩: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"عمریٰ اسی کا ہے جسے ہبہ کیا گیا ہے۔"(بخاری ومسلم) مسلم کی روایت میں ہے کہ "تم اپنے اموال کو اپنے پاس محفوظ رکھو اور انہیں ضائع مت کرو، بلاشبہ جس نے کسی کو عمریٰ دیا، وہ اسی کا ہے جسے دیا گیا،اس کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی،اور اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کا ہے۔"اور مسلم کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے جس عمریٰ کی رسول اللہ ﷺ نے اجازت دے دی وہ یہ ہے کہ عطیہ دینے والا یہ کہے، یہ تیرے لیے ہے اور تیرے بعد تیرے ورثا کیلئے ہے،لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ یہ تیرے لیے تیری زندگی تک ہے تو اس کی موت کے بعد وہ دینے والے کا ہوگا۔ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ "تم رقبیٰ کرو اور نہ عمریٰ، چنانچہ جس نے کوئی چیز بطور رقبیٰ یا عمریٰ دی تو وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے۔"

تشریح: عمریٰ کی تین اقسام ہیں۔

عمریٰ ابدی: تحفہ دینے والا شخص اس طرح کہے کہ یہ چیز تیرے لیے ہے اور تیرے بعد تیرے ورثا کی ہے۔

عمریٰ مطلق: یہ چیز آپ کی زندگی تک آپ کی ہے۔

عمریٰ مشروط: ہدیہ دینے والا یہ کہے کہ جب تک ہم دونوں زندہ ہیں یہ چیز آپ کی ہے، لیکن ہم میں سے کسی ایک کی موت کے بعد ہماری ہوگی پہلی دونوں قسمیں جمہور کے نزدیک بالاتفاق جائز ہیں اور تیسری قسم مختلف فیہ ہے، عمریٰ اور رقبیٰ سے متعلق احادیث حضرت ابو ہریرہ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔

۹۳۰: وَعَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ حَمَلْتُ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ,فَأَضَاعَهُ صَاحِبُهُ ,فَظَنَنْتُ أَنَّهُ بَائِعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ " لَا تَبْتَعْهُ,وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ ... " اَلْحَدِيثَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الھبة، باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ھبتہٖ: ۲۶۲۲ ، ۲۶۲۳ ، باب اذا حمل رجل علی فرس فھو کالعمریٰ و الصد قة: ۲۶۳۶، مسلم: ۱۶۲۰، النسائی: ۱۰۸/۵ ، ۱۰۹، احمد: ۴۰/۱، المؤطا: ۲۸۲/۱، حمیدی: ۱۵، البغوی: ۱۷۰۰، ابن حبان: ۵۱۲۴

۹۳۰: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو فی سبیل اللہ گھوڑا سواری کیلئے دیا، اس نے وہ گھوڑا برباد کر دیا، میں نے خیال کیا کہ یہ آدمی اس گھوڑے کو نہایت کم قیمت پر فروخت کر دے گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " آپ وہ گھوڑا مت خریدیں اگر چہ وہ آپ کو ایک درہم کے عوض بھی دے۔" (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسلم اور عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں، اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ وہ آدمی گھوڑا فروخت کر دے گا، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ گھوڑا برائے فروخت دیکھا۔ ان دونوں روایات میں حقیقی تعارض نہیں کیونکہ جمع کی صورت موجود ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے جب گھوڑے کو ناکارہ دیکھا تو انہیں خیال ہوا کہ وہ فروخت کر دے گا اور بعد میں اسے فروخت کرتے دیکھ لیا۔

۹۳۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ "تَهَادُوْا تَحَابُّوا" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْأَدَبِ الْمُفْرَدِ وَأَبُو يَعْلَى بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ

ادب المفرد: ۵۹۴، ابو یعلیٰ: ۶۱۴۸، البیھقی: ۱۶۹/۶، المعجم الاوسط: ۷۲۴۰، ۷۲۴۶، اتحاف الخیرة: ۳۹۴۳

۹۳۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو، اس سے تم میں باہمی محبت پیدا ہوگی۔" (اسے امام بخاری نے **الادب المفرد** میں اور ابو یعلیٰ نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: تھادوا: یہ باب مفاعلہ سے فعل امر ہے، باب مفاعلہ کی یہ خاصیت ہے کہ اس میں جانبین کی شرکت ہوتی ہے، یعنی ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو۔

تشریح: اس کی شاہد روایات حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ "تم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس سے تمہارے مابین محبت میں اضافہ ہوگا۔"

فقہی احکام: (۱) اسلام اخوت اور محبت کا داعی ہے (۲) تحائف دینے سے محبت ومودت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے تحائف دینا مسنون ہے۔

۹۳۲: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " تَهَادَوْا ,فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تَسُلُّ السَّخِيمَةَ " رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

البزار: ۱۹۳۷، المعجم الاوسط: ۱۵۴۹، ابوداؤد الطیالسی: ۲۳۳۳، اتحاف الخیرة: ۳۹۴۳، ۳۹۴۵، ۳۹۴۶، المطالب العالیة: ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، التلخیص الحبیر: ۶۹/۳

۹۳۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو، کیونکہ تحفہ کینہ سلب کر لیتا ہے۔ (اسے **البزار** نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الھدیة**: ھاءمفتوح، دال مکسور اور یاءمشدد، یعنی تحفہ۔ اس معنی میں یہ مادہ فقط باب افعال ہی میں استعمال ہوتا ہے۔**تسل**: اس کے لغوی معنی سلب کر لینے یا نکال دینے کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کینہ کو زائل کرنا ہے۔**السخیمة**: اس کے لفظی معنی سیاہی کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد بغض وکینہ ہے۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو فقط البزار کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ روایت **المعجم الاوسط** میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے اور اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"اے انصار کی جماعت! ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو، کیونکہ تحفہ کینہ کو سلب کرتا ہے اور محبت ومودت کو فروغ دیتا ہے، اللہ کی قسم! اگر مجھے (بکری کا) ایک پایا دیا جائے تو میں وہ بھی قبول کرلوں اگر مجھے ایک دستی پر مدعو کیا جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا۔"

علامہ ہیثمی نے اس روایت کو **مجمع الزوائد** میں درج کر کے اسے **المعجم الاوسط** کی طرف منسوب کیا ہے، نیز کہا ہے کہ اس کی مثل روایت **البزار** میں بھی ہے، لیکن یہ عائذ بن شریح کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قدر مختلف الفاظ سے ایک دوسرے طریق سے روایت نقل کی ہے۔

اس کی شاہد روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور یہ طریق بھی احمد بن الحسن کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی ایک شاہد حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور یہ روایت ابو معشر مدنی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی شاہد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے اور وہ روایت محمد بن ابی زعیزعۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ مؤلف رحمہ اللہ نے **تلخیص** میں بیان کیا ہے۔ امام ابویعلیٰ نے اس مفہوم کی روایت سعید بن ربیع عن رجل کے طریق سے نقل کی ہے، یہ روایت ایک راوی کے مبہم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اور دوسری روایت انہوں نے اسی مفہوم کی ام حکیم بنت وداع سے نقل کی ہے۔

۹۳۳: وَعَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "يَا نِسَاءَ اَلْمُسْلِمَاتِ! لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الھبة و فضلھاو التحریض علیھا: ۲۵۶۶، مسلم: ۱۰۳۰، الترمذی: ۲۱۲۰، احمد: ۷۵۹۴، ۸۰۷۲، ۷۵۱۹، ۲۷، المعجم الاوسط: ۷۱۹، ابن حبان: ۴۶۸

۹۳۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اے مسلم خواتین! کوئی پڑوسن اپنی کسی پڑوسن کیلئے تحفہ بھیجنے کو حقیر خیال نہ کرے خواہ وہ ہدیہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔"(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **لا تحقرن**: چھوٹا یا کم مت خیال کرے۔ **فرسن**: فاء مکسور اور راء ساکن، یہ لفظ حقیقی طور پر اونٹ کے پاؤں کیلئے استعمال ہوتا ہے جبکہ بکری کے کھر کیلئے اس کا استعمال مستعار ہے۔

تشریح: اسی مفہوم کی روایات حضرت حواء اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نیک کام کو معمولی مت خیال کرو، نیکی کے کسی کام کو چھوٹا خیال کر کے ترک کرنا نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔

۹۳۴: وَعَنِ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ,عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ "مَنْ وَهَبَ هِبَةً ,فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا ,مَا لَمْ يُثَبْ عَلَيْهَا" رَوَاهُ اَلْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ, وَالْمَحْفُوظُ مِنْ رِوَايَةِ اِبْنِ عُمَرَ ,عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَوْلُه.

الحاکم: ۵۲/۲، البیھقی، کتاب الھبات، باب المکافاة فی الھبة: ۱۲۲۵۳ ـ ۱۲۲۵۶

۹۳۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی کو کچھ ہبہ کرے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے جب تک اس کا بدلہ نہ دیا جائے۔" (اسے حاکم نے بیان کیا ہے لیکن درست یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف نقل کرتے ہیں۔)

تشریح: امام حاکم نے اس روایت کو مرفوع نقل کیا ہے، جبکہ امام مالک نے مؤطا میں صحیح سند سے موقوف نقل کیا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے امام حاکم سے مروی طریق کو وہم قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اس مرفوع روایت کو وہم قرار دیا ہے۔ امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت اس کی شاہد نقل کرنے کے بعد اسے ابراہیم بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور امام بخاری کے حوالے سے اس کے موقوف ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔

۱۹۔ بَابُ اللُّقَطَةِ — گم شدہ چیزوں کو اُٹھانے کا بیان

۹۳۵: عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ اَلنَّبِيُّ ﷺ بِتَمْرَةٍ فِي اَلطَّرِيقِ، فَقَالَ "لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، کتاب اللقطة، باب اذا وجد تمرة فی الطریق: ۲۴۳۱، مسلم: ۱۰۷۱، ابوداود: ۱۶۵۱، البیهقی: ۱۹۵/۶ (۱۲۳۲۸)

۹۳۵: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا گزر راستے میں گری ہوئی چیز کے قریب سے ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ کھجوریں کہیں صدقہ کی نہ ہوں تو میں اسے ضرور کھا لیتا۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: اللقطة: لام مضموم اور قاف مفتوح۔ خلیل نحوی کے نزدیک قاف ساکن ہے، مگر محدثین اور لغویین کا قاف کے مفتوح ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے لغوی معنی گم شدہ چیز کو اٹھانے کے ہیں۔

تشریح: گم شدہ اشیا کی چار اقسام ہیں (۱) نہایت معمولی قیمت کی گری ہوئی اشیا۔ ایسی اشیا کو اٹھانے کے بعد ان کا اعلان کرنا ضروری نہیں، البتہ اگر اس کا مالک معلوم ہو جائے تو پھر اسے لوٹانا ضروری ہے۔ (۲) ایسی اشیا جن کے ضائع ہونے کا خدشہ نہیں اور انہیں چھوٹے موٹے درندے بھی شکار نہیں کر سکتے، مثلاً اونٹ، ہرن اور پرندے وغیرہ، انہیں اپنے قبضہ میں لینا ممنوع ہے۔ (۳) حرم میں گری ہوئی چیز خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو اس کا اٹھانا فقط اس شخص کیلئے روا ہے، جو اس کا اعلان کرنا چاہتا ہو۔ (۴) غیر معمولی قیمت کی ایسی اشیا جن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو، انہیں اعلان کرنے کی شرط سے اٹھانا درست ہے۔

فقہی احکام: (۱) صدقہ نبی کریم ﷺ پر حرام تھا۔ (۲) معمولی قیمت کی گری ہوئی اشیا اٹھانا اور اسے استعمال کرنا جائز ہے۔

۹۳۶: وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَلْجُهَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى اَلنَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ؟ فَقَالَ "اِعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا, ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ,فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنُكَ بِهَا " قَالَ فَضَالَّةُ اَلْغَنَمِ؟ قَالَ "هِيَ لَكَ ,أَوْ لِأَخِيكَ ,أَوْ لِلذِّئْبِ " قَالَ فَضَالَّةُ اَلْإِبِلِ؟ قَالَ " مَا لَكَ وَلَهَا؟ مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا ,تَرِدُ اَلْمَاءَ ,وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ ,حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب اللقطة......، باب اذالم یوجد صاحب اللقطة بعد سنة فهی لمن وجدها: ۲۴۲۹، مسلم: ۱۷۲۲، ابوداود: ۱۷۰۴، الترمذی: ۱۴۰۴، ابن ماجة: ۲۵۰۴، احمد: ۱۱۵/۴، المؤطا: ۷۵۷/۲، ابن الجارود: ۶۶۲، الدارقطنی: ۲۳۵/۴، البیهقی: ۱۸۵/۶، ابن حبان: ۴۸۸۹۔۴۸۹۱، الشافعی: ۱۳۷/۲، الطبرانی: ۵۲۵۰، عبدالرزاق: ۱۸۶۰۲، الحمیدی: ۸۱۶، ابن ابی شیبة: ۴۵۶/۶، المعجم الاوسط: ۴۸۹۴، ۴۹۶۱، ۱۷۷۹، فقة السنن والآثار: ۳۸۱۷

۹۳۶: حضرت خالد بن زید جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے گری ہوئی چیز

اٹھانے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کا غلاف اور تسمہ ذہن نشین کرلو، پھر ایک سال اس کا اعلان کرو، اگر اس کا مالک آجائے (تو اس کے سپرد کر دو) ورنہ جو چاہو کرو۔" پھر اس نے گمشدہ بکری کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تیرے لیے، تیرے بھائی کیلئے یا پھر بھیڑیئے کیلئے ہے۔" پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "تجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ اس کا پانی اور اس کے جوتے اس کے پاس ہیں، وہ پانی پر پہنچ جائے گا اور درخت کھالے گا، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے تلاش کر لے۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **اعرف**: ہمزہ وصل اور راء مکسور، خوب ذہن نشین کر لے۔ **عفاصها**: عین مکسور، چمڑے کا ٹکڑا جس کے ذریعے بوتل کے منہ کو ڈھانپا جاتا ہے، یعنی غلاف۔ ابوعبیدہ کے نزدیک اس کا معنی برتن ہے۔ **و كائها**: واؤ مکسور، تسمہ۔ **عرفها**: عین مفتوح اور راء مشدد مکسور، اعلان کر۔ **فان جاء صاحبها**: اس جملہ کی جزا۔ **فاعطهااياه**: محذوف ہے یعنی جیسے ہی اس کا مالک آئے وہ چیز اسے دے دو۔ **سقاؤها**: سین مکسور اور کاف ممدود، یعنی اس کا پیٹ اس کیلئے مشکیزہ کی مثل ہے، کیونکہ وہ اس میں پانی جمع کر لیتا ہے۔ **حذاؤها**: حاء مکسور اور ذال ممدود، اس کے لفظی معنی جوتے کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد اس کے خف ہیں۔ **ضالة**: گم شدہ۔ **الذئب**: بھیڑیا۔

تشریح: اس مفہوم کی حدیث حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے سو دینار ملے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سال بھر اعلان کر۔" میں نے سال بھر اعلان کیا، پھر عرض کیا کہ اس کا مالک نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مزید اعلان کر۔" میں نے پھر سال بھر اعلان کیا، پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا مالک نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے پھر اعلان کرنے کا حکم دیا، میں نے پھر سال بھر اعلان کیا اور عرض کیا کہ مالک نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کی تھیلی اور تسمہ ذہن نشین رکھ کر اسے استعمال کر لے اور اگر اس کا مالک آجائے تو واپس کر دینا۔"

فقہی احکام: (۱) غیر معمولی چیز کو اگر اٹھا لیا جائے تو اس کا اعلان سال بھر کرنا چاہیے۔ (۲) یہ اعلان مساجد، منڈیوں اور بازاروں اور اہم گزر گاہوں پر ہونا چاہیے۔ (۳) ایک سال گزرنے کے بعد وہ اسے استعمال کر سکتا ہے لیکن اگر اس کا مالک بعد میں بھی آجائے تو وہی چیز بشرطیکہ وہ موجود ہو، ورنہ اس کی قیمت دینا ہوگی۔ (۴) ایسی اشیا جن کے ضائع ہونے کا خدشہ نہیں، انہیں اٹھانا جائز نہیں۔

۹۳۷: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ آوَى ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ ,مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب اللقطة، باب في لقطة الحاج: ۱۷۲۵، احمد: ۴/۱۱۷، ابن حبان: ۴۸۹۷، الطبرانی: ۵۲۸۲، ۵۲۸۱، البيهقي: ۱۹۱/۶، الطحاوی: ۱۳۴/۴، معرفة السنن والآثار: ۳۱/۵

۹۳۷: حضرت زید رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے گمشدہ چیز اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی اور اس کا اعلان نہ کیا وہ گمراہ ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **آوی ضالة**: گم شدہ چیز اٹھا کر اپنے پاس رکھ لی۔ **ضالة**: علامہ ازہری کا کہنا ہے کہ گم شدہ حیوان کو ضالة اور دیگر گم شدہ مال و متاع کو لقطہ کہا جاتا ہے۔ **ضال**: غیر رشید، گمراہ۔

تشریح: مسلمانوں کے اموال چونکہ ایک دوسرے پر حرام ہیں، اس لئے کسی گمشدہ چیز کو اٹھا کر اس کا اعلان اہم مقامات پر کرنا نہایت ضروری ہے اور جو شخص ایسا نہیں کرتا، وہ مسلمانوں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرتا ہے اور ایسے شخص کو رحمت عالم ﷺ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث جریر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) گمشدہ چیز اٹھا لینے پر اعلان کرنا لازم ہو جاتا ہے۔(۲) اعلان نہ کرنا گمراہی کی علامت ہے۔

۹۳۸: وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ وَجَدَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَوَىْ عَدْلٍ ,وَلْيَحْفَظْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا ,ثُمَّ لَا يَكْتُمُ ,وَلَا يُغَيِّبُ ,فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا ,وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اَللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا اَلتِّرْمِذِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ اَلْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، كتاب اللقطة، باب في اللقطة: ۱۷۰۹، النسائي في الكبرى: ۴۱۸/۳، ابن ماجة: ۲۵۰۵، احمد: ۱۶۱/۴، ابن الجارود: ۱۶۹/۲، ابن حبان: ۴۸۹۴، البيهقي: ۱۹۳/۶، الطبراني: ۹۸۵/۱۷، ابن ابي شيبة: ۴۵۵/۶، الطيالسي: ۱۰۸۱

۹۳۸: حضرت عیاض بن عمار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو گمشدہ چیز اٹھائے، اسے چاہیے کہ وہ اس پر دو عادل گواہ بنا لے، اس کے غلاف اور تسمہ کو خوب یاد رکھے، پھر اسے چھپائے نہ غائب کرے، اگر اس چیز کا مالک آجائے تو وہی اس کا حقدار ہے، بصورت دیگر وہ اللہ کا مال ہے، وہ جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔" (اسے احمد اور چاروں نے روایت کیا ہے ماسوا ترمذی کے، اسے ابن خزیمہ، ابن الجارود اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

فقہی احکام: (۱) گری ہوئی چیز اٹھانے پر دو عادل گواہ بنا لینے چاہیے۔(۲) اگر اس چیز کا مالک آجائے تو پھر دو گواہوں کی موجودگی میں وہ چیز اس کے سپرد کی جائے۔(۳) گمشدہ چیز کو مالک کے سپرد کرنے سے پہلے خوب تسلی کر لے کہ یہ چیز اسی کی ہے۔

۹۳۹: وَعَنْ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ عُثْمَانَ اَلتَّيْمِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ لُقَطَةِ اَلْحَاجِّ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

صحيح مسلم، كتاب اللقطة، باب في لقطة الحاج: ۱۷۲۴، ابوداود: ۱۷۱۹، احمد: ۴۹۹/۳، معرفة السنن والآثار: ۳۴/۵

۹۳۹: حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حاجیوں کی گری ہوئی چیز اٹھانے کی ممانعت فرمائی۔(مسلم)

تشریح: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "مکہ مکرمہ میں گری ہوئی چیز فقط وہی اٹھائے جو اس کا اعلان کرلے۔" امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ حاجیوں کی گری ہوئی چیز مطلق اٹھانا ممنوع نہیں، بلکہ فقط اس شخص کیلئے ممنوع ہے جو اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔امام بیہقی نے بھی اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔

۹۴۰: وَعَنِ اَلْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "أَلَا لَا يَحِلُّ ذُو نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ ,وَلَا اَلْحِمَارُ اَلْأَهْلِيُّ ,وَلَا اَللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهِدٍ ,إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِيَ عَنْهَا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، كتاب الاطعمة، باب النهي عن اكل السباع: ۳۸۰۴، احمد: ۱۳۱/۴

۹۴۰: حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خوب غور سے سن لو! کچلیوں والا جانور حلال ہے نہ پالتو گدھا اور نہ ذمی کی متاع گمشدہ حلال ہے، ہاں البتہ ایسی چیز کے اٹھانے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کی مالک کو کوئی پرواہ نہ ہو۔" (ابوداؤد)

لغوی تحقیق: **ذو ناب** : ناب ان دانتوں کو کہتے ہیں جو سامنے والے چار دانتوں کے دونوں طرف ہوتے ہیں، اس کی جمع انیاب اور نیوب آتی ہے۔**السباع**: سین مکسور، جو جانور ذوناب ہوتے ہیں انہیں سباع یعنی درندے کہا جاتا ہے جیسے کتا شیر اور چیتا وغیرہ۔**الحمار الاهلی**: پالتو گدھے۔**معاهد**: ایسے کفار جو جزیہ دیکر اسلامی ریاست میں رہتے ہیں۔**ان یستغنی عنها** : نہایت حقیر شی ہونے کی وجہ سے اس کا مالک اس سے مستغنی ہو۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمانوں کی گری ہوئی چیز اٹھا کر بغیر اعلان و انتظار کے استعمال کرنا ممنوع ہے، اسی

طرح غیر مسلموں کی گری ہوئی چیز کو بغیر اعلان وانتظار اٹھا کر استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔

فقہی احکام: (۱) اسلامی ریاست میں رہنے والے تمام لوگوں کے مال وجان کی حرمت یکساں ہے۔ (۲) غیر مسلموں کی گری ہوئی چیز اٹھانے کی بھی اسی صورت میں اجازت ہے جب اس کا اعلان وانتظار کرنا مقصود ہو۔ (۳) گری ہوئی نہایت معمولی اشیا اٹھا کر استعمال کی جاسکتی ہیں۔ (۴) اگر ایسی اشیا کا مالک آجائے اور وہ واپسی کا مطالبہ کرے تو واپس کرنا لازم ہے، خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم (۵) پالتو گدھے اور درندے حرام ہیں

۲۰۔ بَابُ الْفَرَائِضِ ورثا کے حصوں کا بیان

۹۴۱: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ " أَلْحِقُوا اَلْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا ,فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ "مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ**

مسلم، کتاب الفرائض، باب الحقوا الفرائض باهلها: ۱۶۱۵، البخاری: ۶۷۳۲، ابوداود: ۲۸۹۸، الترمذی: ۲۰۹۸، ابن ماجة: ۲۷۴۰، احمد: ۲۹۲/۱، الدارمی: ۳۶۸/۲، ابن حبان: ۶۰۲۸ ـ ۶۰۳۱، الدارقطنی: ۷۰/۴، البیهقی: ۲۳۸/۶، الطبرانی: ۱۰۹۰۲، عبدالرزاق: ۱۹۰۰۴، ابن ابی شیبة: ۲۶۵/۱۱، المعجم الاوسط: ۱۲۱۸، ۸۵۰۲، فقة السنن و الآثار: ۶۱/۵

۹۴۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ورثا کو ان کے حصے ادا کرو، پھر جو کچھ باقی بچ جائے وہ سب سے زیادہ قریبی مرد وارث کو دو۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: **الفرائض:** یہ **فریضة** کی جمع ہے اور مفروض کے معنی میں ہے، اور اس سے مراد فوت ہونے والے کی جائداد میں ورثا کے مقرر شدہ حصے ہیں، اس علم کو علم الفرائض کہتے ہیں، اور یہ ایک نہایت اہم علم ہے۔ بعض ضعیف طرق سے مروی روایات میں اس علم کی فضیلت واہمیت بھی مذکور ہے۔ **الحقوا:** ہمزہ مفتوح اور حاء مکسور، ادا کرو۔ **اهلها:** یہاں اس سے مراد وہ خواتین وحضرات ہیں جن کے حصے متعین ہیں۔ **الرجل ذکر:** یہاں لفظ ذکر بظاہر زائد معلوم ہوتا ہے کیونکہ رجل کہنے سے مؤنث خارج ہوگئی، بعض نے اسے تاکید قرار دیا ہے، مگر علامہ بقری نے اس کی بہت عمدہ وضاحت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لفظ رجل کا اطلاق فقط بالغ مرد پر ہوتا ہے جبکہ شارع کی رجل سے مراد فقط بالغ مرد نہیں "رجل ذکر" فرما کر اس لئے اس میں نابالغ لڑکوں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں وراثت کی تقسیم کا طریقہ کار بتایا گیا ہے۔ یعنی وراثت کی تقسیم کا آغاز اس طرح کیا جائے کہ سب سے پہلے ان لوگوں کو وراثت دی جائے جن کے حصص متعین ہیں۔ قرآن حکیم میں متعین حصوں کی تفصیل اس طرح ہے۔ (۱) **نصف حصہ:** اگر کوئی عورت بے اولاد فوت ہوجاتی ہے تو اس کے شوہر کو اس کی جائداد کا نصف ملے گا، اگر کوئی شخص بے اولاد فوت ہوجاتا ہے اور اس کی فقط ایک بہن ہی ہے تو اسے اس کی جائداد کا نصف ملے گا۔ میت کی صرف ایک ہی بیٹی ہے تو اسے نصف حصہ ملے گا۔ (۲) **چوتھائی حصہ:** اگر کوئی عورت اپنی اولاد چھوڑ کر فوت ہوتی ہے تو اس کے شوہر کو اس کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا، اگر مرد بے اولاد فوت ہوجائے تو اس کی بیوی کو ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔ (۳) **آٹھواں حصہ:** اگر شوہر اولاد چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کی بیوی کو ۸/۱ حصہ ملے گا۔ (۴) **دو تہائی حصہ:** اگر میت کا بیٹا یا پوتا نہ ہو، فقط دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو اس صورت میں ان سب کو دو تہائی حصہ ملے گا۔ میت اگر بے اولاد ہو اور اس کی دو یا دو سے زائد بہنیں ہوں تو انہیں بھی ۳/۲ حصہ ملے گا، اسی طرح اگر میت بے اولاد ہو لیکن اس کے والدین ہوں تو والدین کو ۳/۲ حصہ ملے گا۔ (۵) **ایک تہائی حصہ:** اگر میت بے اولاد ہو اور اس کے والدین ہوں تو والد کو ۳/۱ حصہ ملے گا۔ (۶) **چھٹا حصہ:** میت جب صاحب اولاد ہو تو پھر اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ۶/۱ حصہ ملے گا، والدین کے نہ ہونے کی صورت میں یہی حصہ دادا اور دادی کو ملے گا۔ میت کے ورثا میں اگر ایک بیٹی اور ایک پوتی

ہوگی تو پوتی کو ۶/ ۱حصہ ملے گا، اسی طرح اگر میت کے ورثا میں ایک حقیقی بہن اور ایک پدری بہن ہوگی تو پدری بہن کو ۶/ ۱حصہ ملے گا۔

درج بالا **اصحاب الفروض** کو ان کے حصص دینے کے بعد جو ترکہ بچ جائے وہ میت کے قریبی مذکر وارث کا ہوگا۔ فقہی اصطلاح میں اسے عصبہ کہا جاتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے علم وراثت کی کتب ملاحظہ فرمائیں۔

۹۴۲: وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " لَا يَرِثُ اَلْمُسْلِمُ اَلْكَافِرَ ,وَلَا يَرِثُ اَلْكَافِرُ اَلْمُسْلِمَ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر: ۶۷۶۴، مسلم: ۱۶۱۴، ابوداود: ۲۹۰۹، الترمذی: ۲۱۰۴، ابن ماجة: ۲۷۲۹، احمد: ۵/ ۲۰۰، المؤطا: ۲/ ۵۱۹، الشافعی: ۲/ ۱۹۰، سعید بن منصور: ۱۳۵، الدارمی: ۲۹۹۸، البیہقی: ۶/ ۲۱۸، عبدالرزاق: ۹۸۵۲، ابن حبان: ۶۰۳۳، الدارقطنی: ۴/ ۶۹، البغوی: ۲۲۳۱

۹۴۲: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسلمان، کافر کا وارث نہیں ہوگا اور نہ کافر، مسلمان کا وارث ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: **کافر:** ایسا شخص جو خلاف اسلام عقیدہ رکھتا ہے، یا بات کرتا ہے، یا عمل کرتا ہے، اسے شرعی اصطلاح میں کافر کہا جاتا ہے، جبکہ اس کے لفظی معنی چھپانے اور انکار کرنے کے ہیں۔

فقہی احکام: (۱) مسلمان اور کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اگرچہ ان کا باہمی رشتہ اولاد اور والدین ہی کا کیوں نہ ہو۔

۹۴۳: وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما فِي بِنْتٍ ,وَبِنْتِ ابْنٍ ,وَأُخْتٍ فَقَضَى النَّبِيُّ ﷺ لِلِابْنَةِ اَلنِّصْفَ ,وَلِابْنَةِ اَلِابْنِ اَلسُّدُسَ تَكْمِلَةَ اَلثُّلُثَيْنِ وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنة بن مع ابنة: ۶۷۳۶، ابوداود: ۲۸۹۰، الترمذی: ۲۱۸۸، ابن ماجة: ۲۷۲۱، احمد: ۱/ ۳۸۹، البیہقی: ۶/ ۲۳۰، الطبرانی: ۹۸۷۶، عبدالرزاق: ۱۹۰۳۱، الطیالسی: ۳۷۵، سعید بن منصور: ۲۹، ابن ابی شیبة: ۱۱/ ۲۴۵، معرفة السنن و الآثار: ۵/ ۵۸، ابن حبان: ۶۰۳۴

۹۴۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیٹی، پوتی اور بہن کے بارے میں بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کیلئے نصف ہے، اور دو تہائی مکمل کرنے کیلئے پوتی کیلئے چھٹا حصہ ہے اور جو کچھ باقی بچے وہ بہن کیلئے ہے۔ (بخاری)

تشریح: نص قرآنی کے مطابق اگر میت کی نرینہ اولاد نہ ہو لیکن اس کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو انہیں دو تہائی حصہ ملتا ہے اور اگر ایک بیٹی ہو تو پھر اسے نصف حصہ ملتا ہے۔ صورت مذکورہ میں ایک بیٹی ہے، اس لئے اسے نصف حصہ دیدیا گیا، جبکہ نرینہ اولاد موجود نہ ہونے کی صورت میں پوتی کو بھی بیٹی کی حیثیت حاصل ہے اس لئے اسے چھٹا حصہ دیکر دو تہائی حصہ مکمل کر دیا گیا۔

زیر مطالعہ حدیث سابقہ حدیث کے بظاہر معارض ہے کیونکہ اس حدیث میں بقیہ حصہ مرد کو دینے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں بقیہ حصہ عورت (بہن) کو دینے کا فیصلہ فرمایا گیا ہے، لیکن حقیقت میں ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ نرینہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں بیٹیاں اصحاب الفروض میں سے ہیں، مگر جب ان کے ساتھ ان کے بھائی ہوں گے تو وہ انہیں بھی عصبہ بنا دیں گے، جیسا کہ سورۃ النساء میں مذکور ہے، اسی طرح بنات (بیٹیاں) اخوات (بہنوں) کو عصبہ بنا دیتی ہیں۔

۹۴۴: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا اَلتِّرْمِذِيَّ وَأَخْرَجَهُ اَلْحَاكِمُ بِلَفْظِ أُسَامَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ حَدِيثَ أُسَامَةَ بِهَذَا اَللَّفْظِ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر: ۲۹۱۱، النسائی فی الکبری: ۴/۸۲، ابن ماجة: ۲۷۳۱، احمد: ۲/۱۷۸،
الدارقطنی: ۴/۷۶، الحاکم: ۲/۲۴۰، المعجم الاوسط: ۹۳۱۹، ۸۴۶۱

۹۴۴: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دوملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے۔" (اسے احمد اور چاروں نے ماسوا ترمذی کے روایت کیا ہے اور حاکم نے عبداللہ بن عمرو سے ان الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے جن الفاظ سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے اور نسائی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔)

لغوی تحقیق: ملتین : یہ ملة کا تثنیہ ہے، اس کی میم مکسور اور لام مشدد ہے، اس کی جمع ؛ملل ؛ آتی ہے، دو دین، یعنی دین اسلام اور دین کفر۔

تشریح: اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا، جبکہ جمہور کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوسکتا اور یہی راجح ہے، مگر یہودی اور عیسائی یا اہل کتاب اور ہندوں ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آیا سارا کفر ایک ہی ملت ہے یا نہیں؟ جن حضرات کا یہ کہنا ہے کہ سارا کفر ایک ہی ملت ہے، ان کے نزدیک یہودی اور عیسائی یا دیگر غیر مسلم مذاہب ایک دوسرے کے وارث ہوسکتے ہیں اور جن حضرات کے نزدیک کفار کی بھی الگ الگ ملتیں ہیں، ان کے نزدیک غیر اسلامی مذاہب کے پیروکار بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی بعض طرق میں ؛لایتوارث اهل ملتین شتی ؛ کے الفاظ ہیں، اور یہ الفاظ مؤخر الذکر موقف کے مؤید ہیں۔ اس طرح کی ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: غیر اسلامی مذاہب بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

۹۴۵: **وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَينٍ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى اَلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اِبْنَ اِبْنِي مَاتَ ,فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ فَقَالَ " لَكَ اَلسُّدُسُ " فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ، فَقَالَ "لَكَ سُدُسٌ آخَرُ " فَلَمَّا وَلَّى دَعَاهُ فَقَالَ " إِنَّ اَلسُّدُسَ اَلْآخَرَ طُعْمَةٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْأَرْبَعَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَهُوَ مِنْ رِوَايَةِ اَلْحَسَنِ اَلْبَصْرِيِّ عَنْ عِمْرَانَ , وَقِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.**

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی میراث الجد: ۲۸۹۶، الترمذی: ۲۰۹۹، النسائی فی الکبری: ۴/۷۳، احمد: ۴/۴۲۸، ابن الجارود: ۲/۲۴۱، الدارقطنی: ۴/۸۴، البیهقی: ۶/۲۴۴، معرفة السنن والآثار: ۵/۶۶

۹۴۵: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرا پوتا فوت ہوگیا ہے، اس کے ترکہ میں میرے لئے کتنا حصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تیرے لئے چھٹا حصہ ہے۔" جب وہ واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: "تیرے لئے ایک چھٹا حصہ مزید ہے۔" پھر جب وہ واپس ہوا تو آپ ﷺ نے اسے پھر بلایا اور فرمایا: "تیرے لئے آخری چھٹا حصہ بطور کھانے کے ہے۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایت حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بصری نے نقل کی ہے جبکہ حسن بصری کا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع مختلف فیہ ہے۔)

لغوی تحقیق: طعمة: طاء مضموم اور عین ساکن، کھانا۔

تشریح: پہلا چھٹا حصہ اس کیلئے اصحاب الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے ہے، کیونکہ فوت ہونے والے کا باپ پہلے فوت ہو چکا تھا اور دادا باپ کے قائم مقام تھا، جبکہ دوسرا چھٹا حصہ اسے عصبہ ہونے کے ناطے ملا۔ آپ ﷺ نے اسے دو قسطوں میں اس لئے بتایا کہ کہیں کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ دادا کا میراث میں تیسرا حصہ ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن کا حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ نیز یہ روایت قتادہ کے

عنعنہ کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

٩٤٦: وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ ,عَنْ أَبِيهِ ﷛ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ اَلسُّدُسَ ,إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ, وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ اَلْجَارُودِ ,وَقَوَّاهُ اِبْنُ عَدِيٍّ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی الجدة: ٢٨٩٥، النسائی فی الکبری: ٧٣/۴، ابن الجارود: ٢٤١/٢، ابن عدی: ٣٢٩/۴، الدارقطنی: ٩١/۴

تنبیہ: صاحب سبل السلام نے مختلف فیہ راوی کا نام عبداللہ العتکی تحریر کیا ہے، صاحب فتح العلام نے بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے عبداللہ العتکی ہی تحریر کیا ہے۔ جبکہ امہات الکتب میں اس کا نام عبیداللہ العتکی مذکور ہے۔ یہی درست ہے کیونکہ عبداللہ اس کے والد کا نام ہے۔

٩٤٦: حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دادی کیلئے اس صورت میں چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب میت کی والدہ زندہ نہ ہو۔ (اسے ابوداوٴد اور نسائی نے روایت کیا ہے، ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے صحیح کہا ہے اور ابن عدی نے اسے قوی قرار دیا ہے۔)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ والدہ کی عدم موجودگی میں دادی اور نانی دونوں ترکہ میں شریک ہونگی بشرطیکہ وہ دونوں زندہ ہوں ورنہ جو زندہ ہوگی اسے چھٹا حصہ ملے گا۔ اس روایت کو ابن خزیمہ، ابن جارود، ابن عدی اور ابن سکن نے صحیح کہا ہے، لیکن علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس روایت کے بارے میں اہل فن کے اختلاف کا سبب عبیداللہ العتکی ہے، اسے امام ابن خزیمہ، امام ابن عدی اور امام ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے، جبکہ امام بخاری اور امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔

فقہی احکام: اقرب کی موجودگی میں ابعد وراثت سے محروم رہے گا۔

٩٤٧: وَعَنِ اَلْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " اَلْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ , وَالْأَرْبَعَةُ سِوَى اَلتِّرْمِذِيِّ ,وَحَسَّنَهُ أَبُو زُرْعَةَ اَلرَّازِيُّ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ وَ اِبْنُ حِبَّانَ .

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی میراث ذوی الارحام: ٢٨٩٩ - ٢٩٠١، النسائی فی الکبری: ٧٦/۴، ابن ماجة: ٢٧٣٨، احمد: ١٣١/۴، ١٣٣/۴، العلل لابن ابی حاتم: ٥٠/٢، ابن الجارود: ٩٦٥، ابن حبان: ٦٠٣٥، ٦٠٣٦، الحاکم: ٣٤٤/۴، ابن ابی شیبة: ٢٦٤/١١، معرفة السنن والآثار: ٨٢/٥، الدارقطنی: ٨٥/۴، شرح معانی الآثار: ٣٩٨/۴، شرح مشکل الآثار: ٧/۴، تحفة الاشراف: ٥١٠/٨، بیان الوهم والایهام: ٣٤، ٣١٥، ١٣١٧، البیهقی: ٢١٤/٦

٩٤٧: حضرت مقدام بن معدی کرب ﷛ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ماموں اس شخص کا وارث ہے، جس کا کوئی وارث نہ ہو۔" (اسے احمد اور چاروں نے ماسوا ترمذی کے بیان کیا ہے، امام ابوزرعہ نے اسے حسن، امام حاکم اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: الخال: ماموں۔

تشریح: یہ روایت حضرت مقدام بن معدی کرب ﷛ سے عبدالرحمٰن بن عائذ، ابو عامر الهوزنی، راشد بن سعد اور یحییٰ بن مقدام نقل کرتے ہیں۔ یحییٰ بن مقدام سے مروی طریق یزید بن حجر کے مجہول، صالح بن یحییٰ کے مستور اور یحییٰ بن مقدام کے لین الحدیث ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ دیگر تینوں طرق کا مدار راشد بن سعد ہے، راشد بن سعد کبھی یہ روایت حضرت مقدام ﷛ سے براہ راست نقل کرتے ہیں، کبھی ان سے ابو عامر الهوزنی کے واسطے سے اور کبھی عبدالرحمٰن بن عائذ کے واسطے سے نقل کرتے ہیں اور کبھی مرسل نقل کرتے ہیں، اور متن بھی مختلف الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ بنابریں امام بیہقی نے اسے مضطرب قرار دیا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین اس روایت کو ضعیف قرار دیتے تھے اور

فرماتے تھے اس مسئلہ کی بابت کوئی بھی قوی حدیث موجود نہیں۔

امام ابن حبان اس روایت کو دو طرق سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت راشد بن سعد نے ابو عامر الہوزنی اور عبدالرحمٰن بن عائذ دونوں کے واسطے سے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔اور دونوں طرق کے متن مختلف ہونے کے باوجود یہ طرق محفوظ ہیں۔امام ابن قطان نے اس طریق کو بھی درست قرار دیا ہے جس میں وہ براہ راست حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ابن ترکمانی حنفی فرماتے ہیں کہ راشد بن سعد نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ قدیم صحابہ مثلاً معاویہ اور ثوبان سے سنا ہے۔لہٰذا عین ممکن ہے کہ انہوں نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت براہ راست بھی سنی ہو اور ابو عامر اور ابن عائذ کے واسطے سے بھی سنی ہو۔یہی موقف راجح ہے کیونکہ مسند احمد اور طحاوی میں مروی روایت میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ راشد بن سعد نے کہا کہ میں نے حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے۔اس کی شاہد روایات حضرت عائشہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔

فقہی احکام: (۱) اصحاب الفروض اور عصبہ کی عدم موجودگی میں ذوی الارحام وراثت کے حقدار ہونگے۔

(۲) ماموں اور خالہ کا شمار ذوی الارحام میں ہوتا ہے۔

۹۴۸: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ قَالَ كَتَبَ مَعِي عُمَرُ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ رضی اللہ عنہم أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " اَللَّهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ ,وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ سِوَى أَبِي دَاوُدَ وَحَسَّنَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ

الترمذی، ابواب الفرائض، باب میراث الخال: ۲۲۰۰، ابن ماجة: ۲۷۳۷، ابن الجارود: ۹۶۴، الدارقطنی: ۸۴/۴، ۸۵، البیهقی: ۲۱۴/۶، الطحاوی: ۳۹۷/۴، ابن ابی شیبة: ۲۶۳/۱۱، النسائی فی الکبری: ۷۶/۴، احمد: ۲۸/۱، ابن حبان: ۶۰۳۷

۹۴۸: حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اور اس کا رسول ہر اس شخص کا مولیٰ ہیں، جس کا کوئی مولیٰ نہ ہو اور ماموں اس کا وارث ہے، جس کا کوئی وارث نہ ہو۔" اسے احمد اور چاروں نے ماسوا ابوداؤد کے بیان کیا ہے، ترمذی نے اسے حسن اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن حارث مختلف فیہ ہے، ابن سعد، ابن حبان اور عجلی نے اس کی توثیق کی ہے، ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے بھی ان کی تعدیل کی ہے، لیکن علی بن مدینی نے اسے ضعیف اور نسائی نے غیر قوی قرار دیا ہے۔

راقم کے نزدیک زیر مطالعہ حدیث حسن درجہ کی ہے کیونکہ یہ روایت سابقہ روایت کی شاہد ہے۔

فقہی احکام: (۱) جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث حاکم ہوگا۔ (۲) اگر میت پر قرض ہوگا تو حاکم بیت المال سے ادا کرے گا۔

(۳) اگر اس کا ترکہ ہوگا تو حاکم اسے بیت المال میں جمع کردے گا۔

۹۴۹: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ اَلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " إِذَا اِسْتَهَلَّ اَلْمَوْلُودُ وَرِثَ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابن حبان، کتاب الفرائض، باب ذکر الاخبار بان من استهل من الصبیان عند الولادة: ۶۰۳۲، ابن ابی شیبة: ۳۱۹/۳، الحاکم: ۳۴۸/۴، الترمذی: ۱۰۳۳، ابن ماجة: ۲۷۵۰، ۲۷۵۱، الدارمی: ۳۱۲۶، عبدالرزاق: ۶۶۰۷، ابوداود: ۲۹۲۰، البیهقی: ۸/۴، المعجم الاوسط: ۴۵۹۶

تنبیہ: مؤلف ؒ کے ذکر کردہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، مؤلف ؒ کا حدیث جابر کو ابوداؤد کی طرف منسوب کرنا تساہل ہے کیونکہ ابوداؤد میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

۹۴۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو نومولود بچہ آواز نکالے وہ وارث بنے گا۔" اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے

اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: استھل: آواز سے رونا یا چیخنا، یہاں اس سے مراد وہ چیخ ہے جو بچہ ولادت کے وقت مارتا ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابوزبیر مرفوع اور موقوف ہر دو طرح سے نقل کرتے ہیں، جبکہ عطاء بن ابی رباح وغیرہ موقوف نقل کرتے ہیں۔ ابوزبیر جب مرفوع نقل کرتے ہیں تو معنعن نقل کرتے ہیں، جبکہ ابوزبیر معروف مدلس ہیں اور عطاء بن ابی رباح سے موقوف روایت محمد بن اسحاق نقل کرتے ہیں اور وہ بھی معنعن نقل کرتے ہیں، موصوف بھی معروف مدلس ہیں، لیکن ابوزبیر جب موقوف نقل کرتے ہیں تو وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کرتے ہیں، گویا اس روایت کا موقوف طریق صحیح ہے۔

اس روایت کی شاہد روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن اسحاق کے طریق سے مرفوعاً منقول ہے، یہ طریق بھی محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے، لیکن یہ طریق ابواسحاق سبیعی کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت سعید بن مسیّب کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً صحیح سند سے منقول ہے۔ ایک شاہد روایت حضرت مکحول سے بھی منقول ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے مگر سنداً صحیح ہے، مرسل صحیح کی مؤید جب مرفوع صحیح ہو تو پھر مرسل بھی بالاتفاق حجت ہے۔

فقہی احکام: (۱) نومولود بچہ، دو شرائط پائی جانے پر میت کا وارث بنے گا۔

(۲) وہ متوفی کی زندگی میں حمل کی صورت میں شکم مادر میں ہو، خواہ وہ ابتدائی مراحل ہی میں ہو۔ (۳) وہ زندہ پیدا ہو۔

۹۵۰: وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَيْسَ لِلْقَاتِلِ مِنَ الْمِيرَاثِ شَيْءٌ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَاَلدَّارَقُطْنِيُّ ,وَقَوَّاهُ اِبْنُ عَبْدِ اَلْبَرِّ ,وَأَعَلَّهُ النَّسَائِيُّ ,وَالصَّوَابُ وَقْفُهُ عَلَى عَمْرٍو.

النسائی فی الکبری: ۶۹/۴ ۷،الدارقطنی : ۷۳/۴، البیهقی: ۱۲۴۸۹ ، ۱۲۴۹۰، التلخیص الحبیر: ۸۴/۳، ۸۵،المعجم الاوسط: ۸۸۸

۹۵۰: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قاتل کو مقتول کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔" (اسے نسائی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے، اسے ابن عبدالبر نے قوی قرار دیا ہے اور امام نسائی نے اسے معلول کہا ہے، لیکن اس روایت کا حضرت عمرو رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونا درست ہے۔)

تشریح: زیر مطالعہ روایت امام نسائی اور امام بیہقی نے دو طرق سے نقل کی ہے۔ ایک طریق اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ دوسرے طرق کو مؤلف رحمہ اللہ نے تلخیص میں خطا قرار دیا ہے، بنابریں امام نسائی نے اس روایت کو معلول قرار دیا ہے، لیکن اس روایت کی شاہد روایات ضعیف طرق سے منقول ہیں۔

فقہی احکام: قاتل مقتول کی جائداد میں حقدار نہیں۔

۹۵۱: وَعَنْ عُمَرَ بْنِ اَلْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ "مَا أَحْرَزَ اَلْوَالِدُ أَوِ اَلْوَلَدُ فَهُوَ لِعَصَبَتِهِ مَنْ كَانَ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَابْنُ مَاجَهْ ,وَصَحَّحَهُ اِبْنُ اَلْمَدِينِيِّ ,وَابْنُ عَبْدِ اَلْبَرِّ.

ابوداود، کتاب الفرائض، باب فی الولاء: ۲۹۱۷، النسائی فی الکبری: ۷۵/۴، ابن ماجة: ۲۷۳۲، احمد: ۲۷/۱، البیهقی: ۱۲۲۱۱۷

۹۵۱: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے: "والد یا اولاد جو کچھ جمع کرے وہ عصبہ کیلئے ہے خواہ عصبہ کوئی بھی ہو۔" (اسے ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ علی بن مدینی اور ابن عبدالبر نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: احرز: ہمزہ مفتوح اور حاء ساکن، جمع کیا۔

تشریح: یہ روایت مفصل اس طرح ہے کہ رئاب بن حزیفہ نے ایک عورت سے شادی کر لی، اس عورت سے رئاب کے تین بچے پیدا ہوئے، جب وہ فوت ہوگئی تو اس کے بچے اس کے مال اور موالی کے وارث بن گئے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان بچوں کے عصبہ رشتہ دار تھے، ان بچوں نے بعد میں شام میں سکونت اختیار کر لی اور وہاں وہ تینوں فوت ہو گئے اور اس عورت کا آزاد کردہ غلام بھی فوت ہو گیا اور وہ صاحب مال تھا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور اس عورت کے بھائیوں کے مابین وراثت کے بارے میں نزاع پیدا ہو گیا، اور یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث بیان فرمائی۔

فقہی احکام: ولاء ناقابل تقسیم ہے، البتہ موالی کی جائداد آزاد کرنے والوں کے عصبہ رشتہ داروں میں تقسیم ہوگی، بشرطیکہ موالی کے قریبی نسبی رشتہ دار نہ ہوں۔

٩٥٢: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ " اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ اَلنَّسَبِ ,لَا يُبَاعُ ,وَلَا يُوهَبُ " رَوَاهُ اَلْحَاكِمُ: مِنْ طَرِيقِ اَلشَّافِعِيِّ ,عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحَسَنِ ,عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ ,وَأَعَلَّهُ اَلْبَيْهَقِيُّ.

ابن حبان، كتاب البيوع، باب بيع المنهى عنه: ٤٩٤٨ ـ ٤٩٥٠، الشافعي: ٢/٧٢، ٧٣، الحاكم: ٤/٣٤١، البيهقي: ١٠/٢٩٢، ابن ابى شيبة: ٦/١٢٢، ١٢٣، عبدالرزاق: ١٦١٤٩، سعيد بن منصور: ٢٨٤

٩٥٢: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ولاء کا تعلق نسبی تعلق کی مثل ہے، اسے فروخت کیا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔" اسے حاکم نے شافعی کے طریق سے محمد بن حسن از ابو یوسف بیان کیا ہے، ابن حبان نے اسے صحیح اور بیہقی نے معلول کہا ہے۔

لغوی تحقیق: الـــــولاء: واؤ مفتوح، اس کے لغوی معنی غلبہ یا قدرت کے ہیں، لیکن یہاں اس سے مراد آقا اور غلام کا وہ تعلق ہے جو غلام کو آزاد کرنے کے بعد قائم رہتا ہے۔ **لحمة:** لام مضموم اور حاء ساکن، تعلق۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ولاء کی بیع اور ہبہ ممنوع ہے، اس مفہوم کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے منقول ہے اور بعض طرق ایسے ہیں جن میں ابوالحسن شیبانی اور قاضی ابو یوسف نہیں ہیں۔ امام حاکم اور امام شافعی نے یہ روایت اگرچہ محمد بن الحسن عن ابی یوسف کے طریق سے نقل کی ہے، لیکن ابن حبان نے جس طریق کو صحیح قرار دیا ہے وہ بشر بن الولید عن یعقوب بن ابراہیم (ابی یوسف) ہے یعنی اس طریق میں محمد بن الحسن نہیں، امام بیہقی، محمد بن الحسن سے مروی مرفوع طریق نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابو بکر بن زیاد نیسا پوری نے اس روایت کو خطا قرار دیا ہے، کیونکہ ثقات رواۃ یہ روایت امام حسن بصری سے مرسل نقل کرتے ہیں۔ امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے سعید بن مسیّب سے موقوف روایت کی ہے۔

٩٥٣: وَعَنْ أَبِي قِلَابَةَ ,عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " أَفْرَضُكُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ " أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ سِوَى أَبِي دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ ,وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ.

الترمذى، ابواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل ......و ابى عبيدة: ٤٠٦١، ابن ماجة: ١٥٥، احمد: ٣/١٨٤، ٢٨١، ابن حبان: ٧١٣١، ٧١٣٧، الحاكم: ٣/٤٢٢، البيهقى: ٦/٢١٠، الحلية: ٣/١٢٢، الطيالسى: ٢٠٩٦، النسائى، فى فضائل الصحابة: ١٣٨، و الكبرىٰ: ٥/٦٧، مشكل الآثار: ١/٣٥٠، السنة لابن ابى عاصم: ١٢٥٢

٩٥٣: حضرت ابوقلابۃ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میراث کا علم زید بن ثابت تم

سے زیادہ جانتے ہیں۔" (اسے احمد اور چاروں نے بیان کیا ہے، ماسوا ابوداؤد کے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے، لیکن اسے مرسل ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس احادیث کا ایک جملہ نقل کیا ہے اور مفصل روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سب سے زیادہ مشفق ومہربان انسان ابوبکر ہیں، احکام الٰہی کی تنفیذ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں، سب سے زیادہ باحیا عثمان ہیں، کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں اور وراثت کا علم سب سے زیادہ زید بن ثابت کے پاس ہے اور حلت وحرمت کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہی معاذ بن جبل کو ہے، خوب غور سے سنو! ہر امت میں ایک امین تھا، میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

اس روایت کے جملہ رواۃ اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔ اور یہ روایت موصولاً مروی ہے، بنا بریں اس پر انقطاع کا حکم صادق نہیں آتا، مؤلف رحمہ اللہ نے انقطاع کے حکم کو صیغہ تمریض کے ذریعے بیان کر کے اس کے کمزور ہونے کا عندیہ دیا ہے، نیز اس روایت کے بعض ضعیف شاہد بھی موجود ہیں۔

۲۱۔ بَابُ الْوَصَايَا وصیتوں کا بیان

۹۵۴: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ " مَا حَقُّ اِمْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا: ۲۷۳۸، مسلم: ۱۶۲۷، ابوداود: ۲۸۶۲، الترمذی: ۹۸۷، النسائی: ۲۳۸/۶، ابن ماجة: ۲۷۰۲، احمد: ۱۰/۲، المؤطا: ۷۶۱/۲، الدارمی: ۳۱۷۵، ابن الجارود: ۹۴۶، الدارقطنی: ۱۵۰/۴، البیهقی: ۲۷۲/۴، الطیالسی: ۱۸۴۱، البغوی: ۱۴۵۸، ابن حبان: ۶۰۲۴، ۶۰۲۵

۹۵۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کسی مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، لیکن وہ دو راتیں اس حال میں گزار دے کہ اس کے پاس اس چیز کے بارے میں وصیت تحریر نہ ہو۔" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: الوصایا: یہ وصیة کی جمع ہے اس کے لفظی معنیٰ حکم دینے یا ملانے کے ہیں۔ وصیت کرنے والا چونکہ اپنی زندگی میں اپنی کسی چیز کو اپنی موت کے بعد والے احوال سے ملاتا ہے، اس لئے اس کی اس تحریر وتقریر کو وصیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں اس خاص عہد کا نام وصیت ہے جس کا تعلق اس کے مرنے کے بعد اس کے اموال میں تصرف کرنے سے متعلق ہو۔ ماحق: ما بمعنی لیس ہے، حق مبتدا ہے۔ اس کی خبر الا کے بعد والا جملہ ہے۔ مسلم: یہ امرء کی صفت اول ہے۔ له شيء: صفت ثانیہ ہے۔ يبيت ليلتين: صفت ثالثہ ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے، کسی طریق میں دو راتوں کا ذکر ہے، کسی میں ایک یا دو راتیں مذکور ہیں اور کسی میں تین راتوں کا تذکرہ ہے۔ ان طرق سے یہ واضح ہوا کہ زیر مطالعہ حدیث میں مذکور عدد تحدید کیلئے نہیں بلکہ تاکید کیلئے ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کے تمام ایسے افراد کو وصیت کرنے کا حکم فرمایا ہے جن کے پاس کسی کی امانت ہو یا انہوں نے کسی کا قرض دینا ہو یا وہ اپنے مال میں سے ۱/۳ یا اس سے کم کسی کو دینے کا ارادہ رکھتے ہوں، انہیں اپنے اس ارادہ کو تحریر میں لانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، انہیں چاہیے کہ وہ بلا تاخیر اپنے ارادہ کو نقوش کا جامہ پہنا دیں کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، معلوم نہیں کہ کہاں اور کس وقت زندگی کا سورج ہمیشہ کیلئے موت

کے آغوش میں چلا جائے گا۔

فقہی احکام: (۱) جن حضرات وخواتین کیلئے وراثت میں حصص متعین ہیں یا وہ کسی طرح بھی وراثت میں شریک ہیں ان کیلئے مالی وصیت کرنا ممنوع ہے۔(۲) مذکورہ بالا افراد کے علاوہ دیگر افراد کیلئے ۱/۳ حصہ وصیت کی جاسکتی ہے۔(۳) امانت یا قرض کے بارے میں تحریری وصیت کرنا ضروری ہے۔

۹۵۵: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! أَنَا ذُو مَالٍ ,وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا اِبْنَةٌ لِي وَاحِدَةٌ ,أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِي؟ قَالَ "لَا" قُلْتُ أَفَأَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهِ؟ قَالَ "لَا" قُلْتُ أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ؟ قَالَ "اَلثُّلُثُ ,وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ ,إِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ اَلنَّاسَ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات: ۶۷۳۳، مسلم: ۱۶۲۸، ابوداود: ۲۸۶۴، الترمذی: ۲۱۱۴، النسائی: ۲۴۱/۶، ۲۴۲، ابن ماجۃ: ۲۷۰۸، احمد: ۱۷۹/۱، المؤطا: ۷۶۳/۲، الدارمی: ۳۱۹۶، ابن الجارود: ۹۴۷، ابو یعلیٰ: ۷۴۷، البیہقی: ۲۶۸/۶، عبدالرزاق: ۱۶۳۵۷

۹۵۵: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں صاحب ثروت ہوں، میری وارث فقط میری ایک بیٹی ہے، کیا اپنے مال کا ۲/۳ حصہ صدقہ کرسکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں۔" میں نے عرض کیا، کیا نصف صدقہ کرسکتا ہوں؟ ارشاد ہوا "نہیں۔" میں نے عرض کیا تیسرا حصہ؟ ارشاد ہوا "تیسرا حصہ کرسکتے ہو لیکن یہ بھی زیادہ ہے اور تیرا اپنے عزیز واقارب کو مالدار چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم انہیں محتاج چھوڑ واور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتے پھریں۔" (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: الشطر: شین مفتوح اور طاء ساکن، یہ ذو معنی لفظ ہے لیکن یہاں اس سے مراد نصف ہے۔ الثلث: اسے مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا درست ہے، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ مبتدا ہوگا اور ؛یکفیک؛ محذوف جملہ، اس کی خبر ہوگا، یا؛ یکفیک؛ محذوف کا یہ فاعل ہوگا، یعنی آپ کا ایک تہائی خیرات کرنا آپ کیلئے کافی ہے۔ منصوب ہونے کی صورت میں یہ ؛اعـــط؛ فعل امر محذوف کا مفعول ہوگا، یعنی آپ ایک تہائی دیں۔ ان تذر: تیرا چھوڑنا، یعنی اگر آپ اپنی جائداد اپنے ورثا کیلئے چھوڑیں گے تو وہ تونگر ہوجائیں گے اور ان کا تونگر ہونا آپ کیلئے بہتر ہے۔

تشریح: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حج کیلئے نکلے تھے، جب وہ مکہ پہنچے تو بیمار ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تیمارداری کیلئے تشریف لائے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو گفتگو کی، اس میں انہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ شاید میں مکہ میں فوت ہو جاؤں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ نوید سنائی کہ آپ میرے بعد زندہ رہو گے اور آپ سے ایک قوم (مسلم) فیض یاب ہوگی اور ایک قوم کیلئے آپ شمشیر برہنہ ہونگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام مہاجر صحابہ کیلئے دعا فرمائی "اے اللہ! میری صحابہ کی ہجرت کو قائم رکھ۔"

فقہی احکام: (۱) ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنا درست نہیں۔(۲) اپنے رشتہ داروں کیلئے ترکہ چھوڑنا مستحب ہے۔
(۳) جائز ذرائع سے مال جمع کرنا جائز ہے۔(۴) غیر کے مقابلے میں قریبی سے تعاون کرنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۵۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَجُلاً أَتَى اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! إِنَّ أُمِّي اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ ,وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ ,أَفَلَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ "نَعَمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ,وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ.

مسلم، کتاب الزکاۃ، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ: ۱۰۰۴، البخاری: ۱۳۸۸، ۲۷۶۰، النسائی: ۲۵۰/۶، المؤطا:

۲/۲۶۰ ۷، البیھقی: ۲۷۷/۶

۹۵۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں اور اس نے کوئی وصیت نہیں کی، میرا خیال ہے کہ اگر اسے بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور خیرات کرتیں، اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں، تو کیا اسے ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" (بخاری ومسلم) اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔

لغوی تحقیق: رجلاً: یہاں اس آدمی سے مراد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ امـــی: میری والدہ، ان کی والدہ کا نام عمرۃ بنت مسعود انصاریہ ہے۔ افتلتت: ہمزہ مضموم، فاء ساکن، تا مضموم اور لام مکسور، اچانک فوت ہوگئیں۔ نـفسھا: اسے مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا درست ہے، مرفوع ہونے کی صورت میں نائب فاعل ہوگا اور منصوب ہونے کی صورت میں مفعول ثانی ہوگا، یعنی اس کی روح قبض کر لی گئی۔

فقہی احکام: (۱) ورثا اگر میت کی طرف سے خیرات کریں تو اس کا ثواب میت کو پہنچے گا۔ (۲) ورثا کو چاہیے کہ وہ میت کی طرف سے خیرات کریں۔ (۳) بغیر وصیت بھی خیرات کی جاسکتی ہے۔ (۴) دعا، استغفار، حج، روزہ اور عبادت مالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

۹۵۷: وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ اَلْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ " إِنَّ اَللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ,فَلا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالْأَرْبَعَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَحَسَّنَهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ,وَقَوَّاهُ اِبْنُ خُزَيْمَةَ ,وَابْنُ الْجَارُودِ.

احمد: ۲۶۷/۵، ابوداود: ۲۸۷۰، الترمذی: ۲۱۲۱، ابن ماجۃ: ۲۷۱۳، ابن الجارود: ۳۳۸/۲، التلخیص: ۹۲/۳، النسائی: ۳۶۴۲

۹۵۷: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے، اس لیے وارث کیلئے وصیت کرنا درست نہیں۔" اسے احمد اور چاروں میں سے نسائی کے علاوہ باقی تینوں نے بیان کیا ہے، اسے احمد اور ترمذی نے حسن کہا ہے، ابن خزیمہ اور ابن جارود نے اسے قوی کہا ہے۔

۹۵۸: وَرَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ حَدِيثِ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما ,وَزَادَ فِي آخِرِهِ " إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اَلْوَرَثَةُ " وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ.

الدارقطنی: ۹۷/۴، ۹۸، البیھقی، کتاب الوصایا، باب نسخ الوصیۃ للوالدین والاقربین الوارثین: ۱۲۷۹۷، ۱۲۷۹۸، ۱۲۸۰۲، الاحکام الوسطی: ۲۷۹/۶، بیان الوھم والایھام: ۱۳۱۵

۹۵۸: امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے، اس کے آخر میں مزید یہ الفاظ بھی ہیں "اگر ورثا پسند کریں۔" اس کی سند حسن ہے۔

تشریح: جمہور علما نے اس حدیث کی روشنی میں یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر تمام ورثا باہمی رضامندی سے کسی ایک وارث کے حق میں مالی وصیت کا مطالبہ کریں تو اس صورت میں اس وارث کے حق میں وصیت درست ہوگی، جمہور علما کا یہ قول تب قابل عمل تھا، اگر یہ حدیث صحت میں سابقہ حدیث کے مساوی ہوتی، لیکن یہاں ایسا نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث دو وجہ سے معلول ہے۔ (۱) ابن جریج نے یہ روایت عطاء خراسانی سے معنعن نقل کی ہے اور موصوف مدلس ہیں۔ (۲) عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا، جیسا کہ امام بیہقی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد وغیرہ کا کہنا ہے کہ عطاء نے نہ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے، یعنی بقول امام بیہقی اور امام ابوداؤد یہ روایت منقطع ہے۔

حافظ عبدالحق اشبیلی نے بھی اس روایت کو منقطع ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یونس بن راشد نے عطاء سے یہ روایت موصولاً بیان کی ہے، یعنی اس روایت پر دونوں اعتراض غیر مفید ہیں، پہلا اس لئے کہ ابن جریج کا متابع یونس بن

راشد موجود ہے اور دوسرا اس لئے کہ عطاء نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عکرمہ کے واسطے سے نقل کی ہے، لیکن موصوف نے آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ اس روایت کا مقطوع ہونا ہی معروف ہے۔

امام بیہقی نے یونس بن راشد سے مروی موصول طریق کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عطاء خراسانی غیر قوی ہے۔ امام بخاری اور امام ابن حبان نے اسے ضعفاء میں نقل کیا ہے، جبکہ امام احمد، امام یحییٰ اور امام عجلی نے اسے ثقہ کہا ہے، یعنی عطاء خراسانی مختلف فیہ ہے۔ اسی طرح اس کا شاگرد یونس بن راشد بھی مختلف فیہ ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ روایت مذکورہ اضافہ کے بغیر صحیح اور اضافہ کے ساتھ ضعیف ہے۔ اس کی شاہد روایت حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، لیکن وہ بھی حسن بصری کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۵۹: وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ اَلنَّبِيُّ ﷺ " إِنَّ اَللَّهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ عِنْدَ وَفَاتِكُمْ ; زِيَادَةً فِي حَسَنَاتِكُمْ " رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ.

دارقطنی: ۱۵۰/۴، البیہقی: ۲۶۹/۶، التلخیص: ۹۱/۳

۹۵۹: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری موت کے وقت ایک تہائی مال خیرات کرنے کی اجازت عنایت فرما کر تم پر احسان فرمایا ہے، تاکہ تمہاری نیکیاں بڑھ جائیں۔"

تشریح: یہ روایت اسماعیل بن عیاش اور عتبہ بن حمید کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۶۰: وَأَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَالْبَزَّارُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي اَلدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ.

احمد: ۴۴۱/۶، البزار: ۱۳۸۲

۹۶۰: احمد اور البزار نے یہ روایت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔

تشریح: یہ روایت ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۹۶۱: وَابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ وَكُلُّهَا ضَعِيفَةٌ ,لَكِنْ قَدْ يَقْوى بَعْضُهَا بَعْضًا . وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.

البیہقی، کتاب الوصایا، باب الوصیة بالثلث: ۱۲۸۳۸، ابن ماجة: ۲۷۰۹، الطبرانی: ۱۹۸/۴، العقیلی: ۲۷۵/۱، بیان الوہم والایہام: ۱۵/۵

تنبیہ: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے بلوغ المرام میں روایت ابودرداء کو احمد اور البزار کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ تلخیص میں فقط احمد کی طرف منسوب کیا ہے اور روایت ابوہریرہ کو بلوغ المرام میں فقط ابن ماجہ کی طرف جبکہ تلخیص میں ابن ماجہ، البزار اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے، واضح رہے کہ مذکورہ دونوں روایات البزار میں موجود ہیں۔

۹۶۱: ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے، اور یہ تمام روایات ضعیف ہیں، لیکن ایک دوسری کو تقویت دیتی ہیں۔ (واللہ اعلم)

تشریح: یہ روایت طلحہ بن عمرو مکی کے غیر قوی ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ امام البزار نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عطاء سے یہ روایت فقط طلحہ بن عمرو نقل کرتا ہے اور وہ غیر قوی ہے۔ ان کی شاہد روایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے لیکن وہ روایت حفص بن عمرو بن میمون کے متروک ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ان کی ایک شاہد خالد بن عبید السلمی سے بھی مروی ہے، یہ روایت موصوف کے بیٹے حارث اور اس کے شاگرد عقیل بن مدرک کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

علامہ البانی ان روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ تمام طرق ضعیف ہیں اور ان میں سے حضرت خالد بن عبید اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے مروی طرق کا ضعف قدر کم ہے اور دیگر روایات کا ضعف شدید ہے لہٰذا یہ تمام طرق مل کر حسن درجہ کو پہنچ جاتے ہیں۔

۲۲۔ بَابُ الْوَدِيْعَةِ ودیعت کا بیان

۹٦۲: عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ ,عَنْ أَبِيهِ ,عَنْ جَدِّهِ ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ أُودِعَ وَدِيعَةً ,فَلَيْسَ عَلَيْهِ ضَمَانٌ " أَخْرَجَهُ اِبْنُ مَاجَةْ ,وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

ابن ماجه، ابواب الصدقات ، باب الوديعة: ۲۴۰۱، البيهقي: ۱۲۹٦۷ ـ ۱۲۹۷۰

۹٦۲: حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" جس شخص کو امانت دی جائے، اس پر ضمان لازم نہیں۔" (اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔)

لغوی تحقیق: الودیعة: اس کا وزن فعیلة ہے، لیکن معناً یہ مفعولة کے وزن پر ہے اور یہ الوداع سے ماخوذ ہے، اس کے لغوی معنی چھوڑنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد چھوڑی گئی چیز ہے، یعنی امانت۔ شرعی اصطلاح میں مودع کا اپنے مال کو ایسے شخص کے پاس رکھنا جو اس کے مال کی حفاظت بلا معاوضہ کرے۔ المودِع: دال مکسور، امانت رکھانے والا۔ المودَع: دال مفتوح، جس کے پاس امانت رکھی جائے۔

تشریح: یہ روایت مثنی بن صباح کی وجہ سے ضعیف ہے، اس روایت کی شاہد روایات بھی موجود ہیں، لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن امت کا اجماع اس پر ہے کہ امانت کے ضائع ہونے پر ضمان لازم نہیں آتا خصوصا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھم سے موقوف روایات بھی اس موقف کی مؤید ہیں۔

وَبَابُ قَسْمِ اَلصَّدَقَاتِ تَقَدَّمَ فِي آخِرِ اَلزَّكَاةِ، وَبَابُ قَسْمِ اَلْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ يَأْتِي عَقِبَ اَلْجِهَادِ إِنْ شَاءَ اَللَّهُ تَعَالَى.

صدقات کی تقسیم کا بیان کتاب الزکاة کے آخر میں گزر چکا ہے، مال فے اور مال غنیمت کی تقسیم کا بیان کتاب الجهاد کے آخر میں آئے گا۔ ان شاء الله